ان اللہ لطیف خبیر
علمی، دینی، اصلاحی اور معلوماتی
اللطیف
ویلور
دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور
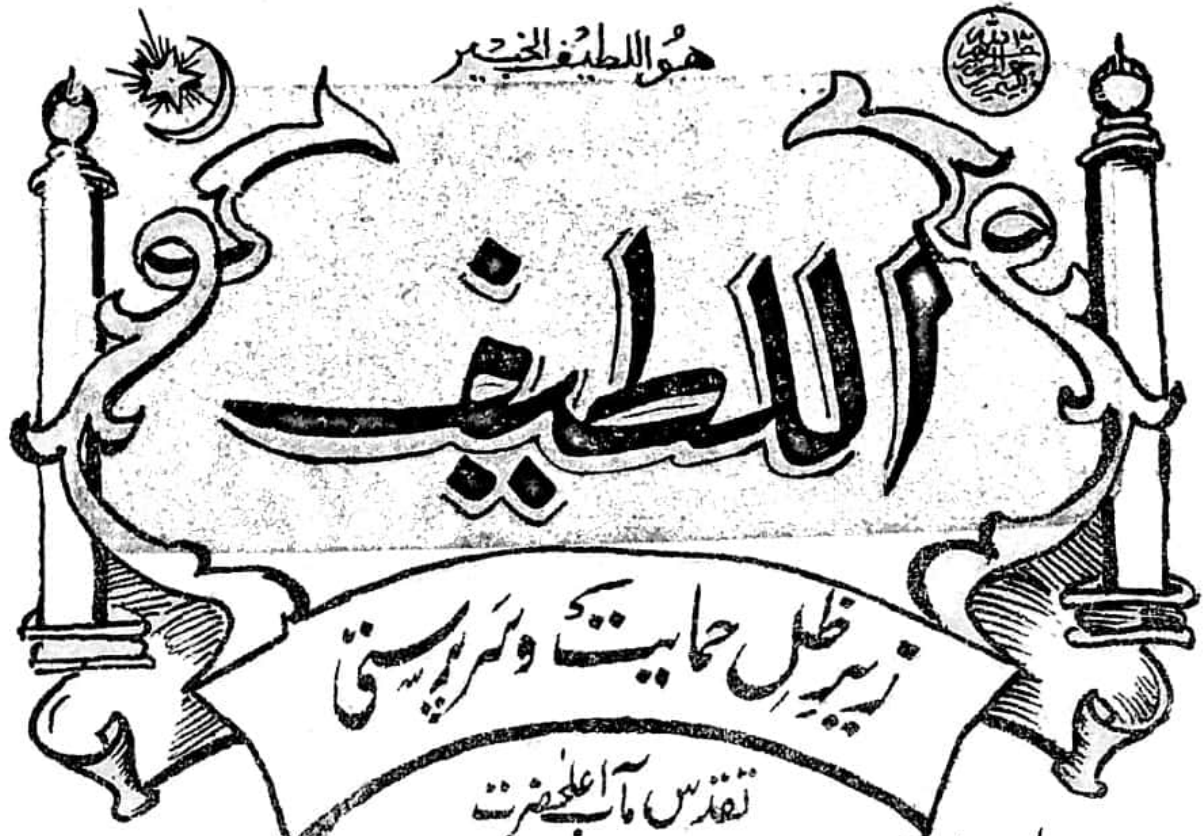
هو اللطیف الخبیر
اللطیف
زیر ظل حمایت و سرپرستی
تقدس مآب اعلیحضرت
مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری
دامت برکاتہم سجادہ نشین خانقاہ مکان حضرت قطب ویلور
مدیر مؤسس
حضرت اقدس مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر قادری
رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم دار العلوم لطیفیہ
نگران
عالیجناب مولانا سید شاہ عثمان صاحب قادری عرف فصیح پاشاہ بی کام
ناظم دار العلوم لطیفیہ
عالیجناب سید شاہ ہلال احمد صاحب قادری عرف ہلال پاشاہ
مطبوعہ عارف آرٹ بنگلور

تاریخ اجراء: برموقعۂ جلسۂ دستاربندی و عباپوشی
۱۰ شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ م ۹ اپریل ۱۹۸۷ء
روز جمعرات

مُدیرانِ مسئول:

مولانا مولوی پی محمد ابوبکر صاحب ملیباری مدرس دارالعلوم لطیفیہ
مولوی حافظ ابوالنعمان شبیر الحق قریشی قادری اُدھونی استاذ دارالعلوم لطیفیہ

نمائندگانِ طلباء

محمد علی خاں غوری نمن پلی (چتور) متعلم جماعت ششم سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف
سید ریاض الدین کڈلور متعلم جماعت پنجم معاون سکریٹری

بسمہٖ تعالیٰ عزّ اسمہٗ

فہرست مضامین

سالنامۂ اللطیف مکان حضرت قطب ویلور۔

اللطیف ۱۴۰۷ھ
۱
رباعی
از
حضرت امجد حیدرآبادی
الست بربکم
مجھ میں ہے چھپی ہوئی کوئی شئی تیری
نغموں میں مرے ضرور ہے لے تیری
صورت سے تو آشنا نہیں ہیں آنکھیں
آواز کہیں سنی ہوئی ہے تیری
انا عند منکسرۃ القلوب
ٹوٹا ہوا دل یادِ خدا کرتا ہے
عاشق ہی ادائے ناز پر مرتا ہے
رہتا ہے دل شکستہ میں عرش نشیں
یہ جام عجب ہے ٹوٹ کر بھرتا ہے
ربنا ما خلقت ھذا باطلا
اس جسم سے معلوم ہوا جان بھی ہے
مشکل سے ہوا علم کہ آسان بھی ہے
شر سے تفسیر معنی خیر ہوئی
شیطاں نے کہا کہ کوئی رحمان بھی ہے

نظم
از: قدوۃ السالکین عمدۃ العارفین
سراج العرفاء حضرت العلام رکن الدین محمد
سید شاہ ابوالحسن قادری قربی ویلوری علیہ الرحمۃ
جگ منے ہر ذرا ہے صاحب حال
بوج اس راز کی ہے کیلی قال
ہے کلید کنوز قال صحیح
توں نکحر قال سوں ہے بہتر حال
گنج عرفان و گنج علم اللہ
اس کا تفہیم قال کا ہے مجال
قال ہی عین حال ہے قربی
یو سخن کر قبول بے اشکال
پیشکش
منجانب
جناب سید شاہ ہلال احمد صاحب قادری عرف سید ہلال پاشا
حضرت مکان ویلور۔

موجودہ دور میں ہندوستانی مسلمانوں کے مذہبی حالات کس قدر نازک شکل وصورت اختیار کرتے جارہے ہیں' یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے' ہر جگہ اختلافی مسائل موضوع بحث بن چکے ہیں اور ایک دوسرے کے موقف اور مسلک کو غلط سمجھنے کا مزاج عام ہوتا چلا جارہا ہے۔ ایک صدی قبل بھی قریبًا اسی قسم کے حالات پیدا ہوئے تو مجدد جنوب علامہ شاہ محی الدین سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہٗ نے ایک معتدل موقف اور مسلک پیش کیا جو آج بھی مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔

ذیل میں ہم بعض اختلافی مسائل سے متعلق مجددِ جنوب قطبؒ ویلور کے مسلک ومشرب کو اختصارًا اور اجمالًا پیش کررہے ہیں جس سے قارئین کرام کو اندازہ ہوگا کہ یہ طرزِ فکر کس قدر مفید اور قابل تقلید ہے۔

مجدد جنوب ارشاد فرماتے ہیں:۔

غربت اسلام کے ان دنوں میں بعض برادرانِ دین اور مسلم عوام نے باوجود قلت علم کے علماء کے علم میں دخل اندازی کی اور فقہائے کرام کے اجتہاد پر طعنہ زنی کی اور بہت بدعتی فرقوں کے مانند بزرگانِ عالی مقام کو گمراہ' اور کافر کہا اور مجتہدانِ ذی شان کے خلاف لب کشائی کی اور انتہائی تعصب سے فساد اور عناد کا حق ادا کیا۔ ان کی یہ مخالفت اور بزرگوں کی تضلیل وتذلیل اور تکفیر مسلمانوں کے درمیان فرقہ بندی اور تفرقہ اور دین متین کے اندر جدال اور نزاع کا باعث بنی۔ عوام الناس کا کام یہ ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اطاعت کریں اور اپنی عبادات میں اور اپنی معاش وروزگار میں مشغول رہیں۔ اور علم کو علماء کے لئے چھوڑ دیں۔ عوام کی یہ افراط وتفریط اور نفس بدانجام کا تعصب مسلمانوں میں اختلاف اور تفریق کا باعث ہوا۔ اور اسی چیز نے ہر جماعت کو دوسری جماعت کی ایذا رسانی اور دشمنی پہ آمادہ کردیا۔ اگر ذرا غور وفکر کیا جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوجائیگی کہ اس تمام بے سروپا اور بے بنیاد غلو ومبالغہ اور فساد بے جا کا سبب صرف اور صرف طلب وجاہت اور سوء ادب بددیانتی اور ائمۂ اربعہ کی تقلید چھوڑنے اور اپنی اپنی بے اصل رائے پھیلانے کا نتیجہ ہے۔

مجددِ جنوب قطبؒ ویلور کی مذکورۃ الصدر رائے پر کامل ایک صدی بیت چکی' لیکن ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ اس میں عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی دینی ومذہبی حالت کی تصویر موجود ہے۔

حضرت قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں :-

● ادلۂ شرعیہ چار ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس مجتہد۔ مذکورہ چار دلائل سے ہٹ کر کوئی دلیل احکامِ شرعیہ کو ثابت کرنے والی نہیں ہے۔

● ایک عامی شخص کو ائمۂ اربعہ میں سے کسی ایک امام کی تقلید کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور اسے اس بات کا اختیار ہے کہ وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کو اختیار کرے، اور مقلد کو یہ حق نہیں کہ وہ بغیر کسی وجہ کے اپنے امام کے مسلک کے خلاف عمل کرے اور قرآن وحدیث سے احکام کا استنباط اور استخراج کرے اور ان پر عمل پیرا ہو جائے، امام کا مسلک ہی اس کے لئے حجت و دلیل ہے۔

● قرآن اور حدیث سے احکام استنباط و اخراج کرنے کے لئے اجتہاد کی صلاحیت ہونا ضروری ہے۔ اور اس واقعہ سے عبرت لینی چاہئے کہ حکماء مشائین کے اکابر ابو نصر فارابی اور شیخ بوعلی بن سینا نے ائمۂ اربعہ کی تقلید چھوڑ دی تو گمراہی و ضلالت کی وادی میں بھٹک گئے۔ ائمۂ اربعہ کی تقلید ترک کر دینے سے جب ان حکماء اور عقلاء کی یہ حالت ہوئی تو دوسرے عامیوں کی حالت کیا ہو سکتی ہے۔ اسی سے یہ اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ اگر ہر کس و ناکس عامی مقلد بھی کتاب اللہ اور سنتِ رسول سے احکام اخذ کرنا شروع کر دے تو ہزاروں باطل مذاہب پیدا ہو جائیں گے۔

● جمہور علماء و فقہا کے نزدیک حق مذاہبِ اربعہ میں دائر ہے اور ان چار مذاہب کو مبنی بر حق تصور کریں۔ اہل سنت و جماعت کے اختلاف، اہل اسلام اور اہل کتاب کے اختلافات کے مانند یا سنی و رافضی، یا سنی و خارجی کے اختلافات کے مانند نہیں ہیں کہ جانبین سے ایک دوسرے کو کافر اور گمراہ قرار دیں۔ بلکہ حق ائمۂ اربعہ کے اختلافات میں دائر ہے، اور اگر کسی ایک امام کی دلیل راجح ہو تو دوسرے امام کے مذہب کو غلط تصور نہیں کرنا چاہئے۔

● اور کسی بھی مختلف فیہ مسئلہ کے اندر ایک ہی جانب کے حق ہونے کا یقین کر لینا اور اسی کو اہمیت، اور ترجیح دینا اور اس میں غلو سے کام لینا غیر مناسب، اور نار وا طریقہ ہے اور اختلافی مسائل میں ایک دوسرے پہ طعن اور تشنیع سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ دوسرے مسلک کے علماء بھی کسی دلیل ہی کے تحت مسئلہ کو اختیار کئے ہونگے۔ اگرچہ کہ وہ دلیل ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ اور اختلافی امور و مسائل بلکہ سارے کاموں کے اندر توقف و احتیاط اختیار کرنا پسندیدہ بات ہے اور افراط و تفریط تمام جگہوں میں ناپسندیدہ اور مذموم ہے۔

● اور ایک دوسرے کو کافر کہنے سے اجتناب اور پرہیز کرنا چاہئے اور ہر ایک کو اپنے اپنے ایمان کی تباہی سے خوف کھانا چاہئے کیونکہ جو شخص کسی دوسرے آدمی کو کافر کہے، اور اگر وہ واقع اور نفس الامر میں کافر نہ ہو

تو کافر کہنے والا ہی کافر ہو جائے گا۔

● اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے۔ مؤمنین میں نجات پانے والا فرقہ صرف اہل سنت و جماعت ہے، اور بقیہ سارے فرقے اپنی بدعملی اور بداعتقادی کے باعث جہنم میں داخل کئے جائینگے لیکن کوئی فرقہ دائمی طور پر دوزخ میں نہیں رہے گا اور اہل سنت و جماعت کو کسی نامشروع فعل کے ارتکاب کے باعث بدعتی اور مبتدع نہیں کہنا چاہئے کیونکہ ان الفاظ کا اطلاق بہتر فرقوں پر ہوتا ہے جو صریحاً بدعت ضلالت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

● اجتہاد علماء فقہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں، حضرات صوفیہ بھی اجتہاد میں فقہاء کے ساتھ شریک ہیں۔ چنانچہ اس طائفہ کے بھی خاص طریقے آداب، اصطلاحات اور مستحسنات ہیں جیسے خانقاہوں کی تعمیر، الباس خرقہ، اجرائے مقراض، کیفیات ذکر، خلوت گزینی اور اجتماع سماع وغیرہ اور علماء فقہ کی طرح ان امور کے اندر صوفیہ کے بھی اجتہادات اور استنباطات ہیں۔ اور یہ بھی ابواب علم کی ایک قسم ہے، جس میں اجتہاد کی صحت اور اس کے شرائط اور سنت و بدعت کی تحقیق سے بحث ہوتی ہے۔ چنانچہ اس مقام پر صوفی اور فقیہ دونوں برابر ہیں۔ اور دونوں سے اپنے اپنے عمل کے وجود اور دلیل کی صحت کا مطالبہ ہوتا ہے۔

● صوفیائے کرام کے علوم و معارف کا انکار کرنے والا اور اولیاء اللہ پر طعن و تشنیع کرنے والا شخص اپنے آخری وقت میں سوء خاتمہ سے دوچار ہونے کا اندیشہ ہے اور ان بزرگوں کے ساتھ بغض و عداوت رکھنا وبال و نکبت کی علامت اور نفاق و بدبختی کی نشانی ہے۔

● مشائخ صوفیہ سے جو بھی منقول اور منسوب ہے اگر وہ شریعت مطہرہ کے خلاف معلوم ہو تو اس کے لئے تاویلات اور احتمالات ہیں اور اگر کوئی موافق تاویل نہ پائی گئی تو یہ سمجھا جائے کہ شاید اہل باطن کے نزدیک کوئی تاویل ہوگی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس قسم کے اقوال کا صدور صوفیاء سے جذب و سکر اور محو کی حالت میں ہوا ہوگا اور جذب و سکر کی بے خبری مباح غیر ماخوذ ہے کیونکہ آدمی اس حالت میں غیر مکلف ہے۔ ان محامل کے بعد بھی اگر کوئی شخص اولیاء اللہ اور صالحین کے ساتھ بدگمانی سے کام لے تو اس چیز کو عدم توفیق کا نتیجہ سمجھنا چاہئے اور جہاں تک ہو سکے صوفیہ کے بعض اسرار و دقائق عوام الناس سے پوشیدہ رکھا جائے، تاکہ یہ چیزیں انہیں شک میں مبتلا نہ کردیں اور لوگ بزرگوں کی تکفیر اور تضلیل کے درپے نہ ہو جائیں کلموا الناس علی قدر عقولھم لوگوں سے ان کے فہم کے مطابق کلام کرنا چاہئے۔

● اسرار و معارف اور حقائق و دقائق جاننے اور سمجھنے کے لئے ایک مرشد کامل اور شیخ مربی کی ضرورت ہے جس کے بغیر یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے کہ جب دنیا میں کوئی بھی علم اور فن استاد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا

تو علم باطن کیونکر مرشد روحانی اور شیخ مربی کے بغیر حاصل ہو سکتا ہے۔

● بدعت کے معنی اور مفہوم میں اختلاف ہے، جمہور علماء اور فقہاء کے نزدیک بدعت دو قسم کی ہے۔ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ اور کل بدعۃ ضلالۃ (ہر بدعت گمراہی ہے) کی حدیث عام ہے جس سے بعض مستثنیٰ ہیں اور ان عمومات میں استثناء دلیل شرعیہ یا عقلیہ کے ذریعہ سے ہے جو شریعت مطہرہ میں مشہور ہے۔ لہذا بحدیث مذکورہ کا معنی و مفہوم یہ ہوگا کہ ہر وہ بدعت جو سیئہ ہے وہی گمراہی ہے۔ اور اس میں استثناء کرنے والی حدیثیں یہ ہیں من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ اس حدیث میں امر مستحدث (نئی پیدا کردہ چیز) کو احسن قرار دیا گیا ہے اور من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد کی حدیث سے بدعت کا مردود ہونا مالیس منہ کی قید سے مقید ہے۔

● قبر کے اوپر عمارت اور قبہ تعمیر کرنے سے متعلق فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہے اور مختار مسلک یہ ہے کہ اس تعمیر کے پیچھے زیب و زینت اور تفاخر و مباہات نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ اور سلف نے علماء، مشائخ، اور اولیاء اللہ کی مزارات پر عمارت اور قبہ تعمیر کرنے کو مباح قرار دیا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کر سکیں۔

● مومنوں کی قبر کی زیارت کرنا اور ان کے لئے مغفرت کی دُعا کرنا مستحب ہے اور زیارت کے وقت اہل قبور کا ادب و احترام ان کے مراتب و درجات کے لحاظ سے قائم رکھنا چاہئے کیونکہ اولیاء اللہ کا فیض زائرین کے ادب کے اندازہ کے مطابق ہوتا ہے اور سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو قولاً اور عملاً افضل ترین سنت اور موکد مستحبات ہے اور اس پر امت کے علماء، فقہاء، صلحاء اور صوفیاء کا اجماع ہے۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی مزار شریف کے پاس غایت درجہ ادب اور احترام و تعظیم ہونی چاہئے اور قلب کو سارے وسواس و خطرات سے صاف رکھنا چاہئے اور پوری تواضع و انکساری اور خشوع و خضوع کے ساتھ سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر باندھ کر نماز میں کھڑے رہنے کے مانند ٹھہرنا چاہئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی جانب اپنا منہ اور اپنی پشت قبلہ کی جانب ہونی چاہئے اور یہی طریقہ ائمۂ اربعہ کے نزدیک مستحب اور مندوب ہے۔

● زندوں کی جانب سے دُعا اور صدقہ کرنے سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے، اور اہل علم کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں اور صدقہ سے مراد کوئی ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اسی کے حکم سے دی گئی ہوتی ہے اور صحیح احادیث میں اموات کے لئے صدقہ اور دُعا کرنے کا حکم وارد ہے۔ اور اس پر سلف کا عمل توارث اختیار کر گیا ہے۔ اموات کے لئے فاتحہ، نذر اور عرس کے مراسم میں کسی رسم کو مذکورہ طریقہ (بارگاہِ الٰہی میں

دعائے خیر۔ صدقہ۔ خیرات، اطعام الطعام، تلاوت قرآن وغیرہ) پر انجام دینے میں کوئی قباحت نہیں۔

ہندوستان میں بعض مشائخ اور اولیاء اللہ کی وفات کے دن عرس کی تقریب کے انعقاد کی صحت سے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے مرشد امام عبدالوہاب متقی مکی سے دریافت کیا تو امام موصوف نے ارشاد فرمایا:

یہ چیز مشائخ کرام کے طریقوں اور ان کے عادات سے تعلق رکھتی ہے اور اس میں ان کی نیتیں اصل ہیں۔

مزید دریافت کیا گیا کہ یوم وفات ہی کی تخصیص کیونکر جائز ہو سکتی ہے تو اس پہ فرمایا:

ضیافت تو مطلق مسنون ہے۔ لہٰذا دن کی تخصیص سے قطع نظر کر لیجئے۔ اس کی ایک دوسری مثال بھی موجود ہے۔ جیسے بعض مشائخ کرام کا نمازوں کے بعد مصافحہ کرنا۔ مصافحہ تو مطلق سنت ہے اور تخصیص کی وجہ سے بدعت ہے۔

اور بقول بعضے مشائخ سارے ایام میں رحلت کے دن خیرات و برکات اور نورانیت کی زیادہ امید ہے۔ اور سلف کے زمانے میں یہ چیزیں نہیں تھیں بلکہ یہ متاخرین کے مستحسنات ہیں۔

● مسئلہ نذر کی حقیقت یہ ہے کہ میت کی روح پر انفاق مال اور اطعام الطعام کے ثواب کا ہدیہ پہنچایا جائے جو احادیث کی رو سے ایک مسنون فعل ہے اور نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور کسی ولی کا ذکر تصرف کے بیان کے واسطے ہو، اور اس طرح کہا جائے کہ یا اللہ میں نے تیری نذر کی ہے، اگر تو میرے مریض کو شفا عطا فرمائے تو فلاں ولی کے نام اتنے فقراء و مساکین کو کھانا کھلاؤں گا یا میری فلاں ضرورت پوری فرما دے تو میں فلاں کام انجام دوں گا (رفاہ عام کے کام مثلاً مسجد، مدرسہ، خانقاہ، سرایا، شفاخانہ وغیرہ کی تعمیر، اور انسانوں کے لئے کارآمد اشیاء کی فراہمی)۔

● اولیاء اللہ سے حالت حیات و ممات، حالت قرب و بعد اور حالت صحو و محو تمام صورتوں میں فیض پہنچتا ہے اور اہل کشف کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ ارواح صالحین سے بہت سارے فیوض و برکات اور فتوحات حاصل ہوئے ہیں۔

● قبر کا طواف حرام ہے کیونکہ طواف کعبۃ اللہ کے ساتھ ہی مخصوص ہے اور وہ حج و عمرہ کے مناسک سے تعلق رکھتا ہے اور وہ عبادت کی جنس سے ہے اور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

● سجدۂ تحیت کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہے۔ بعض علماء کے نزدیک کفر ہے تو بعض کے نزدیک جائز ہے اور جمہور علماء اور فقہاء کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے۔ بعض اختلافی مسائل میں فقیر کا غیر معتبر اقوال نقل کرنے کا مقصد محض غالی حضرات کی زبان بند کرنا ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اس سے یہ خیال

نہ کیا جائے کہ اس کا مذہب بے اعتبار ضعیف قول پر مبنی ہے۔ حاشا و کلاّ۔

● سلام، مصافحہ اور معانقہ آداب صحبت سے تعلق رکھتے ہیں اور قدم بوسی مسنون ہے۔ چنانچہ وفد عبدالقیس نے دست و پائے نبوی کو بوسہ دیا اور امام مسلم علیہ الرحمہ امام بخاری علیہ الرحمہ سے فرماتے تھے کہ مجھے یہ موقع عنایت کیجئے کہ میں آپ کے پائے مبارک کو بوسہ دوں۔

● سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت باسعادت کے موقع پر خوشی و مسرّت کا اظہار کرنا امر مستحسن ہے اور مولد کا عمل علماء و صوفیاء کا معمول رہا ہے میلاد النبیؐ کے باب میں تلاوت قرآن کا اہتمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و شمائل اور معجزات کا اظہار و بیان، غیر مسلموں تک دین حنیف کی دعوت کا انتظام اور صدقات و خیرات جیسے امور و اشغال شامل ہوں تو اس کی صحت و افادیت میں کوئی کلام نہیں۔ البتہ عوام کی پیدا کردہ بدعات اور منکرات شرعیہ سے اجتناب لازمی ہے۔ اور حضور اکرمؐ کی ولادت کا ذکر سننے کے وقت آپؐ کی تعظیم و تکریم میں قیام کرنا مستحسن فعل ہے۔

● رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت اور آپ کے دیگر آثار و تبرکات اور مساجد کی زیارت کرنا مستحب ہے اور آپ کی جانب جو چیزیں بھی منسوب ہوں خواہ وہ قطعی ہو یا ظنی، اس کا ادب و احترام کرنا چاہئے۔ بعض لوگ موئے مبارک کی تعظیم کو عبادت کہتے ہیں تعظیم اور چیز ہے۔ اور عبادت اور چیز۔ اگر دونوں کے درمیان کوئی فرق نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ شعائر اللہ سے متعلق یوں ارشاد نہ فرماتا ومن یعظم شعائر اللہ فانها من تقوی القلوب۔

اور موئے مبارک کی زیارت کے واسطے تیقّن کی حاجت نہیں۔ جب احکام اجتہادیہ میں تیقن کے بغیر ان احکام پر عمل کرتے ہیں اور نسب کے معاملہ میں تیقّن کے بغیر میراث حاصل کرتے ہیں تو پھر یہاں کیوں تحقیق و تیقن کی فکر؟

● علم غیب بالاستقلال صرف اللہ تعالیٰ کی صفت خاصّہ ہے۔ انبیائے کرام اور اولیاء اللہ کو اشیائے مغیبہ کے لئے وحی، الہام اور منام وغیرہ کی احتیاج ہے اور اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امور غیبیہ کا وافر حصّہ عطا فرمایا کہ آپ نے خود ارشاد فرمایا: اوتیت علم الاولین و الآخرین۔ مجھے اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ما هو کائن فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذه۔

اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے ساری کائنات کو پیش کیا اور اس میں جو کچھ ہے اور قیامت تک جو بھی ہونے والا ہے ہر چیز کا مشاہدہ کر رہا ہوں گویا یہ ساری چیزیں میری ہتھیلی میں رکھی ہوئی ہیں اور میں بآسانی دیکھ رہا ہوں۔

● ندا اور دعا میں فرق ہے۔ اگر کوئی چیز

مخلوق سے طلب کی گئی تو اس کو دُعا سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔
اور ندا کئی صورتیں ہوتی ہیں۔ ندا کبھی بطریق عبادت ہوتی
ہے مثلاً کوئی شخص نماز اور خارج نماز میں یاایہا المزمل
قم اللیل الا قلیلا پڑھے۔ اس مقام پر ندا سے معاذ اللہ
یہ بات لازم نہیں آتی کہ قاری رسول اللہؐ کو نماز تہجد کا حکم
دے رہا ہے۔

اور ندا کا استعمال کبھی بطریق وسیلہ اور استمداد
ہوتا ہے جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

یا حبیب الالہ خذ بیدی
مالعجزی سواک مستندی

اور کبھی ندا کا استعمال قانونِ فصاحت کے اقتضاء کی وجہ
سے ہوتا ہے اور کبھی بیمار اور خوف زدہ آدمی خوف اور
دہشت اور رنج و تکلیف کی حالت میں اپنی ماں کو آواز دیتا ہے۔

● دوگانہ قادریہ شریعت کے خلاف نہیں ہے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی
ہے "جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دو رکعت نماز ادا کرے
اور سورۂ فاتحہ کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ الاخلاص پڑھے
اور نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف
بھیجے اور میرے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرے تو
اس کی حاجت و ضرورت پوری ہو جائے گی۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ
بنت اسد (حضرت علیؓ کی والدہ) کو قبر میں لٹاتے ہوئے
اپنے وسیلہ اور انبیائے سابقین کے توسل سے دُعا فرمائی
اغفر لامی فاطمۃ بنت اسد بحق نبیک والانبیاء
الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین۔

اے اللہ میری والدہ فاطمہ بنت اسد کی مغفرت
فرما تیرے نبی (محمدؐ) کے وسیلہ سے اور انبیائے سابقین کے توسل
سے مغفرت فرما تو ارحم الراحمین ہے۔

اس حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی حیات دنیوی اور انبیائے کرام کی حیات برزخی میں توسل
کے لئے واضح دلیل ہے۔ جب انبیائے کرام کی حیات
برزخی میں وسیلہ جائز ہے تو سید الانبیاء سے توسل بطریق
اولیٰ جائز ہے۔ بلکہ اس حدیث سے یہ قیاس بھی درست
ہے کہ بعد وفات اولیاء ان سے بھی توسل جائز ہے۔

حاصل کلام چند امور و مسائل سے متعلق ہم
نے مجدد جنوب قطبؒ ویلور قدس سرہ کے مسلک و مشرب
کا سرسری جائزہ لیا ہے جس میں اہل سنت وجماعت کے
مسلک کی ترجمانی اور تعارف بطریق احسن ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں افراط و
تفریط اور غلو و تعصب سے محفوظ رکھے اور اختلافی
مسائل میں توقف و احتیاط اور اعتدال کے طریقہ پر
گامزن فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
وما علینا الا البلاغ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روئدادِ دارالعلوم لطیفیہ

خدائے برتر و بزرگ کی حکمت بالغہ یہ تھی کہ جنوبی ہند کے اکثر علاقوں میں عموماً اور ویلور کی سرزمین میں خصوصاً اسلامی علوم کی نہریں جاری و ساری ہوں جس کی سوتیں کبھی خشک نہ ہوں، چنانچہ آج سے تین سو سال پہلے سرزمین ویلور دارالسرور میں ایک قطب وقت قدوۃ السالکین حضرت سید شاہ عبد اللطیف قادری بیجاپوری علیہ الرحمہ کے دست مبارک سے دارالعلوم لطیفیہ معرض وجود میں آیا۔ اور انہی کی اولاد امجاد بزرگان حضرت مکان کی آبیاری سے یہ دینی و علمی گلزار سرسبز و شاداب ہے اور امت کی نئی نسل کی تعلیم و تربیت میں مصروف عمل ہے۔

آغازِ سالِ نو

اللہ رب العزۃ کا انتہائی فضل و احسان ہے کہ اس مادرِ علمی کا تعلیمی سال نو کا آغاز مورخہ ۱۰ شوال المکرم ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۸۶ء بروز چہارشنبہ ہوا۔

بحمداللہ امسال حسب سابق ہندوستان کے بیشتر علاقوں سے تشنگان علوم و فنون آئے اور ان کو اس سرچشمہ سے سیرابی کی اجازت دی گئی۔

ادبی افتتاحی اجلاس

انجمن دائرۃ المعارف کے سالانہ ادبی اجلاس کے موقع پر جناب حافظ محمد احمد اللہ خان صاحب صدیقی بنگلور مدعو تھے۔

موصوف نے اپنے دلچسپ انداز میں طلبائے سے خطاب فرمایا۔ آپ نے علم دین کی فضیلت پر گہر افشانی کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل علم کی صحبت اور ان کا قرب بھی انسان کے لئے باعث نجات ہے۔ علمائے کرام کی صحبتیں لوگوں کو دین و دنیا میں سرخروئی اور کامیابی سے سرفراز کرتی ہیں اس سلسلے میں آپ نے اہل علم کے چند دلنشین واقعات کو پیش کرتے ہوئے فرمایا جب علم والوں کی صحبت کا یہ عالم ہے تو اندازہ لگائیے کہ علمائے حق کے مراتب و درجات کا کیا عالم ہوگا۔ پھر موصوف نے طلبائے عزیز کو ان کے آنے کی مقصد کی طرف توجہ دلائی اور ان کو جد و جہد اور جانفشانی کے ساتھ حصول علم میں مشغول رہنے کی نصیحت کی۔

بحمداللہ یہ ادبی تقریب پوری کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

دارالتصنیف والاشاعۃ

اس شعبہ کے قیام سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ان تمام بے مثال تصانیف کا ذخیرہ جو بزرگان حضرت مکان

نے خدمتِ علم و دین کے تحت قلیل مدت میں تصنیف فرمایا ہے، اس کو استفادۂ عوام و خواص کی غرض سے منظرِ عام پر لائیں۔ امسال بھی مذکورہ شعبہ سے کئی ایک نادر پارے مع تراجم و تلخیص منظرِ عام پر آرہے ہیں۔ جن میں حضرت قطبؒ ویلور علیہ الرحمۃ کی نادر تالیف فصل الخطاب بین الخطاء والصواب اور غایۃ التحقیق نیز مکتوباتِ لطیفی وغیرہ اور شاہ حیدر ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خوارق حیدریہ بھی استفادۂ عوام کی خاطر پیش کی جارہی ہے۔:

اسبابِ صحت

دارالعلوم میں تعلیم و تدریس تقریر و خطابت و مضمون نگاری کے ساتھ ساتھ دماغی فرحت اور جسمانی راحت کے اسباب بھی مہیا کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ طلباء روزانہ شام کے وقت تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد والی بال۔ بیٹ منٹن۔ ٹنی کائٹ۔ کبڈی وغیرہ مختلف گیمس سے لذت اندوز ہوتے رہتے ہیں۔

نویدِ مسرت

بحمد اللہ تعالیٰ امسال مدراس یونیورسٹی کے امتحانات فضل العلماء، منشی فاضل، ادیب فاضل میں اکثر طلباء نے شرکت کی اور انہیں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔

امتحانات

مورخہ ۲۴ ماہ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۷ ماہ ڈسمبر ۱۹۸۶ء روز شنبہ ششماہی امتحانات شروع ہوئے ایک ہفتہ مسلسل امتحانات چلتے رہے۔ نیز ۲۸ رجب المرجب ۱۴۰۷ھ م ۲۰ ماہ مارچ ۱۹۸۷ء سالانہ امتحانات ہوئے اور یہ تمام امتحانات اساتذۂ کرام کی زیرِ نگرانی ہوتے رہے۔

عبا پوشی و اعطائے اسناد

بزیرِ صدارت فضیلت مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہ العزیز مورخہ ۱۰ ر شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ دارالعلوم کا سالانہ اجلاس بڑے پیمانہ پر منعقد ہوا جس میں قابلِ قدر علمائے کرام اور قابلِ ترجیح حضرات مدعو تھے، اور اعلیٰحضرت قبلہ مدظلہ العالی نے اپنے دستِ فیض اقدس سے فارغین کو عباء اور اسناد عطا فرمایا۔

تقسیم انعامات

درسیات، مقالہ نویسی، مقابلہ تحریر و تقریر اور گیمس و اسپورٹس میں اول و دوم آنے والے طلباء اور عہدیداروں کو جو سال بھر تندہی کے ساتھ خدمات پیش کئے تھے اسی شام میں ایک دوسری نشست ہوئی جس میں ان تمام کو قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔

ہدیۂ تشکر

ہم ان اطباء و ڈاکٹر حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جنہوں نے موسمی اثرات سے متاثر ہونے والے طلباء پر خصوصی توجہ فرمائی اور نہایت ہمدردی کے ساتھ ان کی صحت کا خیال فرمایا۔

نیز ادارہ مدیرانِ اخبار کا تہ دل سے مشکور ہے جو اولین فرصت میں دارالعلوم کی تمام کارروائیوں کو شائع فرمایا۔ بالخصوص ادارہ جناب مولوی عبد المتین صاحب مالک الیکٹرک قومی پریس بنگلور کا

جواہر القرآن

از:۔ مولوی حافظ ابو النعمان
بشیر الحق قریشی قادری
ادھونی استاذ دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

قرآن کریم میں جنتی لوگوں کی جو صفات بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نذر پوری کرتے ہیں جیسا کہ سورۃ الدھر میں وارد ہے یوفون بالنذر ویخافون یوما کان شرہ مستطیرا۔

اس آیت طیبہ کے بعد ویطعمون الطعام علی حبہ الی آخر الآیۃ کی آیت سے متعلق عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے بارے میں نازل ہوئی چنانچہ امام رازی نے اپنی تفسیر میں یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سخت بیمار ہو گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام ان کی عیادت ومزاج پرسی کے لئے تشریف لے گئے۔ اس موقع پر بعض صحابہ نے حضرت علیؓ کو مشورہ دیا کہ آپ بچوں کی صحت وشفایابی کے لئے اللہ سے کوئی نذر مانیں۔

حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور ان کی ایک خادمہ نے اللہ سے نذر مانی کہ حضرات حسنین صحت یاب ہو جائیں تو شکرانے کے طور پر تین روز روزے رکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوا اور دونوں بچے شفایاب ہو گئے اور تینوں صاحبوں نے نذر کے روزے رکھنے شروع کئے۔ ان دنوں حضرت علیؓ کے گھر میں کھانے پینے کی اشیاء کی بڑی قلت تھی اور آپ نے کسی سے قرض لیکر سحر اور افطار میں کھانے کے لئے کچھ سامان فراہم کر لیا۔ پہلا روزہ کھول کر جب کھانے کے لئے بیٹھ گئے تو ایک مسکین نے آواز دی اور کھانا طلب کیا۔ حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ نے سارا کھانا سائل کو دے دیا۔ اور خود پانی پی کر سو گئے۔ دوسرے دن افطار کے بعد کھانے کے لئے دسترخوان پر بیٹھ گئے تو دروازہ پر ایک یتیم نے دستک دی، اور کھانا طلب کیا۔ اس وقت بھی سائل کو سارا کھانا دے دیا گیا اور خود یہ حضرات پانی پی کر سو گئے۔ عجیب اتفاق تیسرے روز افطار کے لئے بیٹھے ہی تھے کہ ایک قیدی نے کھانا طلب کیا تو اس روز کا کھانا بھی سائل کو دے دیا گیا۔

چوتھے روز حضرت علیؓ اپنے دونوں صاحبزادوں کو لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچے تو حضورؐ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کے چہرہ پر ضعف کمزوری

کے آثار نمایاں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علیؓ کے ہمراہ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ حضرت فاطمہؓ ایک گوشہ میں لیٹی ہوئی ہیں اور کافی ناتوان اور کمزور نظر آرہی ہیں۔

آپ پر اس منظر سے رقت طاری ہوئی۔ مکان سے باہر تشریف لے جانے کا قصد فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت رُوح الامین آپہنچے اور آپ کو یہ بشارت سنائی کہ اللہ نے آپ کے اہل بیت کے معاملے میں آپ کو مبارک باد دی ہے اور سورۃ الدھر کی یہ آیات پڑھ کر سنائی ویطعمون الطعام علیٰ حبّہ مسکیناً ویتیماً واسیرا۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ لانرید منکم جزاء ولاشکورا۔

اور اللہ کی محبت میں مسکین یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں، ہم تم کو فالصتہ لوجہ اللہ کھلاتے ہیں۔ تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ۔

سورۃ الدھر کی آیت یوفون بالنذر، اور صحابی رسول حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور سیدۃ النساء حضرۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے عمل سے یہ بات واضح ہے کہ جو نذر کی جائے اس کو پوری کرنا چاہئے۔

مسئلۂ نذر کی وضاحت سے قبل اس موضوع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر ایک نظر ڈال لی جائے تاکہ کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ سنت رسولؐ کی روشنی میں یہ مسئلہ منشرح اور مؤکد کیا جائے۔ ذیل میں کچھ احادیث مشکوٰۃ باب الایمان والنذور سے نقل کی جارہی ہیں۔

عن ابی ھریرۃ وابن عمر قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتنذروا فان النذر لایغنی من القدر شیئاً وانما یُستخرج بہ من البخیل متفق علیہ۔

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ نذر نہ کیجئے، بیشک نذر تقدیر کی کسی چیز سے مستغنی نہیں کر سکتی۔ البتہ بخیل سے کچھ خرچ ہو جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

عن عائشۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من نذر ان یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذر ان یعصیہ فلا یعصہ رواہ البخاری۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے طاعت الٰہی میں کوئی نذر مانی ہو تو اُسے چاہئے کہ پوری کرے اور جس نے معصیت الٰہی میں کوئی نذر مانی ہو تو اس کو چاہئے کہ ہرگز پوری نہ کرے۔ (بخاری)

عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لاوفاء لنذر فی معصیۃ ولا فیما لایملک العبد (رواہ مسلم)

حضرت عمران سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا معصیت الٰہی میں جو نذر کی گئی ہو اس کو پوری نہ کریں اور اس چیز میں بھی نذر نہیں ہے جس کا پورا کرنا آدمی کے بس میں نہیں۔

لا نذر ولا یمین فی مالا یملك ابن آدم ولا فی معصیة الله ولا فی قطیعه رحم۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نذر اور قسم کسی ایسے کام میں نہیں ہے جو آدمی کے بس میں نہ ہو۔ یا معصیت الٰہی میں ہو۔ یا رشتہ دار و خویش و اقارب سے قطع تعلق کے لئے ہو۔

عن ابن عباس قال بینا النبی صلی الله علیه وسلم یخطب اذا هو برجل قائم فسال عنه فقال ابواسرائیل نذر ان یقوم ولا یقعد ولا یستظل ولا یتکلم ویصوم فقال النبی صلی الله علیه وسلم مروه فلیتکلم ولیستظل ولیقعد ولیتم صومه۔ رواه البخاری۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ کی نظر میں ایک صاحب پر مذکور ہوئیں جو دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق دریافت کیا تو کہا گیا یہ ابواسرائیل ہیں اور انہوں نے یہ نذر مانی ہے کہ کھڑے رہیں گے، بیٹھیں گے نہیں، زیر سایہ نہیں رہیں گے۔ نہ کسی سے بات کریں گے اور روزہ رکھیں گے۔ اس پہ آپ نے فرمایا: ان سے کہو کہ بات کریں۔ سایہ میں آبیٹھیں۔ البتہ روزہ پورا کریں۔ (بخاری)

عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم رای شیخا یهادی بین ابنیه فقال ما بال هذا قالوا نذر ان یمشی الی بیت الله قال ان الله تعالیٰ عن تعذیب هذا نفسه لغنی وامره ان یرکب متفق علیه۔

وفی روایت لمسلم عن ابی هریرة قال ارکب ایها الشیخ فان الله غنی عنك وعن نذرك۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے آدمی کو دیکھا جو اپنے بیٹوں کے سہارے چل رہا ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ کیا معاملہ ہے۔ عرض کیا گیا انہوں نے بیت اللہ کے لئے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے۔ اس پہ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ بے نیاز اور مستغنی ہے کہ یہ شخص اپنے نفس کو عذاب میں ڈالے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ سوار ہو جائیں۔

اسی مضمون کی حدیث مسلم شریف میں بھی ہے، جس کی روایت حضرت ابوہریرہ نے کی ہے۔

عن ابن عباس ان سعد بن عبادة استفتی النبی صلی الله علیه وسلم فی نذر کان علی امه فتوفیت قبل ان تقضیه فافتاه ان یقضیه عنها متفق علیه۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادۃ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے ذمہ ایک نذر تھی جو انہوں نے پوری نہیں کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی والدہ کی طرف سے نذر پوری کر دو۔

عن کعب بن مالك قال قلت یارسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقة الی اللہ والی رسوله فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم امسك بعض مالك فهو خیر لك قلت فانی امسك سهمی الذی بخیبر متفق علیهما۔

حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر جہاد میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے جو عتاب مجھ پر ہوا تھا اس کی جب معافی مل گئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا' یا رسول اللہ میری توبہ میں یہ بات شامل تھی کہ اگر میری توبہ قبول ہو جائے تو میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں صدقہ کر دوں گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ مال اپنے لئے روک رکھو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے اپنا خیبر کا حصہ روک لیا ہے عرض کیا۔

عن ثابت بن الضحاك قال نذر رجل علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان ینحر ابلاً ببوانة فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم هل کان فیها وثن من اوثان الجاهلیة یعبد قالوا۔ لا۔ قال فهل کان فیها عید من اعیادهم قالوا لا۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اوف بنذرك فانه لا وفاء لنذر فی معصیة اللہ ولا فی فیما لا یملك ابن آدم۔ رواہ ابو داؤد۔

ثابت بن الضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہد نبوی میں ایک شخص نے مکۃ المکرمہ کے نیچے حصہ بوانہ میں ایک مقام پر اونٹ کی قربانی کی نذر مانی جس کو پوری کرنے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے دریافت کیا کیا اس مقام پر جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت موجود ہے۔ اس شخص نے جواب دیا نہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مزید دریافت کیا۔ کیا اس مقام پر زمانۂ جاہلیت کے عیدوں میں سے کوئی عید اور میلہ وغیرہ جیسی کوئی چیز موجود ہے؟ (حضور اکرمؐ کے یہ سوالات اس لئے تھے کہ کفار کے اعمال و افعال سے مشابہت کرنے والی کوئی صورت پیدا نہ ہو۔)

اس شخص نے جواب دیا، وہاں کوئی ایسی چیز نہیں ہے' اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ٹھیک ہے تم اپنی نذر پوری کر دو۔ ہاں یہ بات یاد رکھو کہ معصیت الٰہی میں کوئی نذر نہیں ہونی چاہئے اور نہ اس کو پوری کرنی چاہئے اور اس چیز میں بھی نذر نہیں جس کی ادائیگی آدمی کے بس میں نہ ہو۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده ان امرأة قالت یا رسول اللہ انی نذرت ان اضرب علی رأسك بالدف قال اوفی بنذرك رواہ ابو داؤد۔

عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے نذر

کی ہے کہ آپ دشمنوں سے کامیاب ہوکر سلامتی و عافیت
کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ جائیں تو میں خوشی و مسرت
کے اظہار کے طور پر دف بجاؤں گی۔ اس پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی نذر پوری کرلو۔ (ابوداؤد)

عن جابر بن عبد اللہ ان رجلا قام
یوم الفتح فقال یا رسول اللہ انی نذرت للہ عزوجل
ان فتح اللہ علیک مکۃ ان اصلی فی بیت
المقدس رکعتین قال صل ھھنا ثم اعاد علیہ
فقال صل ھھنا ثم اعاد علیہ فقال شانک
اذا۔ رواہ ابوداؤد والدارمی۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ
کے دن ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے نذر مانی ہے کہ اللہ تعالیٰ
آپ کے ہاتھوں مکۃ المکرمۃ کو فتح کردے تو میں دو رکعت
نماز بیت المقدس میں ادا کروں گا۔ اس پر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہیں مسجد الحرام میں دو رکعت
ادا کرلو تمہاری نذر پوری ہوجائے گی۔ سائل نے
دوسری مرتبہ یہی بات دہرائی تو آپ نے فرمایا یہیں مسجد
الحرام میں پڑھ لو۔ پھر سائل نے تیسری مرتبہ بیت المقدس
میں نماز پڑھنے کی بات کو دہرایا تو آپ نے فرمایا تمہاری
مرضی۔ (ابوداؤد۔ دارمی)

عن ابن عباس ان اخت عقبۃ بن
عامر نذرت ان تحج ماشیۃ وانھا لا تطیق
ذالک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ
لغنی عن مشی اختک فلترکب ولتھد بدنۃ
رواہ ابوداؤد والدارمی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عقبہ بن
عامر کی بہن نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی تھی جس کو پوری
کرنا ان کے بس میں نہ تھا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے عقبہ سے فرمایا تمہاری بہن کے مشقت میں پڑنے کی اللہ
کو کوئی ضرورت نہیں پڑی ہے، اسے سواری پر حج کرنا چاہئے
اور قربانی کرنا چاہئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عقبہ
بن عامر کہتے ہیں کہ میری بہن نے ننگے پاؤں حج کرنے کی
نذر مانی اور یہ نذر بھی مانی کہ اس سفر میں سر پہ دوپٹہ
نہیں ڈالیں گی اور تین دن روزہ رکھیں گی۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اپنی بہن سے کہو کہ سواری
پر جائے اور سر ڈھانکے اور تین دن کے روزے رکھیں۔

عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا نذر ولا یمین
فی ما لا یملک ابن آدم ولا فی معصیۃ اللہ و
لا فی خطیئۃ رحم۔

کوئی نذر اور کوئی قسم کسی ایسے کام میں
نہیں ہے جو آدمی کے بس میں نہ ہو یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی
میں ہو یا قطع رحمی (رشتہ داروں سے تعلقات ختم کرلینا)
کے لئے ہو۔

عن عمران بن حصین قال سمعت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یقول النذر نذران فمن کان
نذر فی طاعۃ فذلک للہ فیہ الوفاء ومن کان
نذر فی معصیۃ فذلک للشیطان ولا وفاء فیہ
ویکفرہ ما یکفر الیمین۔ رواہ النسائی۔

عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نذر دو قسم کی ہے،
اگر وہ طاعت میں ہو تو اللہ کے لئے ہے اور اس کو ضرور پوری
کرنی چاہئے اور اگر معصیت میں ہو تو شیطان کے لئے ہے اور
اس کو ہرگز پوری نہ کی جائے اور کفارہ ادا کیا جائے، اور
اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم توڑنے کا کفارہ ہے۔ (نسائی)

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لا نذر فی معصیۃ وکفارتہ الیمین
رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی نذر کسی ایسے کام نہیں ہے جو
اللہ کی نافرمانی میں ہو اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم توڑنے
کا کفارہ ہے۔

غرض مسئلہ نذر کو سمجھنے اور جاننے کے لئے اتنی
حدیثوں کا مطالعہ کافی ہے جن سے بخوبی یہ بات واضح ہو رہی ہے
کہ نذر کی شرعی حیثیت کیا ہے اور اس کی کتنی قسمیں اور صورتیں
ہیں۔ اس مسئلہ کی مزید وضاحت و تفصیل سے قبل مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ کفارۂ یمین کی تشریح کی جائے جس کا ذکر مؤخر الذکر
حدیث شریف میں وارد ہے۔

یمین کے معنی حلف اور قسم کے ہیں اور شریعت
مطہرہ کا اصول یہ ہے کہ آدمی غیر اللہ کی قسم نہ کھائے اور
اگر قسم کھانی ہی ہو تو اللہ کے اسماء اور صفات سے قسم
کھائے جیسا کہ بخاری اور مسلم میں عبداللہ بن عمر کی روایت
درج ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال
ان اللہ ینھاکم ان تحلفوا بآبائکم من کان حالفا
فلیحلف باللہ او لیصمت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے
منع کیا ہے کہ اپنے آباؤ اجداد کے نام سے قسم کھائیں جس کسی
کو قسم کھانی ہو تو اللہ کی قسم کھائے ورنہ سکوت اختیار کرے۔

قسم توڑنے پر کفارہ لازم آتا ہے جس طرح کہ نذر
پوری نہ کرنے پر کفارہ واجب ہو جاتا ہے چنانچہ قسم اور نذر
دونوں کا کفارہ ایک ہی ہے جس کو سورۃ المائدہ میں بیان
کیا گیا ہے۔

لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم و
لکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ
اطعام عشرۃ مسٰکین من اوسط ما تطعمون
اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ۔ فمن لم
یجد فصیام ثلٰثۃ ایام۔ ذلک کفارۃ ایمانکم
اذا حلفتم واحفظوا ایمانکم، کذلک یبین اللہ
لکم آیٰتہ لعلکم تشکرون۔

اللہ تم سے تمہاری بے معنی قسموں پر مؤاخذہ نہیں کرتا، لیکن جن قسموں کو تم مضبوط کر چکے ہو، ان پہ تم سے مؤاخذہ کرتا ہے اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجہ کا کھانا ہے، جو تم اپنے گھر والوں کو کھانے کو دیا کرتے ہو، یا انہیں کپڑا دینا، یا غلام آزاد کرنا، لیکن جس کو اتنا مقدور نہ ہو تو اس کے لئے تین دن کے روزے ہیں۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جبکہ تم حلف اٹھا چکے اور اپنی قسموں کو یاد رکھا کرو، اللہ اسی لئے تمہارے لئے اپنے احکام کھول کر بیان کرتا ہے۔

عرف عام میں نذر کا ہم معنی مشہور و مروجہ لفظ مَنّت ہے۔ نذر کا معروف مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ آدمی نے خود اپنے اوپر واجب کر لیا ہو۔

مذکورالصدر احادیث میں ایک حدیث ایسی بھی گذر چکی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع فرمایا ہے جو یہ سمجھتے ہوئے مانی جائے کہ اس سے تقدیر بدل جائے گی۔ اس عقیدۂ خیال کی تردید کے لئے زبان نبوت نے بھی ارشاد فرمایا النذر لا یقدم شیئاً ولا یؤخرہ وانما یستخرج بہ من البخیل۔

نذر نہ کوئی کام پہلے کرا سکتی ہے نہ کسی ہونے والے کام میں تاخیر کرا سکتی ہے۔ البتہ اس کے ذریعہ بخیل شخص کچھ خرچ کر دیتا ہے۔

اس حدیث میں بخیل کے خرچ کرنے کا ذکر ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص بخیل نہیں ہے، وہ تو بلاواسطہ نذر اپنے قصد و اختیار سے بھی راہ خدا میں خرچ کر دیتا ہے لیکن بخیل آدمی نذر کے واسطے سے کچھ خرچ کر دیتا ہے اس خیال سے کہ منافع حاصل ہوں اور مصائب دفع ہوں۔

ایک نذر وہ ہے کہ طاعت میں مانی جائے ایسی نذر کو ضرور پوری کرنی چاہئے کیونکہ نذر کا مقصد اللہ کی رضا وخوشنودی ہے جیسا کہ اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا:

انما النذر ما ابتغی بہ وجہ اللہ۔

ایک نذر وہ ہے کہ معصیت اور غیر شرعی کام میں مانی جائے۔ ظاہر بات ہے کہ ایسی نذر ہرگز پوری نہیں کرنی چاہئے کیونکہ معصیت الٰہی میں کسی نذر کے پوری کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ خصوصیت کے ساتھ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ و تاکید فرمائی ومن نذر ان یعصی اللہ فلا یعصیہ۔

ایک نذر وہ ہے کہ کسی ایسی چیز میں مانی جائے جس کو پوری کرنا آدمی کے بس میں نہ ہو۔ یہاں بھی نذر پوری کرنے کا سوال ہی نہیں۔ لا نذر فی ما لا یملك ابن آدم۔

ایک نذر وہ ہے کہ رشتہ دار و خویش واقارب سے تعلق ختم کرنے میں مانی جائے، ایسی نذر بھی پوری نہیں کرنی چاہئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا فی قطیعۃ رحم۔ قطع رحمی میں نذر نہیں۔

ایک نذر وہ ہے کہ کسی کام کو نیکی یا باعث ثواب سمجھ کر مانی جائے جو درحقیقت فضول اور ناقابل

برداشت کام ہو۔ چنانچہ پیدل حج کرنے کی نذر وغیرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی نذر پوری کرنے سے بھی منع فرمایا۔ جیسا کہ عقبہ بن عامر کی بہن کی نذر سے متعلق اوپر حدیث گذر چکی ہے۔

ایک نذر وہ ہے کہ سارا مال راہِ خدا میں دے دینے کی مانی جائے جیسا کہ کعب بن مالک نے اپنی توبہ قبول ہونے پر نذر مانی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ مال روک لینے کی تاکید فرمائی۔

ایک نذر وہ ہے کہ جو میت کے ذمہ رہ گئی ہو جیسا کہ حضرت سعد بن عبادہ کی والدہ نے اپنی نذر پوری نہ کی تھی کہ دنیا سے رحلت کر گئیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحومہ کے وارث حضرت سعد کو نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔

ایک نذر وہ ہے کہ کسی ضرورت اور مراد پوری ہونے پر کسی مستحسن و مستحب کام کرنے میں مانی جائے جیسا کہ جابر رضی اللہ عنہ نے مکہ فتح ہونے کی صورت میں بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر کی تھی۔

احادیث کے اس مختصر جائزہ اور مطالعہ کے بعد اب ہم مسئلہ نذر کا فقہی جائزہ لے رہے ہیں۔ اس باب میں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیئے کہ حدیثوں میں اختلاف واقع ہونے کی وجہ سے ائمۂ اربعہ کے مسالک و مذاہب میں بھی اختلاف رونما ہوا۔

نذر تبرّر یعنی نیکی کی نذر مثلاً کسی شخص نے یہ نذر مانی کہ اگر میری فلاں مراد پوری ہو جائے تو میں فلاں نیک کام کروں گا یا اللہ کی رضا و خوشنودی کے خاطر میں فلاں نیک کام انجام دوں گا۔

اس قسم کی نذر سے ائمۂ اربعہ کا اتفاق ہے کہ اس کا پورا کرنا واجب ہے۔

نذر معصیت سے متعلق چاروں امام کا موقف یہ ہے کہ وہ باطل ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی ناجائز کام میں نذر پوری کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ امام نووی نے شرح مسلم میں تصریح کی ہے۔ معصیت کی نذر پوری نہ کرنے پہ کفارہ لازم نہیں آتا۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک کا یہی موقف ہے اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ کفارہ لازم آتا ہے۔

اور ایسی نذر جس میں کل مال راہِ خدا میں دے دینے کی مانی ہو اس کے متعلق ائمۂ کرام کے درمیان اختلاف ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص نے ایسی نذر کی ہو تو اس پہ واجب ہے کہ اپنا وہ سب مال دے دینا چاہیئے جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور جس مال میں زکوٰۃ نہیں ہے اس پر اس نذر کا اطلاق نہ ہوگا مثلاً رہائشی مکان وغیرہ۔

حنفیوں میں امام زفر کا موقف یہ ہے کہ اپنے اہل و عیال کے لئے دو ماہ کا خرچ رکھ کر بقیہ سب مال دے دینا چاہیئے۔ اور امام شافعی کے نزدیک اس قسم کی نذر کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ اگر یہ نذر نیکی کی ہو تو کل مال فی سبیل اللہ دے دینا

چاہئے اور دوسری صورت یہ ہے کہ اگر یہ نذر ضد اور گریلو جھگڑے کی وجہ سے مانی گئی ہو تو اسے اختیار ہے کہ کل مال صدقہ کر دے یا قسم توڑنے کا کفارہ ادا کرے۔

اور امام مالک کا مسلک یہ ہے ایسی نذر میں ایک تہائی مال دینا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری)

جو نذر میت کے ذمہ رہ گئی اس کے بارے میں ائمہ کرام کے اختلاف ہیں۔

حنفیوں کا مذہب یہ ہے اگر نذر عبادت بدنیہ مثلاً نماز روزہ سے تعلق رکھتی ہے تو اس کا پورا کرنا وارثوں پر واجب نہیں ہے اور اگر نذر عبادت مالیہ سے تعلق رکھتی ہے اور مرنے والے شخص نے اپنی اس نذر کو پوری کرنے کی وصیت کی ہے تو وارثوں پر واجب ہے کہ مرحوم کے ترکہ میں سے صرف ایک تہائی حد تک نذر پوری کریں۔ اور اگر مرنے والے شخص نے اپنی نذر پوری کرنے کی وصیت وارثوں کو نہیں کی ہے تو ایسی صورت میں اس نذر کا پورا کرنا وارثوں پر واجب نہیں۔

شافعیوں کا مذہب یہ ہے کہ نذر اگر عبادت بدنی کی ہو، یا مالی عبادت کی ہو اور میت نے کوئی ترکہ نہ چھوڑا ہو تو اسے پورا کرنا وارثوں پر واجب نہیں ہے۔

اور اگر میت نے ترکہ چھوڑا ہو تو وارثوں پر مالی عبادت کی نذر پوری کرنا واجب ہے خواہ مرنے والے نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو (شرح مسلم)

جاء الحق کے مصنف تحریر فرماتے ہیں:۔

اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے، یہ نذر شرعی نہیں۔ نذر لغوی ہے جس کے معنی ہیں نذرانہ جیسے کہیں اپنے استاد سے کہوں کہ یہ آپ کا نذر ہے۔ یہ بالکل جائز ہے۔ فقہائے کرام اس نذر کو حرام کہتے ہیں جو اولیاء اللہ کے نذر شرعی مانی جائے۔ اسی لئے فرماتے ہیں لتقرب الیہم نذر شرعی عبادت ہے۔ وہ غیر اللہ کے لئے ماننا یقیناً کفر ہے۔ شامی نے کتاب الصوم بحث نذر اموات میں اس طرح بیان فرمایا بان تکون صیغۃ النذر للہ تعالیٰ للتقرب الیہ ویکون ذکر الشیخ مراداً بہ فقراءہ (یعنی نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور ولی کا ذکر مصرف کے بیان کے واسطے ہو اور فقراء اس کا مصرف ہوں) یہ جائز ہے تو یوں سمجھو کہ یہ صدقہ (نذر) اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس کے ثواب کا ہدیہ ولی کی روح کے لئے۔ اس صدقہ (نذر) کا مصرف ولی کے متوسلین، خدام اور ہم سلسلہ اشخاص وغیرہ جیسے کہ حضرت مریم کی والدہ نے نذر مانی تھی، کہ اپنے پیٹ کا بچہ خدایا تیرے لئے نذر کرتی ہوں، جو بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔ نذر اللہ کی اور مصرف بیت المقدس۔ انی نذرت لک ما فی بطنی محررا فتاوی رشیدیہ جلد اول کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے۔ اور جو اولیاء اللہ کی نذر ہے، تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے درست ہے جو نذر بمعنی تقرب ان کے نام پر ہے تو حرام ہے۔

مجدد و جذوب حضرت قطب ویلور رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب فصل الخطاب بین الخطاء والصواب میں مسئلۂ نذر سے متعلق مستقل ایک فصل باندھی ہے ذیل میں ہم اس کا خلاصہ درج کر رہے ہیں، جس سے مسئلۂ نذر کی گرہ کشائی بطریق احسن ہو جائے گی اور مسئلۂ نذر سے متعلق عوام اور خواص میں غلو و تشدد، افراط و تفریط اور تعصب کی جو فضا قائم ہے اس کے بارے میں ایک قابل تقلید معتدل موقف ہمارے سامنے آجائیگا۔

مخلوق کی نذر حرام ہے۔ نذر خواہ ماکولات کی ہو یا مشروبات کی ہو، یا نقود کی ہو۔ کیونکہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کے لئے عبادت جائز نہیں۔

صاحب فتاوی الخیریہ، فرماتے ہیں، مخلوق کی نذر حرام ہونے پر اجماع ہے۔

فتاوی عالمگیری میں مرقوم ہے، وہ نذر جس میں اکثر عوام مبتلا ہیں، یہ ہے کہ کسی ولی اللہ کی قبر پر حاضر ہوتے ہیں اور مزار کا غلاف پکڑ کر عرض کرتے ہیں، یا سیدی فلاں، اگر میری مراد پوری ہو جائے تو میری جانب سے آپ کو سونے کی یہ چیز پیش کروں گا، اس طرح کی نذر باطل ہونے پر اجماع ہے۔

ہاں! اگر یہ کہا جائے یا اللہ میں نے تیری نذر کی ہے اگر تو میرے فلاں مریض کو شفا عطا فرمائے یا میری فلاں مراد پوری کر دے تو میں سیدہ نفیسہ (یا کسی اور بزرگ کا نام لے کر) کی درگاہ شریف کے پاس لینے والے فقراء کو کھانا کھلاؤں گا یا مسجد کے لئے فرش یا چراغ جلانے کے لئے تیل دوں گا یا اس شخص کو روپیہ دوں گا جو مسجد کی خدمت کرتا ہے۔

غرضیکہ ہر وہ چیز جس میں فقراء کے لئے فائدہ ہو، نذر اللہ کے لئے ہو اور ولی کا ذکر نذر کے مصرف کا محل ہو کہ نذر اس کے مستحق ہی کے لئے رہے تو یہ نذر جائز ہے اور نذر کا مصرف صرف فقراء ہیں اور ذی علم و حاضری شیخ کے لئے جائز نہیں ہے مگر جب کہ یہ فقیر و محتاج ہوں تو جائز ہے اور معلوم ہو جائے کہ جو کچھ دراہم وغیرہ لے جا رہے ہیں۔

فقہائے کرام کے ایک قول کے مطابق اولیاء کی مزارات پر تقرب کے اعتقاد سے جو چیزیں منتقل کی جاتی ہیں اس کے حرام ہونے پر اجماع ہے جب کہ ان چیزوں کا مصرف فقراء اور مساکین نہ ہوں، اور اکثر عوام اسی غلطی میں مبتلا ہیں۔

فقہائے کرام کے اس قول سے اتنی بات واضح ہے کہ نذر اگر بالاستقلال کسی ولی کے لئے ہو تو یہ باطل ہے اور اگر اللہ کے لئے ہو اور ولی کا ذکر مصرف کے بیان کے واسطے ہو تو یہ نذر صحیح ہے۔

اس مسئلہ میں مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے بڑی عمدہ تحقیق کی ہے، فرماتے ہیں کہ اس امت میں ارواح سے استعانت طلب کرنا کثرت سے واقع ہے اور جہلا اور عوام جو ہر کام میں اولیاء اللہ کو

مستقل اور فاعل سمجھ لیتے ہیں' بلا شبہ یہ شرک جلی ہے۔

حاجات اور مرادیں پوری ہونے کے لئے
اولیاء اللہ سے جو نذریں مانی جاتی ہیں اکثر فقہاء نے
ان کی حقیقت کو کما حقہ' سمجھنے اور جاننے کی کوشش نہیں
کی اور اولیاء کی نذر کو اللہ کی نذر پہ قیاس کرتے ہوئے
یہ حکم لگا دیا کہ نذر بالاستقلال اگر ولی کے واسطے ہو تو
باطل ہے اور اللہ کے واسطے ہو اور ولی کا ذکر مصرف کے
بیان کے واسطے ہو تو صحیح ہے۔

نذر کی حقیقت یہ ہے کہ میت کی روح پر
انفاق مال اور اطعام طعام کے ثواب کا ھدیہ پہنچایا
جائے اور یہ صحیح احادیث کی رو سے ایک امر مسنون ہے
جیسا کہ بخاری اور مسلم میں ام سعد وغیرہا کے بارے میں وارد
ہے اور ایسی نذر پوری کرنا واجب ہے اور اس نذر کا حاصل
اور خلاصہ یہ ہے کہ اگر آپ کو نذر مانی ہو تو اس طرح
کہیں' آھدی ثواب ھذا القدر الی روح فلاں'
اس چیز کا ثواب میں فلاں بزرگ کی روح پر پہنچاتا ہوں۔

ایسی صورت میں ولی کا ذکر منذور کے عمل
کے تعین کے واسطے ہے نہ کہ مصرف کے واسطے۔ اور اس نذر
کا مصرف نذر کنندگاں کے پاس اس ولی کے متوسلین
ہوتے ہیں مثلاً اقارب' خدام اور ہم سلسلہ اشخاص وغیرہ۔
بلا شبہ نذر کنندگان کا مقصد بھی یہی ہے
تو اس نذر کا شرعی حکم یہ ہے کہ بے شک جائز ہے اور اس کا
پورا کرنا واجب ہے۔ اور وہ شریعت مطہرہ میں معتبر قربت
اور صحیح تقرب ہے۔

ہاں! اگر اس ولی کو بالاستقلال حلال مشکلات یا
شفیع غالب ہونے کا عقیدہ رکھا جائے تو یہ اعتقاد شرک
اور فساد تک پہنچانے والا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ اس قسم
کا عقیدہ رکھنا ایک چیز ہے اور نذر ایک دوسری چیز۔

مسئلہ نذر کے باب میں مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی
اپنے چچا و مرشد سند العلماء مولانا شاہ عبد العزیز محدث
دہلوی سے موافقت رکھتے ہیں۔ چنانچہ صراط مستقیم کے باب
دوم میں فرماتے ہیں' جس کا ماحصل یہ ہے:۔

اولیاء اللہ کی نذر و نیاز اگر اس وضع اور
طریقہ پر پوری کی جائے کہ اس میں شرک خفی' مال کا اسراف
اور متعدد وجوہ سے بدعات کا اختراع نہ ہو تو نذر و نیاز
مستحسن اور مستحب ہے اور وہ شریعت مطہرہ کے حکم کے
موافق ہے۔

اس مقام پہ یہ بات بھی جان لینا چاہئے کہ نذر
کا لفظ ھدیہ وغیرہ کے معنی میں بھی مستعمل ہے چنانچہ صاحب
غیاث اللغات لکھتے ہیں:

" نذر بفتح نون اور سکون ذال معجمہ پیمان کے
معنی میں ہے اور نذر یہ ہے کہ آدمی اپنی جانب سے کسی چیز
کو اپنے اوپر واجب کر لے مثلاً روزہ رکھنا، اللہ کی راہ
میں صدقہ دینا' بزرگوں کے نام پہ کھانا کھلانا وغیرہ۔
اور وہ نقد و جنس جو امراء و سلاطین کی خدمت
میں ملاقات کرنے کے وقت پیش کرتے ہیں وہ بھی نذر ہے۔

اور امام ربّانی نے اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا ہے ۔ نذر شما رسید ۔ تمہاری نذر پہنچی ۔

اور مولانا شاہ اسماعیل دہلوی نے صراطِ مستقیم میں لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کی نذر و نیاز کے صحیح ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ۔

اور بادشاہوں کی خدمت میں جو چیزیں پیش کی جاتی ہیں یہ تمام عبادت کے معنی میں نہیں ہیں ۔ بلکہ ھدیہ کے معنی میں ہے ۔

مسئلۂ نذر کے تعلق سے لوگ جو ایک دوسرے کے بزرگوں پر طعن و تشنیع کر رہے ہیں اس سے ہر دو فریق کی نادانی و جہالت اور نفسانیت ظاہر ہو رہی ہے ۔

مجددِ جنوب کے مذکورہ ارشادات و تصریحات ہی پر مضمون کو ختم کیا جا رہا ہے ۔ ہمیں اُمید ہے کہ مسئلۂ نذر کو سمجھنے والوں کے لئے اتنی وضاحت کافی و شافی ہے ۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کسی بھی اختلافی مسئلہ میں ایک ہی جانب کے حق و درست ہونے کے یقین اور دوسرے جانب کے گمراہ و غلط ہونے کے خیال سے اور افراط و تفریط اور غلو و تشدد اور تعصب سے محفوظ رکھے ۔ نجاھم اللہ تعالیٰ عن التعصب والعناد وھداھم الیٰ سبیل الرشاد

خالق و معبود حق سبحانہ و تعالیٰ کا نام پاک باعتبار اسم ذات ایک ہی ہے اور وہ ہے اللہ جل جلالہٗ اور اس کے صفات نام ننانوے ہیں جو قرآن اور حدیث میں وارد ہیں اور امت کے درمیان معروف ہیں۔ ان اسماء مبارکہ کو اسمائے حسنیٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اللہ کے ناموں میں بڑی تاثیر و برکت ہے اور بالخصوص ان میں اسم اعظم کی بڑی خصوصیات و تاثیرات اور فوائد و برکات ہیں جن کے متعلق سارے بزرگان دین کے اقوال و مشاہدات موجود ہیں۔ اسمائے حسنیٰ کا ورد اور ذکر اور مہمات و مصائب اور حوائج میں ان کے توسل سے دعا بزرگوں کے معمولات میں سے ہے۔ اسمائے الٰہی سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالى تسعة و تسعين اسما مائة الا واحدة من احصاها دخل الجنة (مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جس نے بھی ان کو حفظ کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

احصا کا معنی و مفہوم گھیر لینا، حفاظت کرنا، نگہداشت کرنا اور حفظ کرنا ہے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے معانی و مطالب کو اچھی طرح جان لیگا اور ان کی حقیقت کا عرفان حاصل کر لے گا اور اپنے اندر اللہ کی ان صفات پر کامل یقین پیدا کر لے گا اور ان کو یاد کر لیگا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ مثلاً اللہ کا ایک اسم صفت رزّاق ہے تو آدمی کو چاہئے کہ رزّاق کا معنی و مفہوم سمجھے اور اللہ کی صفت رزّاقیت پر کامل یقین اور مکمل بھروسہ کرلے، اسی طرح بقیہ سارے اسمائے مبارکہ پر قیاس کر لیا جائے۔

اسم اعظم سے متعلق یہ ارشاد نبوی وارد ہے کہ اس کے توسل سے دعا کی جائے تو وہ جلد مقبول ہوگی۔

اسم اعظم کے بارے معروف خیال یہ ہے کہ ان دو نوں آیتوں میں ہے:۔

ایک والھکم الله واحد لا اله الاھو الرحمٰن الرحیم اور دوسری آل عمران کی پہلی آیت الٓمّٓ الله لا اله الاّ ھو الحیّ القیوم۔

اور اس خیال کی تائید ایک حدیث شریف سے بھی ہوتی ہے جس میں اللہ کے رسول نے ارشاد فرمایا جسکی روایت اسماء بنت یزید نے کی ہے ان النبی صلی الله علیه وسلم قال اسم الله الاعظم فی هاتین الآیتین والھکم اله واحد لا اله الاّ ھو الرحمٰن الرحیم وفاتحة آل عمران الٓمّٓ الله لا اله الاھو الحیّ القیوم۔ رواہ الترمذی۔

اسمائے حسنیٰ سے متعلق بعض احادیث ملاحظہ کیجئے:۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالیٰ تسعة وتسعین اسما مائةً الا واحدة من احصاها دخل الجنة هو الله الذی لا اله الاّ ھو الرحمٰن الرحیم الملك القدوس السلام المؤمن المهیمن العزیز الجبار المتکبّر الخالق الباری المصوّر الغفّار القهّار الوهّاب الرزّاق الفتّاح العلیم القابض الباسط الخافض الرّافع المعزّ المذلّ السّمیع البصیر الحکم العدل اللطیف الخبیر الحلیم العظیم الغفور الشّکور العلیّ الکبیر الحفیظ المقیت الحسیب الجلیل الکریم الرّقیب المجیب الواسع الحکیم الودود المجید الباعث الشهید الحق الوکیل القویّ المتین الولی الحمید المحصی المبدیٔ المعید المحی الممیت الحیّ القیوم الواجد الماجد الواحد الاحد الصّمد القادر المقتدر المقدّم المؤخّر الاوّل الآخر الظّاهر الباطن الوالی المتعالی البرّ التوّاب المنتقم العفو الرّؤف مالك الملك ذو الجلال والاکرام المقسط الجامع الغنی المغنی المانع الضّارّ النّافع النّور الهادی البدیع الباقی الوارث الرّشید الصّبور (رواہ الترمذی)

اسمائے الٰہی کی تفصیل درج ذیل ہے۔

وہ اللہ ہے جس کے سوائے کوئی مالک اور معبود نہیں۔

۱) اَلرَّحْمٰنُ : بڑی رحمت والا

۲) اَلرَّحِیْمُ : نہایت مہربان

۳) اَلْمَلِكُ : حقیقی بادشاہ

۴) اَلْقُدُّوْسُ : بہت ہی مقدس اور پاک وصاف اور بے عیب۔

۵) اَلسَّلَامُ : سلامتی والا
۶) اَلْمُؤْمِنُ : امن وامان عطا کرنے والا۔
۷) اَلْمُهَيْمِنُ : بڑی حفاظت ونگہبانی کرنے والا۔
۸) اَلْعَزِيْزُ : ہر کسی پر غالب اور قادر۔ عزت اور غلبہ وسطوت کا مالک۔
۹) اَلْجَبَّارُ : توڑنے والا کاموں کا اور اس معنی کے اعتبار سے یہ اسم جلالی ہے اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا اور اس معنی کے اعتبار سے یہ جمالی ہے، صاحب جبروت' زمین وآسمان اور ان میں سمائی ہوئی ساری چیزیں اسکے دست تصرف میں ہیں۔
۱۰) اَلْمُتَكَبِّرُ : عظمت وبزرگی اور بڑائی والا۔
۱۱) اَلْخَالِقُ : پیدا کرنے والا
۱۲) اَلْبَارِئُ : ٹھیک اور مناسب پیدا کرنے والا۔
۱۳) اَلْمُصَوِّرُ : صورت گری کرنے والا
۱۴) اَلْغَفَّارُ : گناہوں کو بہت زیادہ بخشنے والا
۱۵) اَلْقَهَّارُ : صاحب قہر وغلبہ جس کے سامنے ہر شئ مغلوب اور پست ہے۔
۱۶) اَلْوَهَّابُ : ہمیشہ عطا کرنے والا اور بے پایاں دینے والا۔
۱۷) اَلرَّزَّاقُ : سب کو روزی عطا کرنے والا
۱۸) اَلْفَتَّاحُ : سب کے لئے اپنی رحمت ونعمت کا دروازہ کھولنے والا۔
۱۹) اَلْعَلِيْمُ : سب کچھ جاننے والا۔

۲۰) اَلْقَابِضُ : تنگی کرنے والا
۲۱) اَلْبَاسِطُ : فراخی اور کشادگی عطا کرنے والا۔ اپنی حکمت ومصلحت اور مشیت کے تحت بندوں کو فراخی وکشادگی اور ضیق وتنگی میں مبتلا کرنے والا۔
۲۲) اَلْخَافِضُ : پست کرنے والا یعنی سرکشوں ظالموں کو خوار اور زیر کرنے والا۔
۲۳) اَلرَّافِعُ : بلند کرنے والا یعنی اطاعت گذار لوگوں کو سربلندی عطا کرنے والا۔
۲۴) اَلْمُعِزُّ : عزت عطا کرنے والا۔
۲۵) اَلْمُذِلُّ : ذلت دینے والا۔ اپنی حکمت ومصلحت کے تحت کسی کو عزت اور کسی کو ذلت دینے والا۔
۲۶) اَلسَّمِيْعُ : سب کچھ سننے والا۔
۲۷) اَلْبَصِيْرُ : سب کچھ دیکھنے والا۔
۲۸) اَلْحَكَمُ : حاکم حقیقی جس کے قضا اور حکم کو انکار نہیں کیا جا سکتا۔
۲۹) اَلْعَدْلُ : پوری طرح عدل وانصاف کرنے والا۔
۳۰) اَللَّطِيْفُ : اپنی مخلوق کے ساتھ لطف ومہربانی کرنے والا۔ صاحب لطافت۔
۳۱) اَلْخَبِيْرُ : صاحب دانا وبینا جو ہر بات اور ہر خیال سے باخبر۔
۳۲) اَلْحَلِيْمُ : نہایت بردبار جو سزا وعقوبت میں جلدی نہیں کرتا۔
۳۳) اَلْعَظِيْمُ : عظمت وبزرگی والا۔

۳۴) اَلْغَفُوْرُ : گناہوں کو بہت بخشنے والا۔
۳۵) اَلشَّکُوْرُ : تھوڑی سی نیکی پر بھی بے پایاں اجر و ثواب عطا کرنے والا۔
۳۶) اَلْعَلِیُّ : سب سے بلند
۳۷) اَلْکَبِیْرُ : سب سے بزرگ اور سب سے بڑا۔
۳۸) اَلْحَفِیْظُ : سب کا محافظ اور نگہبان
۳۹) اَلْمُقِیْتُ : غذا کا پیدا کرنے والا اور ہر جاندار تک پہنچانے والا اسامان مہیا پیدا کرنے والا۔
۴۰) اَلْحَسِیْبُ : کافی یعنی سب کیلئے کفایت کرنے والا۔
۴۱) اَلْجَلِیْلُ : سب سے عظیم
۴۲) اَلْکَرِیْمُ : سب پر لطف وکرم کرنے والا۔
۴۳) اَلرَّقِیْبُ : سب کی حفاظت کرنے والا۔
۴۴) اَلْمُجِیْبُ : ہر کسی کی فریاد سننے والا اور قبول فرمانے والا۔
۴۵) اَلْوَاسِعُ : وسیع یعنی وسعت رکھنے والا۔
۴۶) اَلْحَکِیْمُ : ہر کام حکمت و مصلحت سے کرنے والا۔
۴۷) اَلْوَدُوْدُ : محب اپنے بندوں سے محبت کرنے والا۔
۴۸) اَلْمَجِیْدُ : صاحب مجد و بزرگی، واسع الکرم
۴۹) اَلْبَاعِثُ : اٹھانے والا، مرنے کے بعد انسانوں کو جلانے والا۔
۵۰) اَلشَّھِیْدُ : حاضر، سب کچھ دیکھنے والا اور جاننے والا جس کے علم سے ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔
۵۱) اَلْحَقُّ : ثابت، جو اپنی ذات سے قائم اور موجود ہے۔

۵۲) اَلْوَکِیْلُ : بندوں کے سارے اُمور انجام دینے والا کارساز حقیقی۔
۵۳) اَلْقَوِیُّ : قوت وطاقت والا۔
۵۴) اَلْمَتِیْنُ : صاحب کم و استوار اور بہت مضبوط
۵۵) اَلْوَلِیُّ : متصرف، سرپرست، بندوں کی بھلائی چاہنے والا۔
۵۶) اَلْحَمِیْدُ : ہر طرح کی حمد وستائش کا مستحق اور سزاوار
۵۷) اَلْمُحْصِیْ : مخلوقات اور موجودات میں سے ہر ایک کا جاننے والا۔
۵۸) اَلْمُبْدِیْ : وجود بخشنے والا۔
۵۹) اَلْمُعِیْدُ : دوبارہ زندگی عطا کرنے والا۔
۶۰) اَلْمُحْیِیْ : زندگی دینے والا۔
۶۱) اَلْمُمِیْتُ : موت دینے والا۔
۶۲) اَلْحَیُّ : ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اور اس کے لئے فنا نہیں ہے۔
۶۳) اَلْقَیُّوْمُ : اپنی ذات سے قائم اور موجود رہنے والا اور ساری مخلوقات کو اپنی مشیت کے مطابق قائم کرنے والا
۶۴) اَلْوَاجِدُ : ہر وہ چیز جس کی طلب کرے اور اس کا ارادہ کرے اپنے پاس پانے والا۔
۶۵) اَلْمَاجِدُ : عظمت و بزرگی والا۔
۶۶) اَلْوَاحِدُ : اپنی ذات میں ایک اور وحید۔
۶۷) اَلْاَحَدُ : اپنی صفات میں یکتا و بے نظیر۔

۶۸) اَلصَّمَدُ : سب سے بے نیاز اور سب اس کے نیازمند
۶۹) اَلْقَادِرُ : صاحب قدرت
۷۰) اَلْمُقْتَدِرُ : سب پر قدرت رکھنے والا۔
۷۱) اَلْمُقَدِّمُ : آگے کرنے والا بندوں میں جس کو چاہئے سربلندی عطا کرے۔
۷۲) اَلْمُؤَخِّرُ : پیچھے کرنے والا۔ جسکو چاہئے پستی کی طرف ڈھکیل دینے والا۔
۷۳) اَلْاَوَّلُ : سب سے اوّل اس کا وجود ہمیشہ سے ہے۔
۷۴) اَلْاٰخِرُ : سب سے آخر۔ اسکا وجود ہمیشہ رہے گا۔
وہی اوّل وہی آخر۔ نہ تھا کچھ تو خدا تھا اور کچھ نہ رہے تو خدا رہے گا۔
۷۵) اَلظَّاهِرُ : جس کا وجود روشن نشانات کے ذریعہ ظاہر ہے۔
۷۶) اَلْبَاطِنُ : اپنی ذات اور کنہ سے مخفی اور پوشیدہ ہے۔
۷۷) اَلْوَالِي : بندوں کا دوست و مالک و کارساز۔
۷۸) اَلْمُتَعَالِي : بہت ہی بلند اور عظیم ترین۔
۷۹) اَلْبَرُّ : بڑا ہی مہربان اور بہت ہی احسان کرنیوالا۔
۸۰) اَلتَّوَّابُ : بندوں کو گناہوں سے توبہ کرنے کی توفیق دینے والا اور ان کی توبہ قبول کرنے والا۔
۸۱) اَلْمُنْتَقِمُ : ظالموں اور مجرموں سے بدلہ لینے والا۔
۸۲) اَلْعَفُوُّ : بہت معافی دینے والا۔
۸۳) اَلرَّؤُفُ : بڑا مہربان
۸۴) مَالِكُ الْمُلْكِ : سارے جہان کا مالک
۸۵) ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ : صاحب جلال اور صاحب جود وکرم۔
۸۶) اَلْمُقْسِطُ : عادل اور منصف۔ مظلوم کو ظالم سے انصاف اور حق دلانے والا۔
۸۷) اَلْجَامِعُ : جمع کرنے والا۔ سارے انسانوں کو قیامت کے دن یکجا کرنے والا۔
۸۸) اَلْغَنِيُّ : ہر ضرورت سے بے نیاز۔
۸۹) اَلْمُغْنِيُّ : اپنے بندوں میں سے جسکو چاہے غنی اور بے نیاز کرنے والا۔
۹۰) اَلْمَانِعُ : جس چیز کو روکنا چاہے تو روک دینے والا۔
۹۱) اَلضَّارُّ : اپنی حکمت و مشیت کے تحت جس کو چاہے ضرر پہنچانے والا۔
۹۲) اَلنَّافِعُ : اپنی حکمت و مشیت کے تحت جسکو چاہے نفع پہنچانے والا۔
۹۳) اَلنُّوْرُ : اپنے نفس اور ذات سے ظاہر اور نور ہی نور۔
۹۴) اَلْهَادِيُ : جسکو چاہے ہدایت دینے والا۔
۹۵) اَلْبَدِيْعُ : بغیر نمونہ کے ہر انوکھی اور نئی چیز پیدا کرنے والا۔
۹۶) اَلْبَاقِيُ : ہمیشہ موجود رہنے والا جسکے لئے فنا نہیں۔
۹۷) اَلْوَارِثُ : ہر شی کے فنا ہونے کے بعد صرف باقی رہنے والا۔

۹۸) اَلرَّشِیْدُ: صاحب رُشد و حکمت مخلوق کو ان کے مصالح کی طرف رُشد و ہدایت دینے والا۔

۹۹) اَلصَّبُوْرُ: بہت ہی صبر کرنے والا۔ انسانوں کو اپنی نافرمانی کرتے ہوئے دیکھنے کے باوجود انہیں سزا دینے میں جلدی نہ کرنے والا۔

عن بریدۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمع رجلا یقول اللھم انی اسئلک بانک انت اللہ لا الہ الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد۔

فقال دعا اللہ باسمہ الاعظم الذی اذا سئل بہ اعطی واذا دعی بہ اجاب۔

(رواہ الترمذی وابو داؤد)

حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی کو اس طرح دعا کرتے ہوئے سنا وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہا تھا:-

اے اللہ! میں اپنی حاجت تجھ سے مانگتا ہوں بوسیلہ اس کے کہ بس تو اللہ ہے تیرے سوا کوئی مالک اور معبود نہیں، تو ایک اور یکتا ہے بالکل بے نیاز ہے اور سب تیرے محتاج ہیں، نہ کوئی تیری اولاد ہے نہ تو کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی تیرا کوئی ہمسر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس بندے کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: اس بندے نے اللہ سے اس کے اُس اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا کی ہے کہ جب اس کے وسیلہ سے اُس سے مانگا جائے تو وہ دیتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے دُعا کی جائے تو وہ قبول کرتا ہے۔

(ترمذی - ابو داؤد)

عن انس قال کنت جالسًا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد ورجل یصلی فقال اللھم انی اسئلک بان لک الحمد لا الہ الا انت الحنّان المنّان بدیع السموات والارض یا ذا الجلال والاکرام یا حیّ یا قیوم اسئلک فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا اللہ باسمہ الاعظم الذی اذا دعی بہ اجاب واذا سئل بہ اعطی۔

(رواہ الترمذی والنسائی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک دن مسجد میں رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک بندہ وہاں نماز پڑھ رہا تھا اس نے اپنی دُعا میں عرض کیا:-

"اے اللہ میں تجھ سے اپنی حاجت مانگتا ہوں بوسیلہ اس کے کہ حمد و ستائش تیرے ہی لئے سزاوار ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نہایت مہربان اور بڑا محسن ہے۔ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ میں تجھ ہی سے مانگتا ہوں اے ذوالجلال والاکرام۔ اے حیّ اے قیوم! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بندے نے اللہ کے اُس اسم اعظم کے وسیلہ سے دُعا کی ہے جب اس کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے طلب کیا جائے تو وہ عطا فرماتا ہے۔ (ترمذی، نسائی)

عن سعدٍ قال قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم دعوۃ ذی النون اذا دعا ربّہ وھو فی بطن الحوت لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظٰلمین لم یدع بھا رجل مسلم فی شیٔ الا استجاب لہ ۔ ... رواہ احمد والترمذی

حضرت سعدؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت یونس علیہ السلام کی وہ دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں رہ کر اللہ سے کی تھی جو کوئی مسلمان دعائے یونس کے ذریعہ اپنی حاجت اللہ سے بیان کرے تو اللہ اس کی فریاد سن لے گا اور وہ ہے :۔

لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظٰلمین ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اسمائے باری تعالیٰ اور اسم اعظم کے ذریعہ حاجات طلب کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی قبرستان میں ایک بار اس درود شریف کو پڑھے تو حق تعالیٰ اس قبرستان سے بیس سال تک عذاب اٹھالیتا ہے۔ اگر دو بار پڑھے تو چالیس سال تک، اور اگر تین بار پڑھے، تو ساٹھ سال کا، اور اگر چار بار پڑھے تو اسّی سال تک کا عذاب اٹھالیتا ہے۔ اس قبرستان کی زیارت کے لئے دو ہزار فرشتے ہمیشہ آتے رہتے ہیں اور قبریں کشادہ ہوتی ہیں اور نور سے منور اور نعمت سے معمور اور عذاب سے محفوظ رہتی ہیں۔ بعد ازاں اس قبرستان میں جو کوئی مدفون ہوں گے وہ بھی ایسا ہی مستفیض ہوتے رہیں گے۔ اور جو کوئی اس درود شریف کو پڑھ کر اس کا ثواب اپنے والدین کی روح کو پہنچائے تو وہ کیسے ہی عذاب میں کیوں نہ ہوں، نجات پائیں گے۔ اور اس شخص سے ادائے حق والدین پورا ہوگا، اور ہر حاجت روائی کے لئے اس کا پڑھنا کافی ہے اور اس سے کشف قلب بھی حاصل ہوتا ہے اس درود شریف کے کثرت ورد سے اکثر لوگ صاحب ولایت اور کرامت ہوئے ہیں۔ اور اس درود شریف کے پڑھنے سے بہت سے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ ایک قلمی نسخہ سے یہ درود شریف اخذ کیا گیا ہے، ناظرین اللطیف کے لئے ہدیۃً پیش کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّا دَامَتِ الصَّلٰوةُ
وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّا دَامَتِ الْبَرَكَاتُ
وَصَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَّا دَامَتِ الرَّحْمَةُ
وَصَلِّ عَلٰی نُوْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَنْوَارِ
وَصَلِّ عَلٰی صَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الصُّبُوْرِ
وَصَلِّ عَلٰی اِسْمِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَسْمَآءِ
وَصَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ۔

وَصَلِّ عَلٰی سِرِّ مُحَمَّدٍ فِی الْاَسْرَارِ
وَصَلِّ عَلٰی قَلْبِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوْبِ
وَصَلِّ عَلٰی صَدْرِ مُحَمَّدٍ فِی الصُّدُوْرِ
وَصَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ
وَصَلِّ عَلٰی بَدَنِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَبْدَانِ
وَصَلِّ عَلٰی نَفْسِ مُحَمَّدٍ فِی النُّفُوْسِ
وَصَلِّ عَلٰی وَجْدِ مُحَمَّدٍ فِی الْوُجُوْدِ
وَصَلِّ عَلٰی اَنْفِ مُحَمَّدٍ فِی الْاُنُوْفِ
وَصَلِّ عَلٰی جُدِّ مُحَمَّدٍ فِی الْاُجُوْدِ

وَصَلِّ عَلٰی قَدْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَقْدَارِ
وَصَلِّ عَلٰی بَصَرِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَبْصَارِ
وَصَلِّ عَلٰی شَعْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَشْعَارِ
وَصَلِّ عَلٰی صُوْرَتِ مُحَمَّدٍ فِی الصُّوَرِ
وَصَلِّ عَلٰی تُرْبَتِ مُحَمَّدٍ فِی التُّرَابِ
وَصَلِّ عَلٰی رَوْضَۃِ مُحَمَّدٍ فِی الرِّیَاضِ
وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۞

تصوف اور سائنس

از
عالیجناب ڈاکٹر سید وحید اشرف ایم اے
پی ایچ ڈی پروفیسر فارسی دانشگاہ
مدراس۔

تصوف کا موضوع روح اور اخلاق ہے۔ سائنس کا مادہ ہے۔ تصوف کے اعمال کی بنیاد عقائد ہیں۔ تصوف میں عقیدہ کے بغیر کوئی عمل اپنے نتائج نہیں پیدا کر سکتا۔ عقیدہ سائنس کے دائرہ ہی سے خارج ہے۔ سائنس صرف اُنہیں باتوں کو مانتی ہے جن کا وہ تجربہ یا مشاہدہ کر لیتی ہے۔ ایک کے ساتھ اخلاق اور عقیدہ ہے۔ دوسرے کے ساتھ لا اخلاق اور لا عقیدہ ہے، اس صورت میں ان دونوں میں کیا کوئی تقابلی مطالعہ ممکن ہے۔

تصوف اور سائنس کا تقابلی مطالعہ نہ صرف ممکن ہے بلکہ اس لئے ضروری بھی ہے کہ آج سائنسی تجربات اُن حقائق کی تصدیق کرتے ہیں جن کا انکشاف صوفیہ نے صدیوں پہلے کر دیا تھا ہمیں مندرجہ ذیل سطور میں یہی پیش کرنا ہے کہ تصوف اور سائنس کے موضوعات اور طریقۂ کار میں اختلاف کے باوجود نتائج میں یکجہتی اور یکسانی کن امور میں پائی جاتی ہے۔

اسلام نے انسان کی زندگی کا مقصد خدا کی اطاعت قرار دیا ہے۔ یوں تو پوری کائنات خدا کی مطیع ہے لیکن اس وقت ہماری بحث کا موضوع حضرت انسان ہیں۔ خدا کو مان کر اس کی اطاعت میں لگ جانا انسان کے لئے کافی ہے لیکن یہ ایک بیان اپنے اندر بہت سے مضمرات رکھتا ہے۔ کیا یہ کائنات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے؟ یا فنا ہونے والی ہے؟ یہ کائنات کیسے وجود میں آئی؟ اس کے وجود کی ماہیت کیا ہے؟ اس کائنات میں انسان کا کیا مقام ہے؟ موت کیا چیز ہے؟ موت کے بعد کیا ہوگا؟ عدم کسے کہتے ہیں؟ خدا کی عبادت سے انسان کو کیا حاصل ہوتا ہے؟ اور عبادت نہ کرنے سے اُسے کیا نقصان ہے؟ خدا کی صفات کیا ہیں؟ اس طرح کے بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب سوالوں کے صحیح جوابات کے انکشاف پر ہی عرفانِ ذات موقوف ہے یعنی اس بات کا علم کہ انسانی وجود کی حقیقت کیا ہے، لیکن اس حقیقت کا کامل انکشاف اُس وقت ہوگا کہ وہ کائنات کی حقیقت کو سمجھ لے۔ اگرچہ خدا کی اطاعت کے لئے ان تمام حقائق کا انکشاف لازمی نہیں ہے لیکن چونکہ علم صحیح اور اس کے مطابق عمل کرنے ہی کے سبب انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے اس لئے اپنے مقامِ بندگی کا جتنا زیادہ صحیح علم ہوگا۔ اس اعتبار سے اس کا عمل بھی اتنا ہی زیادہ بار آور ہوگا اور وہ اتنا ہی زیادہ شرف اور فضیلت کے مقام پہ

فائز ہوگا۔

اوپر جو سوالات پیش کئے گئے ہیں اگر اُن سب سوالوں کے لئے ایک موضوع تلاش کیا جائے تو وہ ہے "وجود"۔ خدا کا وجود، کائنات کا وجود، انسان کا وجود، آخرت کا وجود وغیرہ۔ اسی لئے شیخ الاسلام عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ حقیقت وجود کے علم کا نام ہے

صوفیہ نے وجود کی ماہیت پر اس لئے غور کیا ہے تاکہ کائنات میں انسان کے وجود کی حیثیت معلوم ہو سکے کیونکہ اپنی ذات کا صحیح عرفان ہی اُسے صحیح مقام بندگی عطا کرسکتا ہے جو زندگی کا نصب العین ہے۔

جیسا کہ پہلے کہا جاچکا ہے کہ انسان کو تمام مخلوقات پر اس لئے فضیلت دی گئی کہ وہ علم میں سب سے افضل ہے اور یہ علم اُسے بندگی کا کامل عرفان عطا کرتا ہے۔ اگر علم بندگی کا عرفان نہ عطا کرے تو وہ بے سود، اور مسخرہ شیطان ہے۔ ابلیس معلم ملکوت ہونے کے باوجود چونکہ مقام بندگی کے عرفان سے محروم تھا، اس لئے اُسے راندۂ بارگاہ ہونا پڑا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو علم میں سب سے زیادہ ممتاز کیا گیا جس نے انہیں وہ مقام بندگی عطا کیا کہ خدا نے خود اُنہیں اپنا بندۂ خاص کہا ⑦ بندگی کا کامل عرفان ہی اپنی ذات کا عرفان ہے اور یہ سارا علم لفظ وجود کے تابع ہے۔

وجود ہی سائنس کا بھی موضوع ہے۔ وجود اگرچہ اصلاً غیر مادی ہے لیکن سائنس اُسی وجود کا مطالعہ کرتی ہے جو مادے کی شکل میں نظر آتا ہے۔

تصوف اور سائنس دونوں نے اپنے اپنے طریقۂ کار اور تجربات سے وجود کے متعلق جو انکشافات کئے ہیں ان میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔ وجود اور مادے کے متعلق صوفیہ کی چند دریافت اور اس کے متوازی سائنس کی دریافت کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

① صوفیہ کہتے ہیں کہ اشیاء یعنی مادہ فانی ہے مگر اصل وجود باقی ہے جس پر مادے کے ظہور کا انحصار ہے، صوفیہ کے نزدیک اشیاء میں کثرت کے باوجود وجود میں وحدت ہے۔ کثرت ایسی مرئی اشکال (نظر آنے والی شکلیں) ہیں جو فی الحقیقت معدوم ہیں لیکن وجود جو اُن کی اصل ہے باقی رہنے والا ہے۔

سائنس بھی کائنات کی وحدت کو تسلیم کرتی ہے، اس کے نزدیک مادہ محض انرجی کی ظاہری شکل ہے۔ اس لئے فی الحقیقت وجود انرجی کا ہے۔ مادہ صرف ظہور کی مختلف شکلیں ہیں۔ سائنسی زبان میں وحدت وجود کو کچھ بھی کہا جائے لیکن بہر حال وہ اس نتیجہ تک پہنچ چکی ہے کہ کائنات کے وجود میں وحدت ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی بحث مشہور ماہر طبعیات فرٹ جوف کیپرا نے اپنی کتاب دی طاؤ آف فزکس میں کی ہے، ہم اس کتاب سے صرف چند اقتباسات پیش کرتے ہیں :-

The basic oneness of the universe is not only the

Central characteristic of the mystical experience, but also one of the most important revelations of modern physics."
(Page 142.)

(ترجمہ) "کائنات کی بنیادی وحدت صرف روحانی تجربہ ہی کا مرکزی محور نہیں ہے بلکہ جدید طبیعیات کے اہم ترین انکشافات میں سے ایک ہے۔"

"The discovery, that mass is nothing but a form of Energy has forced us to modify our Concept of a particle in an essential way. In modern physics, mass is no longer associated with a material substance + hence particles are not seen as consisting of any basic stuff, but as bundle of Energy." (page 224)

ترجمہ: "اس انکشاف نے کہ مادّہ انرجی ہی کی ظاہری شکل ہے ہم کو مجبور کر دیا ہے کہ ہم ذرّہ (یا کسی شئے کے چھوٹے سے چھوٹے جزو) کے بارے میں اپنا تصور لازمی طور پر بدل دیں۔ جدید طبیعیات میں کسی شئے کی کمیت مادّی اصل سے وابستہ نہیں ہے اس لئے ذرّہ (کسی چیز کا چھوٹے سے چھوٹا جزو) کسی خام جنس پر مشتمل نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف انرجی کا بنڈل ہے۔"

"Quantum theory has shown that particles are not isolated grains of matter, but inter-connections in an inseparable cosmic web." (page 225.)

ترجمہ: "علم طبیعیات کے نظریۂ مقادیر برقیات نے ظاہر کر دیا ہے کہ ذرّات مادّہ کے جداگانہ دانے نہیں ہیں بلکہ کائناتی نظام کے تانے بانے میں ناقابل تفریق پیوندگی رکھتے ہیں"۔

"one of the strongest parallels to Eastern mysticism has been the realization that the constituents of matter + the basic phenomena involving them all interconnected that they cannot be understood as isolated entities but only as integral parts of a unified whole. (page 341.)

ترجمہ: مشرقی روحانیت کے مستحکم ترین متوازی سائنس کی دریافتوں میں سے ایک یہ علم ہے کہ مادّہ کے اجزائے

ترکیبی اور اس کے تمام بنیادی مظاہر ایک دوسرے سے باہم وابستہ ہیں اور ان کو جُدا جُدا ہستیوں کی حیثیت سے نہیں سمجھا جاسکتا بلکہ ایک متحدہ اکائی کے سالمات کی حیثیت سے انہیں سمجھا جاسکتا ہے"۔

(۲) صوفیہ نے بہت پہلے مادّہ کے اندر حرکت کی خبر دی تھی جیسے متکلمین نے حرکتِ جوہری کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ (جلال ہمائی، حرکتِ جوہری، و تجدّد امثال) یہ حرکت جوہری دو طرح کی ہے (عبدالقادر فخری، اصل الاصول) ہمیں نہیں معلوم کہ سائنس بھی دونوں طرح کی حرکات ابھی معلوم کرسکی ہے یا نہیں لیکن سائنس ایٹم میں حرکت دریافت کرچکی ہے جو اب ایک عام بات ہوچکی ہے۔

(۳) صوفیہ کہتے ہیں کہ مادّہ ہر آن بدلتا رہتا ہے۔ سائنس بھی مادّہ میں ہمہ وقت تبدیلی کی معترف ہے۔ ۳ (کیپرا، دی ٹاؤ آف فزکس) متکلمین اور صوفیہ کی اصطلاح میں اسے تجدد امثال کہتے ہیں۔ حرکت جوہری اور تجدّد امثال کے بارے میں متکلمین کے علاوہ صوفیہ میں مولانا روم، عبدالحق ساوی، سید ابوالحسن قریبی اور عبدالقادر فخری نے تفصیلی بحثیں کی ہیں اور ان پر جو اشکالات وارد ہوتے ہیں ان کے جوابات دئے ہیں۔

(۴) صوفیہ کہتے ہیں کہ ہر شئے میں وہ مراتب پائے جاتے ہیں جو انسان میں ہیں۔ اگرچہ اشیاء میں یہ مراتب کم درجہ میں ہیں یہاں تک کہ ہمیں محسوس بھی نہیں ہوتا۔ مخدوم عبدالحق ساوی نے اس اصول کا نام رکھا ہے کُلُّ شَیْءٍ فِی کُلِّ شَیْءٍ (ہر چیز ہر چیز کے اندر ہے) یعنی ہر چیز کے اندر سماعت، بصارت، احساس اور گویائی وغیرہ موجود ہے۔ (ملفوظات عبدالحق ساوی) مولانا روم قرآن کی آیت یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ ہر شئے خدا کی تسبیح بیان کرتی ہے لیکن چونکہ خود انسان اپنی روح کی قوت سے بے خبر ہے، اس لئے وہ آیت کی تاویلیں کرتا ہے۔ بعض صوفیہ نے ان تسبیحات کے سننے کا دعویٰ کیا ہے۔ مولانا کے یہ اشعار یہاں پیش کئے جاتے ہیں جو دفتر سوم میں ہیں :-

جملۂ ذرات عالم در نہاں (ترجمہ)

عالم کے تمام ذرات پوشیدہ طور پر

با تو می‌گویند روزان و شباں

تم سے روز و شب یہ کہتے ہیں

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم

ہم سنتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں، ہم خوش ہوتے ہیں۔

با شما نامحرماں ما خامشیم

لیکن تم نامحرموں کے لئے ہم خاموش ہیں۔

چوں شما سوی جمادی میروید

جب تم پتھر (مادّہ) کو اپنا مقصود بنائے ہوئے ہو

محرم جانِ جماداں کی شوید

تو تم پتھر کی جان کے محرم کیسے ہو سکتے ہو۔

از جمادی عالم جانہا روید

بجائے مادہ کے روح کو اپنا مقصود بناؤ

غلغل اجزائے عالم بشنوید

تو تم عالم کے اجزاء کے شور کو سن سکو گے

فاش تسبیح جمادات آیدت

جمادات کی تسبیح صاف سنائی دیگی

وسوسہ تاویلہا بر بایدت

وسوسہ سے تاویل کی حاجت نہ رہے گی

چوں ندارد جان تو قندیلہا

چونکہ تمہاری روح کی آنکھ روشن نہیں ہے

بہر بینش کردہ ای تاویلہا

اس لئے تم نے اشیاء کی تسبیح کی تاویل کردی

کہ غرض تسبیح ظاہر کی کند

کہ تسبیح سے مراد واقعی میں تسبیح کرنا نہیں ہے

دعوئ دیدن خیال و غی شود

اس لئے جو لوگ دیکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں یا تو وہم و خیال ہے

بلکہ مر بیننده را دیدار آں

بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عالم کو دیکھ کر

وقت عبرت میکند تسبیح خواں

آدمی عبرت حاصل کرتا ہے اور خدا کو یاد کرنے لگتا ہے۔

پس چو از تسبیح یادت میدهد

پس چونکہ دنیا کی چیزیں تم کو تسبیح کی یاد دلاتی ہیں

ایں دلالت ہمچو گفتن می بود

یہی یاد دلانا اس کا کہنا ہے۔

ایں بود تاویل اہل اعتزال

یہ معتزلہ کی تاویل ہے

وای آنکس کو ندارد نور حال

افسوس اس پر جس نے اپنی روح کو روشن نہیں کیا۔

چوں ز حس بیروں نیاید آدمی

چونکہ آدمی اپنے نفس کی لذّتوں سے باہر نہیں ہوتا۔

باشد از تصویر غیبی اعجمی

اس لئے وہ غیب کی باتوں سے بے خبر ہے۔

سائنس ابھی صرف درختوں میں احساس' اور زندگی کی موجودگی کا پتہ چلا سکی ہے' یعنی صوفیہ اپنے تجربہ میں ابھی سائنس سے بہت آگے ہیں۔

(۵) صوفیہ کا تجربہ ہے کہ انسانی جسم کو روشنی میں بدل سکتے ہیں۔ سائنس کہتی ہے کہ ایک انرجی کو دوسری انرجی میں بدلا جاسکتا ہے' مثلاً آواز اور روشنی دونوں انرجی ہیں۔ آواز کو روشنی میں اور روشنی کو آواز میں بدل سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جدید سائنسی دریافت کے مطابق جسم خود انرجی کی تجسیم ہے۔ اس لئے سائنس کے مطابق اس جسم کو اس کی اصل انرجی میں بدل دیا جائے تو اسے کسی دوسری انرجی میں بدل سکتے ہیں۔ صوفیہ کے وہاں جسم کو روشنی میں بدل دینے کا تجربہ متعدد موقعوں پہ ملتا ہے۔ حضرت سید اشرف جہانگیر نے اس طرح کے مشاہدے کا ذکر اپنے مکتوبات میں کیا ہے۔

(۶) صوفیہ کے وہاں چار عناصر کا ذکر ملتا ہے۔ یعنی خاک، باد، آب، آتش۔ قرآن میں بھی تراب، نار، ماء اور ہوا کا ذکر متعدد موقعوں پر آیا ہے۔ صوفیہ اشیاء کو انہیں چاروں میں سے کسی ایک سے منسوب کرتے ہیں یعنی کوئی شے یا آتشی ہے یا آبی ہے یا بادی ہے یا خاکی ہے۔

سائنس ایک سو سے زائد عناصر دریافت کر چکی ہے۔ اس لئے بعض لوگ اسی بناء پر صوفیہ کے کشف کو غلط قرار دیتے ہیں لیکن عناصر کے بارے میں سائنس کے قول کی بناء پر صوفیہ کے کشف کو غلط نہیں قرار دیا جا سکتا۔ عنصر کی جو تعریف آج سائنس نے پیش کی ہے اُسے سینکڑوں برس پہلے کے نظریے پر مسلط نہیں کیا جا سکتا۔ یہ حقیقت ہے کہ اشیاء انہیں چار حالتوں میں سے کسی حالت پر ہوں گی۔ یا وہ ٹھوس ہوں گی، یعنی خاکی، یا سیال ہوں گی یعنی آبی، یا ہوائی ہوں گی یعنی بادی اور کیفیت کے اعتبار سے یا سرد ہوں گی یا گرم۔ اگر اس درجہ گرم ہوں کہ وہ آگ کی حرارت کو پہنچ جائیں تو وہ آتشی ہوں گی۔ اس لئے صوفیہ کا جو مقصد تھا اس کے لحاظ سے ان کا قول درست ہے۔ یہ کہنا کہ پارہ سیال اور ٹھوس دونوں ہے، اس سے صوفیہ کے قول پر اثر نہیں پڑتا۔ ایک تو یہ کہ اسے مستثنیٰ قرار دے سکتے ہیں، دوسرے یہ کہ اس کے لئے کوئی پانچواں نام بحیثیت ایک الگ صنف کے نہیں ہے بلکہ انہیں چاروں اصناف میں سے دو صنفوں کے نام اسے دے دئے گئے یعنی سیال اور ٹھوس۔ ویدانت میں ایک پانچویں چیز کا ذکر ملتا ہے۔ یعنی ان چاروں کے علاوہ ایک پانچویں چیز اور ہے جس کا انگریزی میں ترجمہ ایتھر کیا جاتا ہے (دھرم راج ادھورندرا : ویدانت پری بھاشا) ایتھر وہ لطیف ترین چیز ہے جو ہر شے میں ہے اگر اس کو انرجی کہا جائے تب بھی درست ہوگا۔ دراصل یہ وہی پانچویں چیز ہے جو درجہ اول کا درجہ رکھتی ہے اور جس پر مادّہ کے وجود کا انحصار ہے۔ صوفیہ بھی اسے مانتے ہیں لیکن چونکہ یہ مادّہ نہیں ہے اور شکل و صورت سے پاک ہے، اس لئے انہوں نے اس کا شمار نہیں کیا ہے، اس لئے اس امر میں تصوف اور ویدانت میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔

یہاں صوفیہ کے جن تجربات کا ذکر کیا گیا ہے ایسا نہیں ہے کہ ان کی تصدیق قرآن سے نہیں ہوتی یا انہوں نے قرآن کے خلاف کوئی بات کہی ہے۔ دراصل صوفیاء کا علم صرف استدلالی نہیں ہے بلکہ کشفی یا تجرباتی ہے جس کی تائید قرآن سے بھی ہوتی ہے اور صوفیہ نے قرآن سے اُن پر استدلال کیا ہے۔ وحدت الوجود، تنزلات ستہ، حرکت جوہری، تجدد امثال وغیرہ کے لئے قرآنی دلائل صوفیہ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ یہ دلائل یا براہ راست قرآنی آیات سے لئے گئے ہیں یا فہم قرآنی سے مستنبط ہیں۔ مثلاً حرکت جوہری کو لیجئے، جیسا کہ مولانا روم نے کہا ہے کہ ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ مخلوق کا کوئی فعل حرکت کے بغیر نہیں ہوتا اور چونکہ ہر وقت ہر شے تسبیح بیان کرتی ہے۔ اس لئے ہر شے ہر وقت حرکت میں ہے اور جس شے میں حرکت ہوگی اس میں تغیر ہوگا۔ یہ تغیر ہمیں کہیں واضح طور پر نظر آتا ہے اور کہیں نظر نہیں آتا۔ جانوروں درختوں کا بچپن، جوانی اور بڑھاپے سے گذرنا اور مر جانا

یہ ساری تبدیلیاں ہم کو نظر آتی ہیں، اس لئے حرکت اور تبدیلی مخلوق کی خاصیت ہے۔ ثبات صرف خدائے تعالیٰ کو ہے۔ الآن کما کان۔ ظاہر ہے یہ استدلال قرآنی فہم ہی پر مبنی ہے۔

اوپر جو چند مثالیں بیان کی گئی ہیں وہ سائنس کی تجربات سے پہلے مضحکہ خیز معلوم ہوتی تھیں اور اسی لئے بعض لوگ صوفیہ اور تصوف کا مذاق اڑاتے تھے اور بعض اُن کے منکر ہو گئے۔ وجود سے متعلق آج اُن کی باتوں کو سمجھنے کے لئے نہایت ترقی یافتہ سائنس ہی آمادہ ہوسکتی ہے۔ اسی لئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ اگر میں کچھ باتیں ظاہر کردوں تو لوگ مجھے قتل کردیں۔ ④ آج قابلِ فہم نظر آتا ہے۔ ذوالنون مصری نے بھی کچھ باتیں بیان کی تھیں۔ پہلی بات عوام و خواص دونوں نے قبول کی۔ دوسری قسم کی بات صرف خواص نے قبول کی۔ لیکن تیسری قسم کی بات کی تو سب اس کے منکر ہو گئے۔ ⑤

اگرچہ صوفیہ اور سائنسدان وجود کے بارے میں ایک ہی حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں لیکن اُن کے اثرات اور نتائج ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

سائنس کے سارے تجربات و مشاہدات خارج میں ہوتے ہیں، جو مادہ کے نظم و ضبط کے تابع ہیں۔ ان کا اثر انسان کی روح، اخلاق اور باطن پر کچھ نہیں پڑتا۔ البتہ اس تجربہ کے بعد کہ کائنات کا چھوٹے سے چھوٹا جز و بھی نظم و ضبط کا پابند ہے۔ سائنس کو ایک مدبر کائنات پر ایمان لانا چاہئے اور اس طرح اس کا سفر خارج سے باطن کی طرف ہوسکتا ہے جس کے بعد وہ صوفیہ کے مشاہدات کا تجربہ کرسکتی ہے۔

صوفیہ کے تجربات خود اُن کے باطن میں ہوتے ہیں جو اخلاقی نظم و ضبط کے تابع ہیں۔ اُن کی زندگی چونکہ روحانی نظام کے تابع ہوتی ہے اس لئے دوسروں کے لئے نمونۂ عمل بنجاتی ہے جس پر عمل کرکے انسانی سماج زندگی کی برکتوں سے مستفیض اور اعلیٰ اخلاقی کردار کا حامل بن سکتا ہے جہاں سائنس خود اس کی مطیع اور تابع نظر آئیگی۔

صوفیہ کے روحانی تجربات کائنات میں انسان کی عظمت اور اس کے مقام کا پتہ دیتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ انسان اور اس کے خالق کے مابین کیسا براہِ راست تعلق ہے۔ اسی براہِ راست تعلق کا بیان اس حدیث میں کیا گیا ہے کہ بندہ نوافل سے قربت حاصل کرتا ہے کہ یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ خود اس کی آنکھ بن جاتا ہے، جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے، اس کے ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ کرتا ہے۔ اور اس کا پاؤں بن جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے ⑥ (یعنی خدا کی قوت اس کے ساتھ ہو جاتی ہے) اس تعلق ہی کی بنیاد پر صوفیہ کو روحانی تجربات ہوتے ہیں، اس لئے صوفیہ کی ہستی خود خدا کے وجود، انسان کے ساتھ خدا کے تعلق اور انسان کے وجود کے مقصد کا پتہ دیتی ہے۔

صوفیہ نے وجود پر کیوں غور کیا ہے، اس کے متعلق پہلے ہی کہا جاچکا ہے لیکن صوفیہ نے نظریۂ وحدت الوجود کو تصوف کا اہم ترین مسئلہ قرار دیا ہے، کیونکہ وجود کے

متعلق تمام دوسرے نظریات ومشاہدات نظریۂ وحدت الوجود پر مبنی ہیں۔ اس کے علاوہ بھی بعض نہایت اہم وجوہ ہیں جن کی بناء پر وہ وحدت الوجود کو تصوف کا اہم ترین مسئلہ قرار دیتے ہیں جس کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

(۱) صوفیہ نے جب دیکھ لیا کہ وجود صرف ایک ہے اور تمام اشیاء فانی ہیں تو اس بات کا مشاہدہ ہوگیا کہ زندگی کا مقصود بننے کے لائق کوئی شے نہیں کیونکہ انسان باقی رہنے والا ہے۔ موت اس کے زندگی کے سفر کا خاتمہ نہیں کردیتی بلکہ موت کے بعد اُسے دوسری زندگی ملتی ہے۔ لہٰذا جو شے فانی ہے وہ باقی کا مقصود بننے کے لائق نہیں۔

(۲) جو شے مقصود نہیں وہ معبود بھی نہیں۔ اس لئے دنیا کی کوئی شے معبود نہیں ہوسکتی۔ یوں بھی انسان خود مخلوق ہے۔ لہٰذا ایک مخلوق دوسری مخلوق کی معبود کیسے ہوسکتی ہے۔ معبود وہی ہے جو اصل وجود ہے اور اس کے سوا کوئی بالذات موجود نہیں ہے۔

(۳) جو مقصود ہے، وہی معبود ہے اور وہی محبوب ہے، کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ جو مقصود ہو وہ محبوب نہ ہو۔ اس لئے معبود سے محبت زندگی کا اصل مقصد ہے۔

(۴) اگرچہ کائنات کی کوئی شے خدا نہیں لیکن خدا ہی کے نور سے منور ہے۔ اللّٰہُ نورُ السمٰوٰتِ والارض [7] خدا کے وجود کے بغیر کسی شے کا وجود ممکن نہیں۔ اس لئے اگرچہ کائنات کی کوئی شے نہ مقصود ہے، نہ معبود ہے لیکن محبوب سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے کائنات کی ہر شے سے محبت رکھنا صوفیہ کا اصول ہے کیونکہ یہ بھی ناممکن ہے کہ محبوب سے محبت ہو اور محبوب کی چیز سے محبت نہ ہو۔

(۵) وحدت الوجود کا مفہوم ہے ہمہ اوست [8] یعنی وجود صرف خدا کا ہے۔ جب وجود صرف خدا کا ہے تو جو کچھ صفات کا ظہور ہو رہا ہے اُسی کی صفات کا ظہور ہے، کیونکہ خدا کی ذات اور صفات دونوں میں کوئی شریک نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہے یہ صفت کے ظہور کے لئے فعل کا واقع ہونا ضروری ہے۔ اس لئے فعل کا خالق بھی خدا ہی ہوا۔ یعنی فعل فاعل، اور مفعول سب ایک ہیں۔ چنانچہ قرآن میں بھی ہے کہ ہر چیز اللہ کے حکم سے ہوتی ہے [9]۔ جب حال یہ ہے تو کسی کو بُرا کہنا، کسی سے نفرت وعداوت، کینہ، حسد وغیرہ تمام اخلاقی بُرائیاں کیسے ظاہر ہوئیں؟ کیونکہ فعل حق کو بُرا نہیں کہہ سکتے۔ قرآن نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ جو چیز اچھی ہو اس کو تم خدا کی ذات سے منسوب کرو اور جو بُری ہو اُسے تم اپنی ذات سے منسوب کرو [10]۔ لیکن پھر سوال رہ جاتا ہے کہ جب فاعل حقیقی خدا ہے تو اچھی بُری میں کیسی تفریق؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اچھائی اور بُرائی مخلوق کی نسبت سے ہے ورنہ بُرائی کا وجود نہیں ہے۔ قرآن کا یہ جواب کہ تم اچھائی کو خدا سے اور بُرائی کو اپنی ذات سے منسوب کرو عام فہم کے لوگوں کے لئے ہے کیونکہ اس کا علمی اور فطری جواب یا کنہ حقیقت تک پہنچنا اتنا دقیق ہے جسے چند مخصوص افراد ہی سمجھ سکتے ہیں، نظری طور پر قرآن کے اقوال میں تطبیق صوفیہ نے کی ہے، اس موضوع پر صوفیہ کے بیان کی نفیس وضاحت ڈاکٹر میر

ولی الدین نے اپنی کتاب قرآن و تصوف میں جبر و قدر' اور
خیر و شر کے عنوانوں کے تحت کی ہے' جنہیں اس موضوع سے
دلچسپی ہے وہ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔ ہمیں یہاں یہ کہنا
ہے کہ عقیدۂ وحدت الوجود کا ایک لازمی نتیجہ صرف خدا کو فاعل
حقیقی سمجھنا بھی ہے۔ صوفیہ خدا ہی کو فاعل حقیقی سمجھتے ہیں۔
اور ان کا یہ سمجھنا اُن کی عملی زندگی سے ظاہر ہوتا ہے۔
یعنی بلاؤں پر صبر' کسی سے انتقام نہ لینا' کسی سے حسد نہ
کرنا' تقدیر پر راضی رہنا' خدا پر توکّل کرنا' کسی سے نفرت و
عداوت نہ کرنا' حرص' کینہ' بخل' غیبت' چغلی وغیرہ عیوب
سے پاک ہونا وغیرہ وغیرہ۔ اسی لئے قطب الاقطاب
سیّد ابو الحسن قرنی نے کہیں لکھا ہے کہ جو خدا کو فاعل حقیقی
سمجھے وہ پیر بننے کے لائق ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی
شخص خدا کو فاعل حقیقی سمجھنے کا دعویٰ کر کے خود ساختہ پیر بن
بیٹھے۔ خود ساختہ پیر ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خود
پسند ہے اور جس میں خود پسندی ہوگی وہ حرص و حسد سے پاک
نہیں ہو سکتا یعنی اس کا دعویٰ باطل ہے اور وہ کبھی خدا کو
فاعل حقیقی سمجھ کر عمل نہیں کر سکتا۔

ان مباحث سے ظاہر ہے کہ وجود میں وحدت
پر یقین رکھنے کے باوجود سائنس کو اُن اخلاقی اور روحانی
اقدار سے کوئی سروکار نہیں ہو سکتا جس کا درس تصوف
دیتا ہے' اس سے تصوف کی فضیلت اور ضرورت از خود
روشن ہے۔

آخر میں صوفیہ پر نظریۂ وجود سے پیدا
شدہ بڑے اعتراض کا جواب دیکر ہم مضمون کو ختم
کرتے ہیں۔

جب وجود ایک ہے اور فاعل حقیقی صرف خدا
ہے اور ہر شے سے محبت رکھنا زندگی کا اصول ہے' اور یہ
بھی تسلیم کہ ہم دنیا میں کسی فعل کو بُرا نہ کہیں' تو پھر جرم و سزا
کیوں؟ جہاد کیوں ضروری ہے؟ شر کے خلاف خیر کو جنگ
کرنا ہے؟ تو پھر کیا دنیا پر شر کو مسلّط ہونے دیا جائے' اور
بُرائیوں کو دفع نہ کیا جائے؟ پھر امت وسط کے کیا معنی
ہوں گے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مامور کی
گئی ہے اور یہ ماموریت کیوں ہے؟ کیونکہ جب ہر
شے محبوب کی ہے اور ہر فعل محبوب کے ارادے سے ہوتا
ہے تو اُس کے خلاف کوئی کوشش کرنا محبوب کی مخالفت
کرنا ہے۔

اس اعتراض کا سبب بعض حقائق کا آنکھوں سے
اوجھل ہونا ہے۔

ایک تو یہ کہ خدا نے افعال کے کسب کا اختیار
بندوں کو دیا ہے' اور خدا کے علم میں یہ پہلے ہی سے تھا کہ بندہ
اپنے ارادے سے کیا اختیار کیا کرے گا اُس کے مطابق
اُس نے اس کی تقدیر بنا دی یعنی ایسا نہیں ہوا کہ پہلے اُس
کی تقدیر بنا دی گئی پھر وہ اُس کے کسب کرنے پر مجبور ہو گیا
بلکہ اس کے کسب کے مطابق اس کی تقدیر بنا دی گئی۔ تفصیل
کے لئے دیکھئے ڈاکٹر میر ولی الدین کی کتاب قرآن و تصوف
اور مولانا روم کی مثنوی میں بھی مختلف مقامات پر

تفصیلی بحث کی گئی ہے لیکن ہمیں یہاں ایک دوسرا نکتہ پیش کرنا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ سب کچھ خدا ہی کا ہے۔ خدا کی ان چیزوں میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔ ایک اس کا امر ہے، اور دوسرا اُس کی شے ہے۔ شے کا تعلق عالمِ تکوین سے ہے اور امر اس کے احکامات ہیں جن پر عمل کرنا مقصود ہے۔ احکامات بھی اُسی کے اور احکامات پر عمل کرنے کا اثر بھی جس پر پڑتا ہے وہ بھی اُسی کا۔ اب ایسی صورت میں بندہ کو کیا کرنا چاہئے؟ ظاہر ہے کہ محبوب کے حکم کو اُس کی ہر شے پر فضیلت ہوگی۔ اسے ایک مثال سے سمجھئے۔ آپ نے اپنے گہرے دوست کو ایک گھڑی دی۔ دوست کے لئے دوست کا تحفہ نہایت قیمتی ہے اور ظاہر ہے کہ اُس گھڑی کو وہ تمام گھڑیوں سے زیادہ عزیز رکھے گا لیکن دوست کا حکم ہوتا ہے کہ اس گھڑی کو پھینک دو۔ اس کا یہ حکم اس کی شے پر فضیلت رکھے گا اور گھڑی کو پھینک دینا ہی فرض ہوگا۔ جب مجازی دوست کے ساتھ یہ معاملہ ہے، تو پہلا تو دوست وہ ہے جو مالک علی الاطلاق ہے۔ یعنی ہر شئی اصل میں اُسی کی ملکیت ہے۔ ہمارا بیع و شرا یا وراثت کے ذریعہ یا کسی اور ذریعہ سے مالک ہونا محض مجازی ہے، اس سے مالک علی الاطلاق کے حکم اور اقتدار میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اب اگر اس کا حکم آگیا کہ اُس کی ملک کو اس کی اصل شکل میں نہ رہنے دو تو اُس کے حکم پر عمل کرنا ہی فرض عین ہوگا۔ اس طرح ایک قاتل جو آقا ہی کی ملک ہے آقا ہی کے حکم سے قتل کیا جائے گا۔ ایک چور کو سزا دی جائے گی اور شر کو دفع کیا جائے گا۔ ان تمام افعال میں کسی شئی سے نفرت یا عداوت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ سارے اعمال محبوب کی محبت اور اطاعت ہی کے تابع ہوں گے۔

اس اصول کی بنا پر ذبیحہ، جہاد، جرم کی سزا اور دفع شر وغیرہ کا جواز ثابت ہے۔ اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ حلال و حرام اور حدود و حقوق کے تعین میں مالک کی اجازت کے بغیر بندے کی اپنی رائے کا خود مختارانہ استعمال کر کے حکم چلانا اپنے مالک سے بغاوت کے مترادف ہے۔

حوالے اور حواشی

(۱) شیخ الاسلام گفت ....

اما سہل تستری گوید ...... علم بالشر للعلماء العارفین و ہو بالوجود (طبقات الصوفیہ ہروی ص ۱۵)

(۲) قرآن سورۂ بنی اسرائیل

(۳) فرٹ جوف کیپرا لکھتے ہیں :-

"In modern physics, we have to see the things of the subatomic world in very much the same way, laying stress upon movement, change + transformation and regarding the particles as transient stages in an ongoing Cosmic process" (page 314).

ترجمہ: "جدید طبیعیات میں ہم نے ایٹم کی ذیلی دنیا میں اشیاء کو اسی طرح دیکھ لیا جو حرکت، تبدیلی اور اشیاء کی قلب ماہیت پر زور دیتی ہے اور اس تبدیلی کے کائناتی مظاہرے میں ذرات کو محض لمحاتی منازل قرار دیتی ہے۔"

(۴) بخاری، العلم

(۵) طبقات الصوفیہ میں ہے :-

ذوالنون گفت : سہ سفر کردم و سہ علم آوردم، اول علمی آوردم کہ خاص و عام بپذیرفت، بار دوم سفر کردم و علمی آوردم کہ خاص قبول کرد و عام قبول نکرد۔ و سفر سہ دیگر کردم، علم آوردم کہ نہ خاص بپذیرفت و نہ عام۔ فبقیت شریداً طریداً وحیداً۔

شیخ الاسلام (عبداللہ انصاری) گفت نوراللہ قبرہ کہ :

آن پیشینہ علم کہ وی گفت، علم توبہ بود کہ خاص و عام قبول کنند، و دیگر علم توکل و معاملت و محبت بود، کہ خاص قبول کنند و عام فرا آن نیاند۔

و سہ دیگر علم خصوصی و حقیقت بود، نہ ببرگ خلق بود و نہ بہ طاقت علم و عقل، خلق در بنا فتند، وی را مہجور کردند

وبمند خواستند بہ انکار و راندن، تا آنگہ کہ از دنیا برفت در سنہ خمس واربعین و مائتین" (طبقات الصوفیہ ص ۱۲ ، ۱۳)

(۶) بخاری باالاعمال (۷) قرآن پ ۱۸ سورہ نور آیت ۳۵

(۸) وحدت الوجود کی بحث کے لئے دیکھئے مقالہ سید اشرف جہانگیر اور وحدت الوجود از سید اشرف مشمولہ انیلس آف اورئنٹل ریسرچ مدراس یونیورسٹی ۱۹۸۴ء

الف (۹) واللہ خلقکم وما تعملون ، قرآن پ ۲۳ سورہ الصّٰفّٰت آیت ۹۶

(ب) قُل کلّ من عند اللہ قرآن پ ۵ سورہ نساء آیت ۷۸

(۱۰) قرآن پ ۵ سورۂ نساء آیت ۷۹

کتابیات

(۱) قرآن کریم (۲) بخاری شریف

(۳) خواجہ عبداللہ انصاری ہروی : طبقات الصوفیہ بتصحیح دکتر محمد سرور مولائی، انتشارات توس۔ اول خیابان دانشگاہ، بہار ۱۳۶۲ (فارسی)

(۴) مولانا روم ، مثنوی ناشر سب رنگ کتاب گھر دھلی۔

(۵) ڈاکٹر میر ولی الدین : قرآن اور تصوف ، ناشر: ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۷۹ء

(۶) عبدالقادر فخری مہربان : اصل الاصول ، ناشر مدراس یونیورسٹی ۱۹۵۹ء (فارسی)

(۷) سید ابوالحسن قربی : مجموعۂ رسائل قربی ، ناشر: دائرۃ المعارف۔ حضرت مکان ویلور (فارسی)

(۸) دھرم راج ادھورندا : ویدانت پری بھاشا: انگریزی ترجمہ سوامی مادھوننو ناشر: رام کرشن مشن، ہاوڑہ ۱۹۷۲ء

(۹) فرٹ جاف کیپرا : دی ٹاؤ آف فزکس ، فلامنگو ایڈیشن لندن ۱۹۸۳ء

(۱۰) سید اشرف جہانگیر : مکتوبات اشرفی گرد آوردۂ سید عبدالرزاق نورالعین (خطی) (فارسی)

(۱۱) عبدالحق ساوی : ملفوظات گرد آوردۂ سید ابوالحسن قربی (خطی) کتابخانہ دیوان صاحب باغ مدراس (فارسی)

(۱۲) جلال ہمائی : حرکت جوہری و تجدد امثال ، مشمولہ نشریۂ انجمن شاہنشاہی

فلسفۂ ایران جاویدان خرد سال سوم شمارہ اول، ۱۳۹۹ھ (فارسی)

(۱۳) سید وحید اشرف (دکتر) : سید اشرف جہانگیر اور وحدت الوجود مشمولہ جرنل آف اورنیٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مدراس۔ سنہ ۱۹۸۶ء

غایۃ التحقیق

آخری قسط

مجدد جنوب

قدوۃ العارفین سلطان المرشدین سراج السالکین

علامہ شاہ محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ

ترجمہ و تلخیص:

مولوی حافظ ابو النعمان بشیر الحق قریشی قادری دھونی

استاذ دار العلوم لطیفیہ۔

الحمد للہ والمنۃ مجدد جنوب قطب ویلور علیہ الرحمہ کی معرکۃ الآرا کتاب "غایۃ التحقیق" کے ترجمہ کا کام یکم ربیع الثانی سنہ ۱۴۰۷ھ کو اس عاجز کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچا۔ یہ کتاب فارسی متن اور اردو ترجمہ کے ساتھ قسط وار پانچ سال سے اللطیف میں شائع ہو رہی ہے اور یہ موجودہ قسط اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے۔ غایۃ التحقیق دراصل ایک مفصل و مدلل فتویٰ ہے جو مجدد جنوب نے مسئلہ وحدت الوجود سے متعلق تحریر کیا تھا۔ فتویٰ کی صحت اور صواب سے متعلق بہت سارے علماء اور صوفیاء نے اظہار خیال فرمایا جسکو مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی حیات میں کتاب کے ساتھ شامل فرمایا تھا۔ لہذا ان آراء و افکار کو بھی مع ترجمہ ہدیۂ ناظرین کیا گیا ہے۔

اللہ حضرت مصنف کو پہلو بہلو جنت نصیب فرمائے اور انکے علمی و روحانی فیوض و برکات کو عام فرمائے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء عنا و عن سائر المسلمین۔

مترجم: ابو النعمان بشیر الحق غفر اللہ لہٗ و لوالدیہ

سه

وجاء حدیث فی اتحادی ثابت
روایته فی النفل غیر ضعیفة
یشیر بحب لعبد تقرب الیه بنفل
او اداء فریضة۔ وموضع تنبیه الاشارة
واضح، بکنت له سمعا کنور الظهیرة
و آں حدیث صحیح قدسی این است لایزال
عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی
احببته فاذا احببته کنت سمعه
الذی یسمع بی وبصره الذی
یبصربه ویده الذی یبطش
بها ورجله التی یمشی بها۔

دوم آنکه خود را مرآت داند و
مظهری از مظاهر او شناسد بوجهی که
بعض احکام بمظهر منسوب گردد، وبالعکس
لکن وصفی که قادح باشد در نزاهت
ظاهر از مظهر ترقی نه کند، و وصفی که عنوان
مرتبهٔ ظاهر باشد بمظهر نزول نفرماید
و این معنی نیز از قرآن مجید و اقوال
عترت بر ظاهر است:
من یطع الرسول فقد
اطاع الله ان الذین یبایعونك

اسی مفہوم کو شیخ ابن فارض مصری علیہ الرحمہ نے
اپنے قصیدہ "تائیہ" میں واضح کیا ہے۔ صوفیائے کرام
کے نظریۂ اتحاد کا ثبوت ایک ایسی حدیث سے ہے جس کی روایت
ضعیف نہیں ہے اور وہ اشارہ کر رہی ہے بندے کے محبوب
ہونے کے بارے میں جو نوافل یا ادائے فرائض کے ذریعہ اللہ کا
تقرب حاصل کرتا ہے اور تنبیہ الاشارہ کا مقام واضح ہے، اور
وہ حدیث قدسی یہ ہے:-

میرا بندہ جب نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے
تو میں اسکو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب اسکو محبوب بنا
لیتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے
اور اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا
ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر ہو جاتا
ہوں جس سے وہ چلنے لگتا ہے۔

دوم یہ کہ خود کو آئینہ قرار دیں اور اللہ تعالیٰ
کے مظاہر میں سے ایک مظہر سمجھیں۔ اس طرح کہ بعض
احکام مظہر سے منسوب ہوں گے اور بعض منسوب
نہ ہوں گے لیکن جو وصف کہ پاکی و نزاہت میں
عیب و نقص کا باعث ہوگا تو ظاہر مظہر سے ترقی
نہ کریگا اور جو وصف کہ مرتبۂ ظاہر کا عنوان ہوگا مظہر
سے نزول نہیں کرے گا۔ اور یہ معانی و مفاہیم بھی
قرآن کریم اور اقوال عترت سے پوری طرح ظاہر ہے۔
جس کسی نے نبی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کی اطاعت و پیروی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت

انما یبایعون اللہ وخطبہ الافتخار وخطبہ البیان حضرت امیر درکتب امامیہ معروف ومشہور است۔ واگر شیخ حلی از یں معانی صحیحہ اتحاد تجاہل نماید مضائقہ ندارد کہ دیگر عقلاء شیعہ ایں معانی را فہمیدہ و بہ موازین عقلیہ سنجیدہ اند۔ کلام خواجہ نصیر طوسی در شرح مقامات العارفین از کتاب اشارات وکلام صدرا شیرازی در شواہد ربوبیت واسفار، وکلام ابن ابی جمہور ودیگر متاخرین ایں فرقہ باید دید۔ و اگر ایں اشخاص را ہم اعتبار نباشد کہ اینہا مخلط اند بین التصوف والفلسفۃ والشریعۃ پس کلام مقداد را پیشوا ومقتدی ایشاں درعلوم دینیہ است وشارح قواعد وصاحب کنز العرفان فی تفسیر احکام القرآن نقل کنیم۔

قال المقداد فی شرح الفصول فی علم الاصول فی ذکر الاحوال السانحۃ للسالک المراد من الاتحاد ھو ان لا ینظر الا الیہ من غیر ان بتکلف ویقول ما عداہ قایم بہ فیکون الکل واحدا من حیث انہ اذا صار بصیرا بنور تجلیہ لایبصر الا ذاتہ لا الرائی ولا المرئی

فرماں برداری کی، بے شک جو لوگ آپ کے دست اقدس پر بیعت کررہے ہیں اور حضرت امیرؓ کا خطبہ البیان اور خطبۃ الافتخار فرقۂ امامیہ کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہے۔ اگر شیخ حلی اتحاد کے ان صحیح معنوں سے دانستہ طور پر لاعلمی ظاہر کررہے ہیں، تو کوئی حرج نہیں کیونکہ دوسرے ذی فہم شیعہ ان معانی کو سمجھے ہوئے ہیں اور عقل وفہم کی ترازو میں عمدہ طور پر تولتے ہیں۔

خواجہ نصیر طوسی کا کلام "شرح مقامات العارفین" میں اور صدرا شیرازی کا کلام "شواہد ربوبیت واسفار" میں اور ابن ابی جمہور کا کلام، اور اس فرقہ کے دیگر متاخرین کا کلام ملاحظہ کیجیے اور اگر ان اشخاص پر بھی اعتماد نہ ہو کہ ان کا کلام تصوف، فلسفہ اور شریعت کے درمیان مخلوط ہے تو مقداد اور شارح قواعد اور صاحب کنز العرفان فی تفسیر الاحکام کا کلام نقل کرتا ہوں۔

"شرح الفصول فی علم الاصول" میں حضرت مقدادؒ سالک کو پیش آنے والے احوال کے ذکر میں فرماتے ہیں کہ: اتحاد سے مراد یہ ہے کہ سالک بغیر کسی تکلیف کے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف نظر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی سے ساری مخلوقات اور موجودات قائم ہیں۔ اس حیثیت سے کل ایک ہی ہوگا کہ سالک جب اللہ تعالیٰ کی تجلی اور نور سے دیکھنے والا ہو جائے گا تو اس کو سوائے

انتھی کلامہ انتھی۔

وایضًا مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی در جواب استفسار عالمی می طرازد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی صاحب مجمع کمالات و مناقب قیم احکام شریعت مولوی نوراللہ صاحب سلمہ اللہ تعالٰے زاداللہ حرصا علی حفظ الشرع و صلح الدین فقیر عبدالعزیز بعد از ابلاغ سلام مسنون الاسلام ملتمس می دارد۔ رقیمہ کریمہ در باب استفسار از مسئلۂ توحید وجودی و توحید شہودی وانکار اقاویل وحشت ناک میان رمضان شاہ وصول عشرت شمول نمود۔

مہربان من!

حقیقت الامر این است کہ صوفیہ علیہ از قدیم اشارات باین مسئلہ می فرمودند بوجہے کہ محتمل بتاویل بود گاہے بحکایت تاویل می تواں کرد، وگاہے محمول بسکر می تواں داشت، چنانچہ آں صاحب خود از چند بزرگ نقل فرمودہ اند۔ ولیکن بعد از مرور طبقۂ سلف وگذشتن پانصد سال از ہجرت نبویہ ایں حضرات دو فرقہ شدند۔ جمعے کثیر آں اشارات را بر حقیقت حمل کردند وقائل شدند بانکہ وجود واحد در مراتب وجوب و امکان وقدیم وحادث ومجرد وجسمانی

اللہ کی ذات کے کوئی نظر نہیں آئیگا۔ نہ ذاتی اور نہ مرئی۔

نیز مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی ایک عالم کے جواب میں فرماتے ہیں:-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجمع کمالات و مناقب قیم احکام شریعت مولوی نوراللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے جذبۂ حفاظت شریعت واصلاح دین میں اضافہ فرمائے۔

بعد از ابلاغ سلام مسنون۔ فقیر عبدالعزیز عرض کرتا ہے کہ آپ کا مکتوب گرامی مسئلہ توحید وجودی وشہودی کے استفسار سے متعلق اور میاں رمضان شاہ کے وحشت ناک اقوال کی تردید وانکار سے متعلق، موصول ہوا۔

مہربان من!

حقیقت الامر یہ ہے کہ عظیم صوفیائے متقدمین نے اس مسئلہ میں اس طرح سے توضیحات اور اشارات کی ہے کہ تاویل کا احتمال باقی رہ جاتا ہے۔ کبھی حکایت کے ذریعہ تاویل ہوسکتی ہے اور کبھی سکر و مستی پہ محمول کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ خود آپ ہی نے چند بزرگوں کے ارشادات نقل فرمایا ہے۔ طبقۂ سلف گذر جانے کے بعد اور پانچسو صدی ہجری کے بعد صوفیائے کرام دو فرقوں میں بٹ گئے۔ اور ایک کثیر جماعت نے ان اشارات کو حقیقت پہ محمول کیا اور اس بات کے قایل ہوگئے کہ وجوب، امکان، قدیم حادث، مجرد جسمانی، مومن، کافر، نجس اور طاہر

و مومن و کافر و نجس و طاہر ظاہر است
لیکن ہر مظہر حکم جدا دارد، فرق در احکام مظاہر
ضرور است مومن را حکم بر نجات و کافر را
بر قتل و اسر و علی ہذا القیاس در جمیع صفات
متضادہ چنانچہ گفتہ ع

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر فرق مراتب نکنی زندیقی

وہمیں فرق وابستہ است احکام
ظاہر شریعت چہ زن منکوحہ حلال است و
اجنبیہ حرام و پدر واجب التعظیم است و کافر
معاند واجب التحقیر۔ وہر کہ فرق در احکام
نکند و محض وحدت الوجود را ملاحظہ نماید خلاف
شرع و الحاد و زندقہ است۔

وہم چنیں وجود را عین ذات حق
است نزد ایشاں با وجود ظہور در مظاہر
مختلفہ در مرتبۂ احدیت صرف پاک و منزہ است
از نقائص و متصف بکمالات۔

و نیز بدانند کہ نقصان مراتب کثرت
با و عائد نمی شود، چنانچہ شعاع آفتاب باوجودیکہ
بر نجاسات می افتد نجس نمی شود۔ و حقیقت
کلیۂ انسان باوجودیکہ در مسلمان و کافر و صالح
و فاسق و عالم و جاہل ظہور کردہ خود نقصان
نمی پذیرد وہمیں مذہب صوفیہ بسیار، د

کے مراتب و درجات میں ایک ہی وجود ظاہر ہے لیکن
ہر مظہر علیحدہ حکم رکھتا ہے اور ان مظاہر کے احکام میں
فرق و امتیاز کرنا ضروری ہے چنانچہ مومن کے لئے نجات
کا حکم ہے، تو کافر کے لئے قتل و قید کا حکم ہے اور تمام صفات
متضادہ میں اسی طرح قیاس کر لینا چاہئے۔

وجود کا ہر مرتبہ ایک حکم رکھتا ہے، لہٰذا فرق
مراتب نہ کیا گیا تو زندیقیت ہے۔

اور یہی فرق ظاہر شریعت کے احکام میں قائم
ہے اسی لئے تو منکوحہ عورت حلال ہے اور اجنبی عورت
حرام اور باپ کی تعظیم و تکریم واجب ہے اور کافر
معاند واجب التحقیر ہے۔ اور جو شخص صرف وحدت
الوجود کو پیش نظر رکھتے ہوئے شریعت کے احکام میں فرق
نہ کرے تو خلاف شرع اور الحاد و زندقہ ہے۔

اور اسی طرح وجود جو ذات حق کا عین ہے۔
صوفیاء کے نزدیک مظاہر مختلفہ میں ظہور کے باوجود مرتبۂ
احدیت میں نقائص سے پاک اور منزہ ہے اور کمالات
سے متصف ہے۔

نیز جاننا چاہئے کہ مراتب کثرت کا نقصان
اس پر عائد نہیں ہوتا جیسا کہ آفتاب کی شعاعیں نجاسات
پر واقع ہونے کے باوجود نجس نہیں ہوتیں۔ اور انسان
کی حقیقت کلیہ کسی مسلمان، کافر، صالح، فاسق، عالم
اور جاہل میں ظہور کرنے کے باوجود خود کوئی نقص اور
نقصان قبول نہیں کرتی۔ اور بہت سے نامور صوفیائے

علماء نامدار اختیار کردہ اند و دریں باب رسائل
و کتب نوشتہ اند۔ عمدۂ آنہا از قادریہ شیخ اکبر
محی الدین ابن العربی و شیخ صدر الدین قونوی و شیخ
عبد الکریم جیلی و شیخ عبد الرزاق جھجانوی و شیخ امان
پانی پتی رحمہم اللہ۔

و از کبرویہ مولانا جلال الدین رومی
و شمس الدین تبریزی رحمہما اللہ و از سہروردیہ
شیخ فرید الدین عطار رحمہ اللہ و از حضرات چشتیہ
سید محمد گیسو دراز و سید جعفر مکی رحمہما اللہ
و از نقشبندیہ خواجہ باقی باللہ و عبید اللہ احرار
مولانا نور الدین جامی، و مولانا عبد الغفور لاری و علی
ہذا القیاس شیخ عبد الرزاق کاشی و شمس الدین
فنباری، و قیصری و سعید الدین فرغانی و غیر ایشاں
گذشتہ اند، و تصانیف ایں بزرگاں موجود و مشہور
است چنانچہ بملاحظہ انصاحب درآمدہ باشد،
و جماعت دیگر آں ہمہ اشارات را بہ تاویل حکایت
یا سکر حمل نمودہ انکار وحدت وجود کردہ اند۔
و گفتہ اند کہ وحدت وجود در بعضے اوقات بنظر
سالک می آید۔ بے آنکہ در حقیقت باشد، چنانچہ
در روشنی آفتاب ہمہ سیارہا بے نور می شوند و بنظر
نمی آیند حالانکہ در نفس الامر موجود اند و نور
ہم دارند۔ ولیکن در وقت نہار بسبب غلبۂ نور
آفتاب نور ایں ہا مضمحل می گردد۔ و ہم چنین

کرام اور علمائے عظام نے یہی موقف اختیار کیا ہے
اور اس موضوع پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ چنانچہ
سلسلۂ قادریہ میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور
شیخ صدر الدین قونوی اور شیخ عبد الکریم جیلی اور
شیخ عبد الرزاق جھجانوی اور شیخ امان پانی پتی،
رحمہم اللہ کی کتابیں اور سلسلہ کبرویہ میں مولانا جلال
الدین رومی اور شمس الدین تبریزی رحمہما اللہ
کی کتابیں اور سلسلۂ سہروردیہ میں شیخ فرید الدین عطار
رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں اور سلسلۂ چشتیہ میں سید محمد گیسو
دراز اور سید جعفر مکی رحمہما اللہ کی کتابیں اور سلسلۂ
نقشبندیہ میں خواجہ باقی باللہؒ اور عبید اللہ احرارؒ اور
مولانا نور الدین جامیؒ اور مولانا عبد الغفور لاریؒ کی
کتابیں نہایت عمدہ اور قابل مطالعہ ہیں۔

علاوہ ازیں شیخ عبد الرزاق کاشی، شمس الدین
فنباری، قیصری اور سعید الدین فرغانی وغیرہ بھی اسی
مسلک کے پیروکار اور مؤید گذرے ہیں اور ان بزرگوں
کی کتابیں بھی مشہور اور موجود ہیں اور آنجناب کے مطالعہ
میں آئی ہونگی۔

صوفیائے کرام کی دوسری جماعت نے ان اشارات
کو تاویل حکایت یا سکر و مستی پر محمول کرتے ہوئے وحدت
الوجود کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ بعض اوقات وجود
کی وحدت سالک کی نگاہوں میں نظر آتی ہے بغیر اس کے
حقیقت میں وحدت ہو جیسا کہ آفتاب کی روشنی میں تمام

است حال چراغ پیش مشعل، پس کسانیکه بتوحید صرف راه زده اند۔ توحید ایشاں محض در شہود و در نظر است بے آں که در وجود باشد، وہمین است مذہب شیخ علاء الدولہ سمنانی و جماعتے دیگر از قدماء۔ و مذہب امام ربانی و اتباع ایشاں و ایں حضرات ہم در اثبات ایں عقیدہ برسائل و مصنفات بسیار پرداخته اند۔ چنانچه معلوم خاطر شریف خواہد بود۔

پس ما مردم را که بعد ازیں اختلاف پیدا شده ایم۔ جزم باحد الطرفین نمی تواند شد۔

پس سبیل ما مردم ایں است که چنانچه در مذاہب اربعه حق را دائر می انگاریم و می گوئیم که مثلاً مذہب حنفیه صواب یحتمل الخطاء است و مذہب شافعی و مالکی و غیر ایشاں خطاء یحتمل الصواب است، ہم چنیں دریں دو مذہب توحید وجودی و توحید شہودی، اگر نظر بدلیل یکطرف راجح شود، آں طرف دیگر را ہم ضال و گمراہی نباید انگاشت که تضلیل و تکفیر جماعت کثیر از علماء نامدار و مشائخ لازم می آید۔ آری اگر تقلید یک طرف غلو

سیارے بے نور نظر آتے ہیں۔ اور دکھائی نہیں دیتے حالانکہ نفس الامر میں ان کا وجود ہے اور وہ روشنی بھی رکھتے ہیں لیکن دن کے وقت میں آفتاب کی روشنی کے غلبہ کے باعث ان کی روشنی مضمحل ہو جاتی ہے، اور یہی حالت و کیفیت چراغ کی ہوتی ہے جبکہ مشعل کے آگے رہے۔

اسی لئے جو حضرات توحید خالص کے نظریہ سے لوٹ چکے ہیں ان کے نزدیک توحید صرف شہود اور نظر میں ہے بغیر اس کے کہ وجود میں ہو، چنانچہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی اور دیگر صوفیائے متقدمین کا یہی مسلک ہے اور امام ربانی مجدد الف ثانی اور انکے متبعین کا بھی یہی موقف ہے، اور ان حضرات نے بھی اس عقیدہ کے اثبات میں بہت ساری کتابیں لکھی ہیں اور آپ کو بھی معلوم ہی ہوگا۔

حاصل کلام ہم لوگ جو وجودی اور شہودی کے اختلاف کے بعد پیدا ہوئے ہیں طرفین میں سے کسی ایک جانب کی صحت و درستگی کا جزم و یقین حاصل نہیں کر سکتے لہذا ہمارے لئے یہی ایک راہ ہے کہ جس طرح مذاہب اربعہ میں حق کو دائر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذہب حنفیہ صواب پر مبنی ہے اور خطا کا احتمال ہے اور مذہب شافعیہ، مالکیہ اور ان کے علاوہ دیگر مذہب خطا ہیں اور صواب کا احتمال ہے۔

اسی طرح ان دونوں مذاہب (وجودی و شہودی)

پیدا کردہ و فرقِ مراتب را از نظر
انداختہ و پا از جادۂ اعتدال بیرون
نہادہ عابد را معبود، حادث را
قدیم، و ملوث را منزہ، و حرام را
حلال، و نجس را طاہر انگارد البتہ
از ملحدان و زندیقان می گردد۔

وحاصل الکلام این کہ اختلافے
کہ درمیان امت بسبب تفاریق توحید
وجودی و توحید شہودی واقع شدہ
مانند اختلاف سنی و رافضی، یا سنی
و خارجی نیست کہ تفضیل و تکفیر احد الجہتین
از جانبین باشد بلکہ مانند اختلافِ مذاہب
اربعہ است۔ آری ہر کہ از قائلانِ توحید
وجودی پا از جادۂ اعتدال بیروں نہادہ
نوبت بہ الحاد و زندقہ رساند، البتہ ضال
وگمراہ می گردد۔ وہم چنیں اگر کسی از
قائلان توحید شہودی پا از جادۂ اعتدال
بیروں نہادہ تکفیر و تضلیل جمع کثیر از
علماء وصوفیہ نماید البتہ مطعون و ملام
است۔

این است حال مفصل دریں باب
حالا احوال میان رمضان شاہ
ملاحظہ نمایند۔

میں سے کسی ایک مذہب کی دلیل راجح معلوم ہو تو دوسرے
مذہب کو غلط اور گمراہ خیال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ دوسرے
مذہب کو غلط سمجھنے سے نامور علماء و مشائخ کی کثیر
جماعت کا کافر اور گمراہ ہونا لازم آئے گا۔

ہاں! اگر کسی ایک مذہب کی تقلید میں غلو کرے
اور فرق مراتب کو نظر انداز کرے اور جادۂ اعتدال سے
قدم باہر رکھے اور عابد کو معبود، حادث کو قدیم، ملوث کو منزہ
حرام کو حلال اور نجس کو طاہر خیال کرے تو یقیناً ایسے
اشخاص ملحد و زندیق قرار پائیں گے۔

اس بحث کا ماحصل یہ ہے کہ توحید وجودی اور
توحید شہودی کے فرق کے باعث جو اختلاف امت میں پیدا
ہوا وہ سنی و رافضی یا سنی و خارجی کے اختلاف کے
مانند نہیں ہے کہ فریقین جانبین سے ایک دوسرے کو گمراہ
اور کافر قرار دیں بلکہ شہودی اور وجودی کا اختلاف
تو مذاہب اربعہ کے اختلاف کی طرح ہے۔

ہاں! اگر کوئی وجودی شخص جادۂ اعتدال
سے قدم باہر رکھتے ہوئے الحاد و زندقہ کی نوبت و
مصیبت پیدا کر دے تو وہ یقیناً گمراہ اور گمراہ کن ہے
اور اسی طرح کوئی شہودی شخص اعتدال کی روش ترک
کرتے ہوئے علماء اور صوفیاء کے گروہ کثیر کو گمراہ اور کافر
کہنے لگے تو وہ بھی یقیناً مطعون اور قابل سرزنش ہے۔

یہ ہے اس اختلافی مسئلہ کی تفصیل، اب میاں
رمضان شاہ کے احوال ملاحظہ کیجئے۔

اگر تقید شرع وارند، و مردم را بر نماز و روزہ و تلاوت قرآن و ذکر و خوف و رجا و تقویٰ و صلاح دعوت می کنند، پس از الحاد و زندقہ بسیار دور اند، و اگر معاذ اللہ تقید احکام شرع نمی نمایند، و مردم را باباحت و زندقہ دعوت می کنند پس قابل تضلیل و تکفیر اند۔

و در کتب فقہ می نویسند، اگر در مسئلہ وجوہات چند باشند کہ موجب کفر اند۔ و یک وجہ عدم کفر، پس بر مفتی لازم است کہ میلان بر عدم کفر کردہ باشد مگر قائل خود تصریح وجہ کفر کردہ باشد، و در فتاوی عالمگیری مرقوم است، و دیگر فتاوی معتبرہ نیز مرقوم و مسطور است

اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر ووجہ واحد یمنع فعلی المفتی ان تناول ذلک الوجہ الا اذا صرح بارادۃ توجب الکفر فلا ینفعہ التاویل حینئذ۔ ثم ان کان فی نیۃ القائل الوجہ الذی یمنع التکفیر فہو مسلم وان کانت فی نیتہ القائل الوجہ الذی یوجب التکفیر لا ینفعہ فتوی المفتی، انتہی

اگر وہ احکام شریعت کے پابند ہیں اور لوگوں کو نماز، روزہ، تلاوت قرآن، ذکر، خوف، رجا، تقویٰ اور صلاح کی دعوت دے رہے ہیں تو الحاد و زندقہ سے بہت دور ہیں۔ معاذ اللہ اگر وہ شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کر رہے ہیں اور لوگوں کو اباحت اعمال اور الحاد و زندقہ کی تلقین کر رہے ہیں تو یقیناً گمراہ کہنے کے قابل اور کافر قرار دینے کے لائق ہیں۔

فقہ کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں چند ایسے وجوہ ہوں جو تکفیر کے موجب ہیں اور ایک ہی وجہ ایسی ہے جس سے عدم تکفیر کا پہلو نکلتا ہے تو مفتی کے لئے ضروری ہے کہ اسی پہلو کو اختیار کرے جبکہ قائل خود وجہ کفر کی وضاحت کیا ہو۔

فتاوی عالمگیری اور دیگر مستند فتاوی میں مرقوم ہے، جب کسی قول اور مسئلہ میں چند ایسے اسباب اور وجوہ پائے جاتے ہوں جن سے تکفیر لازم آرہی ہے، اور ایک وجہ ایسی ہے جس سے تکفیر لازم نہیں آتی تو مفتی کو چاہئے کہ اسی ایک مانع تکفیر وجہ کو اختیار کرتے ہوئے کسی مسلمان کو کافر نہ قرار دے الا یہ کہ قائل خود اپنے ارادے کی وضاحت کر دے جس سے تکفیر لازم آرہی ہے تو ایسی صورت میں تاویل بے سود ہے۔ پھر اگر قائل کی نیت میں مانع تکفیر وجہ موجود ہو تو وہ مسلمان ہے اور اگر موجب تکفیر وجہ ہو تو مفتی کا فتویٰ نفع نہیں دے گا۔

واللہ یحق الحق وھو یھدی السبیل
السلام علیکم وقلبی لدیکم۔

وایضاً مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی در جواب سائلے می نگارد، وحدت الوجود حق ومطابق واقع است چراکہ دلائل عقلیہ ونقلیہ بر آں قائم است چنانچہ در رسالۂ ادلۃ التوحید شیخ علی مہایمی گجراتی مشروح ومبسوط است وعلماء متکلمین را انکار ایں مسئلہ ہم کہ از دو وجہ است۔ اول آں کہ بریں مسئلہ بسبب کمال دقت وباریکی شبہات عقلیہ ونقلیہ بسیار وارد می شوند در نظر انہا حل آں شبہات میسر نشدہ ناچار بانکارش آمدند این است حال سطحیاں از متکلمین۔

دویم آنکہ ایں مسئلہ از اسرار است شرائع وادیان موقوف بر دانستن ایں مسئلہ نیست بلکہ عوام را تلقین ایں مسئلہ موجب انفتاح باب الحاد است واباحت وشرور وفساد است ومداھنت در امتثال تکلیفات می گردد پس بیان ایں مسئلہ بنا بر دقت وباریکی ان ممنوع ومحذور است وامساک لسان از ال واجب دانند چنانچہ در حدیث شریف است اذا ذکر القدر

واللہ یحق الحق وہو یہدی السبیل۔
السلام علیکم وقلبی لدیکم۔

نیز مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی ایک سائل کے جواب میں لکھتے ہیں کہ وحدت الوجود حق اور واقع کے مطابق ہے۔ کیونکہ اس کے ثبوت کے لئے دلائل عقلیہ اور نقلیہ موجود ہیں۔ چنانچہ شیخ علی مہایمی گجراتی کی کتاب "ادلۃ التوحید" میں شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے۔

علمائے متکلمین اس مسئلہ کو رد کرنے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ مسئلۂ وحدت الوجود پر کمال دقت و باریکی کے باعث بہت سارے عقلی اور نقلی شبہات وارد ہوتے ہیں اور ان شبہات کا حل متکلمین کو میسر نہ ہو سکا جس کی وجہ سے انہوں نے اس مسئلہ کا انکار کیا اور یہ سطحی متکلمین کی حالت ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مسئلہ وحدت الوجود کا تعلق اسرار و رموز سے ہے اور اس کے سمجھنے اور سمجھانے پر شریعت کا انحصار نہیں ہے بلکہ اس کی تشریح اور تلقین عوام کے حق میں الحاد کا دروازہ کھول دیتی ہے اور ان کے لئے اباحت اعمال، شر و فساد، اور تکالیف شرعیہ میں مداھنت کا باعث ہے چنانچہ مسئلۂ وحدت الوجود کو اسی دقت و باریکی کی وجہ سے اس کا اظہار و بیان اور تشریح و تلقین ممنوع اور محذور ہے۔ اسی لئے متکلمین نے اس باب میں

فامسکوا واذا ذکر اصحابی فامسکوا واذا ذکر النجوم فامسکوا۔

معلوم شد کہ تفصیل و تفتیش و تحقیق در امثال این مسئلہ دقیق منجر بضلال واضلال می گردد۔ این است حال محققان متکلمین و معہذا این جماعت در تصانیف خود ہا ایماء اجمالی دادہ اند کالغزالی والرازی وغیرہما من ائمۃ ھذا الفن۔ اگر تفصیلش منظور باشد در کتاب تنبیہ المحجوبین مطالعہ باید کرد۔ بالجملہ انکشاف این مسئلہ در ابتدا بدلائل و رسمیات نبودہ است، بلکہ بمحض موہبت و معرفت است، و انکشاف این بر تحصیل و کسب نیست بلکہ بہ ورود حالات باید داشت۔

آری اگر کسے را بقاء ظن بر اولیاء اللہ کہ باین مسئلہ متکلم شدہ منظور افتد و خواہد کہ در جناب ایشان بد اعتقاد نشود، و در رسائل توحید نظر کند تا بہ دلائل عقلیہ و نقلیہ وقوف یافتہ اعتقاد فاسد در جناب اولیاء اللہ بہم نرساند۔ والامسلک دریافت این مسئلہ بر فکر عقلی نیست و بہ ہمیں گفتہ اند کہ ھو طور وراء طور العقل و نیز گفتہ اند۔

کفِ لسان کو واجب اور ضروری سمجھا جیسا کہ حدیث شریف ہے۔

جب قضا و قدر کا ذکر ہو تو سکوت اختیار کرو اور جب میرے صحابہ کا تذکرہ ہو تو ان کی ذوات کو ہدفِ تنقید و بحث نہ بناؤ اور جب نجوم کا ذکر ہو تو خاموشی اختیار کرو۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ اس دقیق مسئلہ میں تحقیق و تفتیش اور تفصیل کے درپے ہونا گویا خود کو گمراہی میں مبتلا کرنا ہے اور دوسروں کو بھی ضلالت کے بھنور میں جھونک دینا ہے اور یہی متکلمین محققین کا موقف ہے۔ اس سکوت و احتیاط کے باوجود ان حضرات نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ پر اجمالاً بحث کی ہے جیسے امام غزالی امام رازی اور ان کے علاوہ اور بھی اس فن کے دوسرے امام اگر اس مسئلہ کی تفصیل و تشریح دیکھنی ہو تو کتاب تنبیہ المحجوبین کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

حاصل کلام حقیقت تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ ابتداً میں دلائل و براہین کی روشنی میں منکشف نہیں ہوا بلکہ محض موہبت و معرفت سے منکشف ہوا۔ لہٰذا اس کا منکشف ہونا کسب و تحصیل پر مبنی نہیں ہے بلکہ اسکے انکشاف کو حالات و کیفیات کے ورود ہونے پر منحصر سمجھنا چاہئے۔

ہاں! اگر کسی شخص کو اولیاء اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے اس مسئلہ میں کلام کرنا منظور ہو تو اس کو چاہئے کہ ان بزرگوں کے بارے بد اعتقاد نہ ہو

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

وعامی کہ ہنوز بایں مرتبہ نرسیدہ است ونہ عالم متکلم شدہ مکلف است باں کہ اجمالا بداند کہ صوفیہ صافیہ آنچہ گفتہ اند حق است وفہم من بآں نمی رسد مثل ایمان بمتشابہات قرآن۔ ونیز بدانند کہ علماء متکلمین کہ اعتماد برا قوال آنہا است انکار صریحش نکردہ اند بلکہ سکوت ورزیدہ اند واز بیان آں دم درکشیدہ اند للوجہ الذی ذکرنا۔

آری مقلدان علماء متکلمین سکوت ایشاں را انکار گماں کردہ اند مثل تفتازانی وقاضی عضد، ودیگر متاخرین۔ لیکن معلوم است کہ دریں باب مقتدایان امام غزالی وامام رازی وامثال انہا اند نہ متاخرین۔ انتہی۔

وایضاً مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی در رسالہ الحبیہ می گوید فہا انا اشرع فی المقصود متوکلاً علی الملک المعبود اذ ھو المقصود وھو المشھود بل ھو الموجود فی دار الوجود ؎

اسمع الحق من فہم العیار
لیس فی الدار غیرہ دیار۔ انتہیٰ

جائے اور رسائل توحید ملاحظہ کرے تاکہ دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے واقفیت حاصل کرے انکے بارے میں اعتقاد فاسدنہ پھیلائے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ ایسا آدمی اس مسئلہ کو کسب تحصیل کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرے ورنہ یہ مسئلہ عقل وفہم اور فکر ونظر کی راہ سے سمجھ میں آنے والا نہیں، اسی لئے تو کہا گیا۔

وہ مقام ہی عقل سے ماوراء ہے

اور یہ ارشاد بھی ہے کہ قلندر جو بھی کہتا ہے مشاہدہ کے بعد ہی کہتا ہے۔

ایک عامی شخص جو اس مرتبہ کو نہیں پہنچا ہے اور نہ عالم متکلم ہے، وہ اس بات کا مکلف ہے کہ متشابہاتِ قرآن پرایمان کی طرح اجمالاً یہ جان لے کہ حضرات صوفیہ نے جو کچھ کہا ہے وہ حق وصواب ہے اور میری عقل ان حقائق و اسرار تک نہیں پہونچ پا رہی ہے۔

نیز جاننا چاہیئے کہ علمائے متکلمین کی وہ جماعت جو معتمد اور مستند ہے اس نے صراحتاً مسئلۂ وحدت الوجود کا انکار نہیں کیا ہے بلکہ سکوت اختیار کیا ہے اور اس کے اظہار وبیان سے اپنی زبان وقلم کو روک لیا ہے۔ ان ہی اسباب ووجوہ کی بنا پر جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

ہاں! علمائے متکلمین کے مقلدین اور متبعین نے ان کے سکوت کو انکار خیال کیا ہے جیسے علامہ تفتازانی اور قاضی عضد اور دیگر متاخرین۔

لیکن یہ بات مسلم ہے کہ اس باب میں امام غزالی

مولوی اسمٰعیل دہلوی در باب دویم صراطِ مستقیم می طرازد۔

چونکہ بسبب رواج ایں گفتگو یعنی گفتگوئے وحدت الوجود واقفی وغیر واقفی بود ان آنرا مردم استفسار می کنند، پس ایں قدر باید دانست کہ ایں مخلوقات عین حق نیستند اگرچہ قیوم آنہا ذات پاک اوست، پس تمثیل او بصفات آں باید کرد۔ چناں کہ صفات نہ عین حق است ونہ غیر آں بلکہ قائم بوے است۔ ہم چنیں مخلوقات دیگر نہ عین صفات اند نہ غیر آں بلکہ مظاہر آں۔

پس صفات اگرچہ فی حد ذاتہا مستغنی از مظاہر است لیکن بنا بر اقتضاء حکمت الہٰیہ باوجود استغناء در مظاہر مختلفہ کہ عبارت از مخلوقات است ظہور نمودہ۔ وہمیں معنی مقصود اکابر طریقت است کہ ملاحدہ وقت اقوال بزرگاں را خلاف مقصود ایشاں حمل کردہ راہ تحریف وتلبیس پیمودہ اند۔ پس ایں قدر دانستن مضائقہ ندارد۔ واما اوقات خود را بایں گفتگو

اور امام رازی اور ان کے ہم مثل علماء ہی لائق تقلید ہیں نہ کہ متاخرین کا گروہ۔

نیز مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی "رسالۂ لحیۃ" میں فرماتے ہیں "اب میں مقصود میں بحث کا آغاز کرتا ہوں بادشاہ معبود پر اعتماد کرتے ہوئے جبکہ وہی مقصود ہے اور وہ مشہود بلکہ وجود کے دائرہ میں موجود ہے۔

مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی صراط مستقیم کے دوسرے باب میں فرماتے ہیں۔ لوگ وحدت الوجود کے صحیح اور غلط ہونے کے بارے میں سوالات کرتے رہتے ہیں، اس لئے عرض ہے کہ اس باب میں اتنا جان لینا کافی ہے کہ یہ مخلوقات حق تعالےٰ کا عین نہیں ہیں اگرچہ کہ ان کا وجود اور قیام اسی کی ذات پاک سے قائم ہے۔ اس کی مثال اللہ تعالیٰ کے صفات سے سمجھنا چاہیئے کہ صفات حق تعالیٰ کے عین ہیں اور نہ غیر بلکہ اس کی ذات سے قائم ہیں۔ اسی طرح دوسری مخلوقات صفات کے عین ہیں اور نہ غیر بلکہ انکے مظاہر ہیں۔ صفات اگرچہ کہ بذات خود مظاہر سے مستغنی و بے نیاز ہیں، لیکن باوجود مظاہر مختلفہ (جو مخلوقات سے عبارت ہیں) سے استغناء کے حکمت الہٰیہ اسی چیز کی متقاضی رہی کہ صفات کا ظہور مظاہر ہی کے ذریعہ ہو۔

اکابر صوفیہ کے مقصود کا معنی اور انکی مراد کا مفہوم یہی ہے لیکن ملحدین وقت بزرگوں کے اقوال وارشادات کو ان کے مقصود اور مراد کے خلاف عمل کرتے ہوئے تحریف اور تلبیس کی راہ ہموار

صرف کردن بے فائدہ محض است، بلکہ موجب حرمان از کمالات پیروی انبیاء است، علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔

وایضاً مولوی دہلوی در باب اول صراط مستقیم می انگارد۔ بالجملہ انبساط قیومیت حضرت حق بر بساط وجود و قیام این حقائق متکثرۃ بآں ذات متوحدہ مدرک می گردد، و بمضمون ہو الاول والآخر والظاہر والباطن وہو بکل شیئ محیط، ولو دلیتم بحبل الی الارض السابعۃ السفلی لھبط علی اللہ۔

دم می زند۔ زہی تاثیر حب عشقی وخہی جذب تجلی علمی کہ بسبب آں این مشتے خاک در مقام مقدس و پاک چہ قدر چالاک گردیدہ و این تراب مہین در مجلس قرب الارباب عظیم چہ مقصد و مقام کریم یافتہ۔

ے

جسم خاک از عشق بر افلاک شد
کوہ در رقص آمد و چالاک شد
عشق جان طور آمد عاشقا
طور مست وخر موسیٰ صاعقا

واز لوازم این مقام است دم از وحدت وجود زدن ولب بمعارف الٰہیہ کشودن و ترنم بمضامین

کئے ہوئے ہیں۔

لہٰذا وحدت الوجود کے تعلق سے اس قدر علم وآگہی کافی ہے۔ لیکن اپنے اوقات کو اس مسئلہ میں بحث و مباحثہ کے ذریعہ صرف کرنا، نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ حضرات انبیائے کرام کی طاعت کے کمالات و برکات سے محروم ہونے کا موجب ہے۔

نیز مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی "صراط مستقیم" کے باب اول میں لکھتے ہیں۔

حاصل کلام بساطِ وجود پر حق تعالیٰ کی قیومیت کا انبساط اور ان حقائق متکثرہ کا قیام اسی ذات متوحد ولاشریک سے سمجھا جائے گا اور آیت ہو الاول والآخر والظاہر والباطن اور آیت وہو بکل شیئ محیط اور حدیث لو دلیتم بحبل الی الارض السابعۃ السفلی لھبط علی اللہ، اسی عظیم حقیقت کی نشان دہی کر رہی ہیں۔

سبحان اللہ حب عشقی اور جذب تجلی علمی کی کیا خوب تاثیر ہے کہ جس کے فیض سے یہ مشت خاک یعنی انسان مقام مقدس یعنی بارگاہِ الٰہی میں کس قدر قابل عظمت ہو گیا اور رب الارباب کی مجلس میں یہ حقیر مٹی کس قدر بلند مرتبہ و مقام سے سرفراز ہوئی، عشق ہی کی بدولت جسم خاکی افلاک پر پہونچ گیا اور کوہ رقص و وجد میں آگیا، اور چالاک ہوگیا، اے عاشق طور میں جان عشق کی برکت ہی سے آئی اور وہ مست ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام عشق کھا کر گر پڑے۔

این ابیات نمودن۔

ع آنچہ نے می گوید اندر زیر و بم
فاش گر گویم جہاں برہم زنم
جملہ معشوق است و عاشق پردۂ
زندہ معشوق و عاشق مردۂ

انتہیٰ

چوں این مختصر گنجائش اقاویل دیگر ندارد و بیشتر مردم طاعن با صاحب صراط المستقیم کمال اعتقاد دارند و از کن مکن او بیروں نمی روند۔

لہٰذا قول اورا خاتم اقوال متاخرین این قرن کردانیدہ آمد واللہ ھو الھادی الی صراط مستقیم، ربنا ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا ربنا انك رؤف رحیم واذا اردت فتنة فتوفنا غیر مفتونین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

ختم رسالۂ نافعہ و باہتمام سید جمال الدین مطبوع گردید۔

المطبع مظہر العجائب مدراس

سنہ ۱۲۸۰ ہجری

وحدت الوجود سے متعلق بات کرنا اور معارف الٰہیہ میں لب کھولنا اور ان ابیات کے مضامین کی تشریح اسی مقام کے لوازم سے ہے۔

نے بلند و پست آواز میں جو کچھ کہہ رہی ہے اگر میں اس کو فاش کردوں تو دنیا والے مجھ پر برہم ہو جائیں۔ جملہ معشوق ہے اور عاشق پردہ۔ اور زندہ معشوق اور عاشق مردہ۔

حاصل کلام اس مختصر سے رسالہ میں مزید دوسرے اقوال وارشادات نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور طعن و تشنیع کرنے والے زیادہ تر لوگ مولانا شاہ اسماعیل دہلوی کے ساتھ مکمل اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کے فرمان وارشاد کو بے چون و چرا تسلیم کر لیتے ہیں، جس کی وجہ سے ان ہی کے قول کو اس صدی کے علمائے متاخرین کے اقوال کے اخیر درج کیا جا رہا ہے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ ولا تجعل فی قلوبنا غلاً للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم۔

یہ نفع بخش مفید رسالہ اختتام پذیر ہوا۔ اور سید جمال الدین کے زیر نگرانی مطبع مظہر العجائب مدراس میں سنہ ۱۲۸۰ھ کو طبع ہوا۔

نقل مواہیر و دستخطہائے علمائے کرام و عرفاء عظام مطابق اصل

(۱) ما اجاب به العارف الماهر مطابق للكلام الصوفيه - عبد الله

(۲) فتوی صحیح است - محمد قدرت غنی غفراللہ

(۳) این جوابات حق وصحیح است وموافق عقائد واکابر اہل سنت وجماعت ہست - سید محمد عفا اللہ عنہ

(۴) هذا الجواب صحیح لاریب فیه - کتبه محمد حیات عفا اللہ عنہ

(۵) ما اجاب هذا المجیب فصحیح مطابق للشریعة وطریقة اهل الحق الذین قیل فی حقهم هؤلاء لا یشقی بهم جلیسهم فطوبی لمن شمر لرد اوهام الجاهلین عن مقامات ذوی المقامات العلیه - کتبه خادم الطلبه

السید وحید الدین احمد القادری

عفا اللہ عنہ وعن اسلافہ

علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی دستخطوں کی نقل مطابق اصل

(۱) عارف ماہر (حضرت قطب ویلوری علیہ الرحمہ) نے جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ حضرات صوفیاء کے کلام کے مطابق ہے۔ عبد اللہ

(۲) فتویٰ صحیح ہے۔ محمد قدرت غنی غفراللہ لہٗ

(۳) یہ جوابات صحیح ہیں اور اکابر اہل سنت وجماعت کے عقائد کے مطابق ہیں۔ سید محمد عفی اللہ عنہٗ

(۴) اس جواب کے صحیح و درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ محمد حیات عفی اللہ عنہٗ

(۵) اس مجیب (حضرت قطب ویلوری علیہ الرحمہ) نے جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ صحیح ہے اور شریعت کے مطابق ہے اور اہل حق کے طریقہ کے موافق ہے جن کی شان میں کہا گیا کہ یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کی صحبت میں رہنے والا ابد بخت نہیں ہوگا۔ لہٰذا بشارت ہے اس شخص کے لئے جس نے ان بلند مراتب ومناصب والوں کے مقام کو مجروح کرنے والے جاہلانہ اوہام وخرافات کی تردید کے لئے جدوجہد کی۔

خادم الطلبہ

سید وحید الدین احمد القادری

(۶) ذالک الجواب صحیح بلا شبھۃ ولا ریب ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب آری ہرکہ بخبر لا الٰہ الا اللہ کہ موجود است بقاعدۂ نحو خبر واند البتہ ایں عقدۂ وحدت بروے منحل گردد۔
کتبہ مسکین قاصر غلام قادر عفی اللہ عنہ

(۶) یہ جواب بلاشک و شبہ صحیح ہے متقین کے لئے ہدایت ہے جو ایمان بالغیب سے مشرف ہیں، ہاں جو شخص بھی لا الٰہ الا اللہ کی خبر سے جو موجود ہے نحو کے قاعدہ سے باخبر ہے تو اس پر ضرور وحدۃ الوجود کی یہ مشکل بات واضح ہو جائے گی۔
مسکین قاصر غلام قادر عفا اللہ عنہ

(۷) ما اجاب ھذا المحقق مطابق للمذھب الصوفیۃ واھل السنۃ والجماعۃ ومبطل العقائد المذاھب لباطلۃ
کتبہ خادم علماء دین متین
محمد شہاب الدین عفی اللہ عنہ وعن اسلافہ

(۷) اس محقق (حضرت قطب ویلوری علیہ الرحمہ) نے جو جواب تحریر فرمایا ہے، وہ صوفیاء اور اہل سنت و جماعت کے مسلک سے مطابق ہے اور مذاہب باطلہ کے عقائد کو رد و باطل کرنے والا ہے۔
خادم علماء دین متین
محمد شہاب الدین عفی اللہ عنہ وعن اسلافہ

(۸) ذالک الجواب حق وصحیح لا ریب فیہ
کتبہ حاجی امام الدین

(۸) اس جواب کے حق و صواب ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ حاجی امام الدین

(۹) ھذا الجواب صحیح بلا ارتیاب
کتبہ عبد الوہاب غفر اللہ

(۹) جواب ھذا بلاشک و ارتیاب صحیح ہے۔
عبد الوہاب غفر اللہ

(۱۰) جوابات ھذا بہ اتفاق جمیع علماء عظام اہل سنت و جماعت رحمہم اللہ تعالیٰ وجمہور صوفیہ صافیہ کرام قدس اللہ اسرارہم وافاض علینا من فیوضاتہم صحیح وحق لا ریب فیہ وہر کہ منکر آں باشد

(۱۰) باتفاق جمیع علمائے عظام اہل سنت و جماعت اور جمہور صوفیائے کرام یہ جوابات بلا کسی شک صحیح و درست ہیں قدس اللہ اسرارہم وافاض علینا من فیوضاتہم۔

یخاف علیہ لسوء الاخرہ

فقیر: سید قادر محی الدین فخر الصفوی
ابن سید شاہ عبد القادر فخری قدس اللہ سرہ

(۱۱) اجوبۂ اسئلہ مندرجہ فتوی ھذا از جانب مجیب مفتی محقق جامع شریعت و طریقت حاوی حقیقت و معرفت زبدۃ العارفین قدوۃ الواصلین سیدنا و مولانا و استاذنا مولوی حافظ حاجی سید شاہ محی الدین صاحب قبلہ قادری ویلوری مدظلہ العالی حق و مطابق واقع و موافق مذہب حقہ اہل سنت و جماعت است و سائر صوفیہ صافیہ عالیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

فقیر سید عبد القادر حنیف الدین
فخر الصفوی

(۱۲) ما اجاب المجیب حق و مطابق للشریعۃ والطریقۃ
سید مرتضیٰ عفی اللہ عنہ

(۱۳) ھذا الجواب صحیح بلا شبھۃ فیہ
کتبہ: میر عنایت علی یغفرلہٗ

(۱۴) ھذا الجواب صحیح لا ریب فیہ
خطیب حافظ غلام احمد

اور جو شخص بھی ان جوابات کا انکار کرے اسکی آخرت خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔

فقیر:- سید قادر محی الدین فخر الصفوی
ابن سید شاہ عبد القادر فخری قدس سرہ

(۱۱) مفتی، محقق، جامع شریعت و طریقت، حاوی حقیقت و معرفت، زبدۃ العارفین، قدوۃ الواصلین سیدنا مولانا، استاذنا، مولوی حافظ، حاجی سید شاہ محی الدین (قطب ویلورؒ) صاحب قبلہ قادری ویلوری مدظلہ العالی کی جانب سے اس فتویٰ میں درج کئے ہوئے سوالات کے جوابات صحیح ہیں اور اہل سنت وجماعت اور تمام صوفیائے کرام کے مذہب حق کے موافق و مطابق ہیں۔

فقیر: سید عبد القادر حنیف الدین
فخر الصفوی

(۱۲) مجیب (حضرت قطب ویلورؒ) کا تحریر کردہ جواب شریعت و طریقت کے مطابق ہے۔
سید مرتضیٰ عفی اللہ عنہ

(۱۳) اس جواب کے صحیح ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔
میر عنایت علی یغفرلہٗ

(۱۴) بلا ریب یہ جواب صحیح ہے۔
خطیب حافظ غلام احمد

(۱۵) ھذا الکلام صحیح مطابق لاصول اھل الحقیقۃ والشریعۃ
میر تصدق حسین

(۱۶) صح الجواب موافقا للسنۃ والجماعۃ والکتاب واللہ اعلم
محمد عبد الکریم

(۱۷) جواب ھذا صحیح است ومطابق اعتقاد اھل سنت وجماعت وعلماء آن است
غلام کلیم اللہ

(۱۸) ھذا الجواب صحیح
محمد یوسف علی

(۱۹) ھذا الجواب مطابق مذھب اھل الشریعۃ والطریقۃ۔ واللہ اعلم بالصواب
احمد حسین عفی اللہ عنہ

(۲۰) فتوائیکہ مولوی صاحب والا مناقب عالی مناصب ہدایت مآب ارشاد وانتساب حاجی الحرمین جامع الطریقین مولوی معنوی شاہ محی الدین صاحب قادری لبشرح وبسط مستند با اسانید کتب معتبرۂ شریعت وطریقت تحریر فرمودہ اند عین صواب است
کتبہ الضعیف العبد سید علی بخش البیض کان اللہ لہ

(۲۱) آنچہ شاہ صاحب حقائق دستگاہ با جوبہ آں پرداختہ اند حق ومطابق شرع شریف است کتبہ محمد سعید بن صبغۃ اللہ الشافعی مدرس

(۲۲) ھذا الجواب صحیح حافظ محمد عبد الحکیم

(۱۵) یہ فتویٰ صحیح ہے اور اہل شریعت وحقیقت کے اصول سے مطابق ہے
میر تصدق حسین

(۱۶) جواب صحیح ہے اور کتاب اللہ اور مسلک سنت وجماعت کے مطابق ہے۔ محمد عبد الکریم

(۱۷) یہ جواب صحیح ہے اور اہل سنت وجماعت اور اس کے علماء کے اعتقاد سے مطابقت رکھتا ہے۔
غلام کلیم اللہ

(۱۸) جواب ہذا صحیح ہے۔
محمد یوسف علی

(۱۹) یہ جواب اہل شریعت وطریقت کے مذہب سے مطابق وموافق ہے واللہ اعلم بالصواب
احمد حسین عفی عنہ

(۲۰) مولوی صاحب والا مناقب عالی مناصب ہدایت مآب ارشاد وانتساب حاجی الحرمین جامع الطریقین مولوی معنوی شاہ محی الدین صاحب قادری (قطب ویلور علیہ الرحمہ) نے شریعت وطریقت کی معتبر کتابوں کی اسناد سے شرح وبسط کے ساتھ یہ جو فتویٰ تحریر فرمایا ہے وہ عین صواب ہے۔
العبد الضعیف سید علی بخش البیض

(۲۱) شاہ صاحب (حضرت قطب ویلور) نے جو جوابات تحریر فرمایا ہے وہ درست اور شریعت کے موافق ہیں محمد سعید بن صبغۃ اللہ شافعی مدرس

(۲۲) یہ جواب صحیح ہے۔ حافظ محمد عبد الحکیم

نائب ناظم دارالعلوم لطیفیہ
حضرت مکان ویلور

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے پیغمبر سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام دنیا میں تشریف لائے۔ اور ان پیغمبروں کے زمانے میں لوگوں کو جو بھی مسائل درپیش ہوئے اللہ نے وحی کے ذریعے ان کے احکام بیان کیا اور ان پیغمبروں نے اپنی اپنی امت کے روبرو تمام مسائل کے احکام بیان کر دیا۔ ان نبیوں کے زمانے میں جو جو احکام بیان کئے گئے وہ ان کی امتوں کے حالات، معاملات اور مقامات کی رو و رعایت پر مبنی رہے اور ہمارے پیغمبر آخرالزماں خاتم النبیین کی بعثت کے بعد وحی کے ذریعہ احکام بیان کئے جانے کا امکان نہیں رہا۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان تمام ممکنہ مسائل کا حل بتا دیا جو قیامت تک پیدا ہو سکتے تھے۔ اور اب وحی محمدی کے احکام اور قوانین ایسے مکمل و جامع اور ایسے مستحکم ہیں کہ دنیا خواہ کتنے ہی کروٹ بدلے اور اس میں کیسا ہی تغیر اور تبدیلی ہو اسلامی شریعت ہر ضرورت اور ہر مسئلہ کا حل ضرور بتا دے گی۔

موجودہ دور میں یتیموں کے مسائل کس قدر نازک اور کس قدر اہم ہیں یہ کسی سے پوشیدہ بات نہیں۔ دنیا کی بڑی طاقتیں اور ترقی یافتہ حکومتیں یتیموں کی تربیت، تعلیم اور ان کی خوش حال زندگی کی تعمیر و ترقی کے لئے کیا کیا اسکیمیں اور منصوبے تیار کر رہی ہیں، پھر بھی معاشرہ میں یتیموں کی وہ حیثیت پیدا نہ ہو سکی جو اسلام نے چودہ سو سال قبل ہی یتیموں کو دے رکھی ہے۔

یتیموں سے متعلق اسلام کے احکام پیش کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یتیم کی تعریف کی جائے۔ یتیم وہ ہے جس کے سر سے ماں باپ کا سایہ اٹھ گیا ہو اور اگر صرف ماں دنیا سے کوچ کر گئی ہو تو وہ بھی یتیم ہی کے زمرہ میں شامل ہوگا لیکن اس کو لسیر کہا جائے گا۔

دنیا میں اسلام کی آمد سے پہلے یتیموں کی حالت انتہائی خراب وخستہ اور ناگفتہ بہ تھی ۔ معاشرہ میں ان کا کوئی مقام ومرتبہ نہ تھا اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی اور سفاکی و بے رحمی عام تھی۔ رشتہ دار اور خویش اقارب ان کے مال و اسباب پر قابض ہوجاتے تھے اور انہیں ان کے والدین کے اثاثہ اور ترکہ سے محروم کردیتے تھے۔ اس قسم کی مسموم فضا ہرسو پھیلی ہوئی تھی کہ اسلام کا ظہور ہوا اور حضرات صحابہ کرام اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر کفار و مشرکین کے خلاف محاذ آراء ہوئے اور ان غزوات میں بعض صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا تو ان کے بچوں کی پرورش و پرداخت اور ان کی تعلیم و تادیب کا مسئلہ کھڑا ہوا۔ چنانچہ قرآن کریم کا ارشاد ہے ویسئلونک عن الیتامیٰ قل اصلاح لھم خیر، لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے، ان کے کام کا سنوارنا بہتر ہے یعنی یتیموں کی ہر قسم کی اصلاح بہت ہی ثواب اور بڑے ہی اجر کا کام ہے جیسے اخلاقی معاشرتی، تعلیمی، مالی اور امدادی وغیرہ۔

اس کے بعد یتیموں کے بارے میں وقتاً فوقتاً آیات نازل ہوتی رہیں جن کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح ہوجائیگی کہ اسلام نے یتیموں کے لئے کیسا نظام قائم کیا ہے اور کیا کیا احکامات صادر کیا ہے۔

الم یجدک یتیما فاویٰ ...... فاما الیتیم فلا تقھر۔ (الضحیٰ)

خاتم النبیین ؐ سے خطاب ہوا کہ آپ کو خود ہی عملاً تجربہ ہے کہ یتیمی کا دور کیسا ہوتا ہے، لہذا آپ یتیم کے ساتھ حسن سلوک فرمائیے ۔

یہ حکم درحقیقت حضور اکرم کے واسطہ سے امت کے افراد کو ہے کہ جن لوگوں کو یتیمی کا زمانہ ملا ہے، وہ اچھی طرح احساس کرسکتے ہیں کہ یہ کیسا نازک دور ہوتا ہے لہذا انہیں چاہئے کہ یتیموں کی دیکھ بھال خصوصی طور پر کریں۔

عدل وانصاف تو ہر طبقہ اور جماعت کے حق میں ضروری اور لازمی ہے تاہم یتیموں کے باب میں خصوصیت کے ساتھ تاکید کی گئی کہ یتیموں کے معاملہ میں انصاف پر قائم رہو وان تقوموا للیتمیٰ بالقسط۔

اور ارشاد ربانی ہوا :

وان تخالطوھم فاخوانکم واللہ یعلم المفسد من المصلح ولوشاء اللہ لاعنتکم ان اللہ عزیز حکیم۔

اور اگر تم ان کے ساتھ خرچ شامل رکھو، تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ مصلحت کے ضائع

کرنے والے کو اور مصلحت کی رعایت رکھنے والے کو جانتے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تم کو مصیبت میں ڈال دیتے، اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

اس طرح یتیم کی پرورش و پرداخت کے ساتھ ساتھ ان کے مال کی حفاظت کی جانب توجہ دلائی گئی تو لوگ یتیموں کی خدمت بہت ہی خندہ پیشانی اور رضا و رغبت اور خوشنودی رب کی خاطر انجام دینے لگے۔ اور یتیم جو خود کو بے بس و مظلوم اور بے سہارا سمجھ رہے تھے اب خوشی خوشی اللہ اور اس کے رسولؐ کی رحمت کے سایہ میں زندگی بسر کرنے لگے۔ لیکن یتیموں کے بعض سرپرست جو درحقیقت سرپرست تھے انہوں نے یتیموں کے مال و اسباب اور جائداد کو اپنے ذاتی مصرف میں استعمال کرنا شروع کیا تو ایک قانون مرتب ہوا کہ جب یتیم سن رشد کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جائے چنانچہ ارشاد خداوندی ہوا۔

وابتلوا الیتمیٰ حتیٰ اذا بلغوا النکاح فان انستم منھم رشدا فادفعوا الیھم اموالھم ولا تاکلوھا اسرافا و بدارا ان یکبروا۔ ومن کان غنیا فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف فاذا دفعتم الیھم اموالھم فاشھدوا علیھم وکفیٰ باللہ حسیبًا۔

اور تم یتیموں کو آزمالیا کرو، یہاں تک کہ جب وہ نکاح کو پہنچ جائیں۔ پھر اگر ان میں یک گونہ تمیز دیکھو تو ان کے اموال ان کے حوالے کر دو۔ اور ان کے اموال کو ضرورت سے زائد اٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہو جائیں گے۔ جلدی جلدی اڑا کر مت کھا ڈالو۔ اور جو شخص مستغنی ہو تو وہ اپنے کو بالکل بچائے۔ اور جو شخص حاجت مند ہو تو وہ مناسب مقدار سے کھا لے۔ پھر جب ان کے اموال ان کے حوالہ کرنے لگو تو ان پر گواہ کر لیا کرو، اور اللہ ہی حساب لینے والے کافی ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ النعمان علیہ الرحمہ کے نزدیک یہ ہے کہ پچیس سال تک کی عمر تک انتظار کرو اور اس درمیان یتیم کو عقل اور سمجھ بوجھ آ جائے تو مال اس کے حوالے کر دو۔ ورنہ پچیس سال کی عمر کے بعد ہر حال میں اس کا مال اسے دے دو۔ اور یتیم کی پرورش کرنے والا شخص محتاج ہو تو اسے اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنی خدمت کے صلہ میں کچھ اجرت لے لیکن یتیم کے مال کی حفاظت کے دوران اس کے مال میں ہرگز اسراف نہ کرے اور جب کسی یتیم کو اپنی نگرانی میں لے رہا ہو تو اس کو چاہئے کہ چند گواہ رکھ لے اور جب اس سرپرستی و نگرانی سے دست بردار ہو رہا ہے تو اس وقت بھی چند گواہ رکھ لے۔

یتیموں کے تعلق سے اللہ نے جو احکامات نازل فرمایا ان میں سے ایک یہ بھی ہے:

ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم

ذریۃ ضعفا خافوا علیھم فلیتقوا اللہ
ولیقولوا قولا سدیدا۔ ان الذین یاکلون
اموال الیتمیٰ ظلما انما یاکلون فی بطونھم
نارا وسیصلون سعیرا۔

اگر تم یہ چاہتے ہو کہ جب تم دنیا سے کوچ
کر جائیں تو تمہاری اولاد کے ساتھ نیک سلوک ہو تو تمہیں
چاہئے کہ تم اپنی زندگی میں یتیموں کے ساتھ اس طرح کا
سلوک کرتے رہو جیسا کہ تم اپنی اولاد کے ساتھ کیا کرتے
ہو' اور بے شک اگر تم کسی یتیم کا مال ناحق طور پر کھاتے
ہو تو تم اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہے ہو۔

یتیم کے مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ بھی تھا
کہ لوگ یتیم لڑکیوں کو ان کا حسن وجمال اور مال ودولت
کو دیکھ کر نکاح کر لیتے اور پھر اس کے بعد ان کے ساتھ
ظلم وستم شروع کر دیتے تھے اور ان کے مال ودولت کو اپنی
ذاتی غرض اور مفاد پر بے دریغ خرچ کرنے لگتے تھے' اور
وہ بے چاری لڑکیاں جن کا دنیا میں اللہ اور رسول کے
سوا کوئی ہمدرد اور مونس وغمخوار نہیں ہوتا تھا' وہ انتہائی
بے کسی اور بے بسی کے عالم میں زندگی کے دن گذارتی تھیں
اور ان کے ساتھ نار وا سلوک کا یہ عالم تھا کہ ان کا حق
(مہر) تک ادا نہیں کرتے تھے۔ اس پر اللہ نے سورۃ
النساء میں تفصیل کے ساتھ یہ احکامات نازل فرمایا'
کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کرو تو اس شرط پہ کہ
ان کے ساتھ حسن سلوک اور پورا پورا انصاف کیا
جائے اور ان کے حقوق کا پورا خیال رکھا جائے۔

حاصل کلام قرآن کریم میں یتیموں سے متعلق
متعدد مقامات پر ہدایت اور تاکید اس بات کی
ضامن ہے کہ یتیم مسلمانوں کی توجہ وعنایت کا سخت
محتاج ہے۔ اسکی اہمیت کو پوری طرح سمجھنے کے لئے یہ
مثال بہت ہی مفید ہے۔ اگر کسی باغ کا مالک مر جائے
تو اس باغ کا نتیجہ کیا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ باغ کی بہاریں
اجڑ جائیں گی اور اس کا لہلہاتا ہوا سرسبز وشاداب
باغ تباہ وبرباد ہو جائے گا اور اس باغ کی تازگی
اسی وقت قائم رہ سکتی ہے جبکہ کوئی شخص باغبانی کا
کام اپنے ذمہ لے۔ اسی طرح کسی خوش وخرم خاندان
کا سرپرست اچانک انتقال کر جائے تو اس کنبہ کا حال
بھی وہی ہوگا جو اس باغ کا ہو سکتا ہے۔ اسی لئے
اللہ نے یتیم کی پرورش وپرداخت اور تعلیم وتربیت
اور اس کے ساتھ صلہ رحمی وحسن سلوک کرنے والوں
کو بڑے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والوں
اور انکی پرورش وکفالت کرنے والوں کا مقام اور
درجہ جنت میں بہت ہی بلند ترین بتلایا کہ ایسا شخص
ذات رسالتمآب سے قریب رہیگا۔ چنانچہ حدیث
شریف میں ہے انا وکافل الیتیم کھاتین جنت
میں میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا اس طرح قریب
رہیں گے جیسے ہاتھ کی انگلیاں۔

نیز ارشاد فرمایا:

مسلمانوں کے گھروں میں وہ گھر سب سے اچھا اور بہتر ہے جس میں کوئی یتیم پرورش پا رہا ہو، اور اس کے ساتھ نیک سلوک کیا جا رہا ہو اور وہ گھر سب سے بدترین ہے جس میں کوئی یتیم ہو اس کے ساتھ ناروا سلوک اور زیادتی کی جا رہی ہو۔

نیز ارشاد فرمایا:

جو شخص اللہ اور رسول کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے صرف یتیم کے سر پر ازراہ شفقت و محبت اپنا ہاتھ پھیرے گا تو اس کو اتنا ثواب دیا جائیگا جتنا کہ اسکا ہاتھ یتیم کے بالوں پر سے گذرا ہے۔

نیز فرمایا، جو کسی یتیم بچہ کو اپنے گھر بلا کر لائے اور اس کو کھلائے پلائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی نعمت عطا فرمائے گا بشرطیکہ اس نے کوئی ایسا گناہ نہ کیا ہو جو بخشائش کے لائق نہ ہو۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ "سیرت النبی" جلد ششم میں لکھتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے عرب کی فطرت بدل دی۔ وہی دل جو بے کس و ناتواں یتیموں کے لئے پتھر سے زیادہ سخت تھے، وہ موم سے زیادہ نرم ہو گئے۔ ہر صحابی کا گھر ایک یتیم خانہ بن گیا۔ ایک ایک یتیم کی کفالت کے لئے کئی کئی ہاتھ ایک ساتھ بڑھنے لگے اور ہر ایک اس کی پرورش اور کفالت کے لئے اپنے آغوش محبت کو پیش کرنے لگا۔ بدر کے یتیموں کے مقابلہ میں جگر گوشۂ رسول فاطمہ بتولؓ اپنے دعویٰ کو اٹھا لیتی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے خاندان اور انصار وغیرہ کی یتیم لڑکیوں کو اپنے گھر لے جا کر دل و جان سے پالتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابی کا یہ حال تھا کہ وہ کسی یتیم بچّہ کو ساتھ لئے بغیر کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے۔

صحابہ نے یہی نہیں کیا کہ یتیموں کو ان کا حصّہ دینے اور ان کے مال و دولت کی تولیت و نگرانی میں دیانت داری برتنے لگے بلکہ ان کی جائدادوں کی حفاظت میں فیاضی اور سیر چشمی کا پورا ثبوت دیا۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں ایک یتیم نے ایک شخص پر ایک نخلستان کے متعلق دعویٰ پیش کیا مگر وہ دعویٰ ثابت نہ ہو سکا، اور آپ نے وہ نخلستان مدعا علیہ کو دلا دیا۔ وہ یتیم اس پر رو پڑا۔ آپ کو رحم آیا۔ اور اس مدعا علیہ سے فرمایا کہ تم یہ نخلستان اس کو دے دو۔ خدا تم کو اس کے بدلہ جنت دیگا۔ وہ اس ایثار پر راضی نہ ہوا۔ ابوالدحداحؓ صحابی حاضر تھے، انہوں نے اس شخص سے کہا، کیا تم اپنا یہ نخلستان میرے فلاں باغ سے بدلتے ہو۔ اس نے آمادگی ظاہر کی۔ انہوں نے فوراً بدل دیا، اور وہ نخلستان اپنی طرف سے اس یتیم کو ہبہ کر دیا۔

حاصل کلام ملت کے وہ کم سن معصوم

بچے جو اپنے والدین کے سایہ شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں ان کی تعلیم وتربیت، پرورش و پرداخت اور تادیب ہر مسلمان کا دینی واخلاقی فریضہ ہے۔ اور ان بچوں کے خاطر جگہ جگہ یتیم خانے قائم کرنا چاہئے تاکہ ملت کی یہ نئی نسل تعلیم وتربیت اور صنعت وحرفت سے آراستہ ہو کر قوم کے بازو کو مضبوط کر سکے اور وہ خود کفیل بن جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو یتیموں کی کفالت کی توفیق عطا فرمائے۔

پیشکش
سید وحید الدین عرف رفضل باشاہ گنگاوتی متعلم دارالعلوم لطیفیہ ویلور

● ایمان دار لوگ وہ ہیں کہ جب اللہ کو یاد کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اس کی آیات ان کے پاس پڑھی جائیں تو وہ ان کا ایمان اور زیادہ کرتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

(قرآن کریم)

بندہ مومن کا دل بیم وریا سے پاک ہے
قوت فرماں روا کے سامنے بیباک ہے

● اے مسلمانو! اپنی اپنی خیرات کو احسان جتانے اور سائل کو ایذا دینے سے اس شخص کی طرح اکارت مت کرو، جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روزِ قیامت پر یقین نہیں رکھتا۔

(قرآن کریم)

● زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، شام کو صبح کی اور صبح کو شام کی امید نہیں۔ تندرستی میں بیماری کے لئے اور زندگی میں آخرت کے لئے سامان تیار کرو۔

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم)

● جب کسی بندہ پر خدا کی نعمت زیادہ ہوتی ہے، تو اس کی طرف لوگوں کی حاجتیں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ پس اگر وہ ان سے سستی برتتا ہے تو وہ اس نعمت کے کھونے کے درپے ہوتا ہے۔

(سرور کائنات)

● جاہل اپنے دل میں جو کچھ ہے ظاہر کرتا ہے، مگر دانشمند سے آخری موقعہ تک چھپائے رکھتا ہے۔

(حضرت سلیمانؑ)

ورفعنا لک ذکرک

از:
مولوی حافظ
ابوالنعمان
بشیر الحق
قریشی قادری ادھونی
استاذ دارالعلوم لطیفیہ۔

باعثِ ایجادِ کون ومکان، صاحب
لولاک لما خلقت الافلاک امام الانبیاء والمرسلین
سید البشر والاملاک، تاجدارِ انک لعلیٰ خلق عظیم
خیر الوریٰ، سرورِ کائنات، افضل موجودات سیدنا محمد
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اللہ کی جانب سے
جو انعامات واکرامات اور عنایات ونوازشات ہوئیں،
اور آپ جنت میں داخل ہونے تک جو کچھ ہونے والی ہیں، ان
کا اندازہ اور احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو انعامات اور خصوصیات
حاصل ہوئیں وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس میں دوسرے
انبیائے کرام بھی شریک ہیں لیکن وہ نعمت حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو سارے انبیائے کرام سے قبل اور تمام سے
زیادہ دی گئی اور آپ کے بعد ہی دوسرے پیغمبروں
کو آپ ہی کے وسیلہ سے عطا کی گئی۔ اور دوسری قسم وہ
ہے جو آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے جس میں آپ کا کوئی
شریک اور سہیم نہیں۔ ہر دو قسم کی نعمتوں کا ذکر اختصار
اور اجمال کے ساتھ ہدیہ ناظرین ہے:۔

● مالک حقیقی اللہ تعالیٰ خود اپنے محبوب بندے اور
رسول سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور
خوشنودی چاہتا ہے چنانچہ حدیث قدسی ہے، کل
یطلب رضائی وانا اطلب رضاک یا محمدؐ۔
تمام انبیائے کرام، مرسلین عظام اور ملائکہ مقربین وغیرہ
میری خوشنودی چاہتے ہیں اور میں (جو عالم کا رب اور
مالک علی الاطلاق ہوں) تمہاری رضا وخوشنودی
چاہتا ہوں۔

بخاری شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ
عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے عرض کیا اری ان کلا یطلبون رضی اللہ تعالیٰ
وھو یطلب رضاک یا رسول اللہ یا رسول اللہ!
میں دیکھ رہی ہوں کہ سب اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی
کے خواہاں اور جویاں ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی رضا
وخوشی چاہتا ہے۔

اللہ نے آپ کو کامل مرتبہ کے ساتھ شرح صدر
شریف کی نعمت عطا فرمائی اور سینۂ مبارک کو علم وحکمت

اور نور و معرفت سے بھر دیا۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ شرح صدر حوصلہ کی فراخی و کشادگی کے مطابق ہوگی اور کوئی آدمی اس وقت تک کسی شخص کے کمال اور اس کے مرتبہ و مقام اور حوصلہ کی وسعت دریافت نہیں کر سکتا جب تک وہ خود اس مرتبہ و کمال کو نہ پہنچ جائے۔ چنانچہ عوام الناس اگر چاہیں کہ گفتگو کے ذریعہ ملوک و سلاطین کے حوصلہ کی وسعت معلوم کریں تو ہرگز سمجھ نہیں سکتے۔ اس لئے کہا گیا لا یعرف الولی الا الولی ولا یعرف النبی الا النبی ولی کو ولی اور نبی کو نبی ہی کما حقہٗ پہچان سکتے ہیں۔ لہٰذا شرح صدر مصطفوی انسانی عقل و فہم سے بالاتر چیز ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہؐ کے کمال کا مرتبۂ خاتمیت (ختم النبوۃ) ہے جو کسی شخص کو حاصل نہیں۔

کسی نے خوب کہا:

یا صاحب الجمال ویا سید البشر
من وجهك المنير لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے صاحب جمال اور اے سید البشر آپ کے چہرۂ پر انوار سے چاند منور ہوا اور کما حقہٗ آپ کی تعریف و توصیف کرنا ناممکن ہے۔ بس اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کے بعد آپ ہی کا مرتبہ اور مقام ہے۔

فتح العزیز اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ کسی شخص نے حضرت خالد بن ولید سے سرورِ عالم کے شمائل و فضائل اور مناقب و صفات سے متعلق پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ کے صفات و کمالات، فضائل و شمائل اور مناقب و محاسن کا احاطہ اور شمار کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے، لہٰذا میں اسی اجمالی جملہ اور فقرہ پر اکتفا کرتا ہوں الرسول علی قدر المرسل۔ قاصد کا مقام مرسل کے مقام کے اعتبار سے متعین ہوگا۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امور و شیون اور بالخصوص طاعات، معارف، علوم اور ارزاق کے حصے اور ان کی تقسیم میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے خلیفۂ اعظم ہیں جیسا کہ زبان نبوت نے ارشاد فرمایا انما انا قاسم والمعطی هو الله، عطا اور بخشش تو اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے ہے، میں تو صرف تقسیم کرنے والا ہوں۔

اللہ نے حضور اکرم کو خزائن کی کنجیاں عطا کی ہے تاکہ آپ تمام عالم میں ہر ایک کو اس کی استعداد اور طلب کے مطابق عطا کریں، لہٰذا جو چیز بھی اس عالم میں ظاہر ہو رہی ہے وہ خزائن الٰہی سے بواسطۂ نبوی عنایت کی جا رہی ہے۔ چنانچہ ابن حجر مکی نے یہی بات "شرح ہمزیہ" میں کہی ہے کل انما یعطی من تلك الحضرة النبوة علی قدر استعدادہ۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ملا ہوا ہے، چنانچہ اذان میں، اقامت میں، تشہد میں، خطبہ میں، کلمۂ طیبہ میں، کلمۂ شہادت

میں اور رب تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا حکم دیا وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت و پیروی کا حکم دیا، اور جہاں بندوں پر اپنی نافرمانی حرام ٹھہرائی وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی اور عدم اطاعت کو حرام قرار دیا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ـــ ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جھنم خالدین فیھا ابدا۔ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔

اور حضرات صحابہ فرمایا کرتے تھے "اللہ و رسولہ اعلم" "اللہ ورسولہ احق ان یحکم" اور اس قسم کے فقرات اور جملے زبان زد خاص و عام تھے۔

ان تین مقامات کے سوا جہاں بھی اللہ کا ذکر آئے اسی کے ساتھ رسول اللہ کا ذکر بھی آیا ہوا ہے، پہلا مقام اذان کے شروع اللہ اکبر اور آخر میں لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہے۔ دوسرا مقام چھینک میں صرف الحمد للہ کہا جاتا ہے اور تیسرا مقام ہر کام کے شروع میں اور جانور ذبح کرنے کے وقت میں صرف بسم اللہ کہا جاتا ہے۔

مذکورہ تین مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہ ہونے کی بھی وجہ ہے جو کتب مطولات میں مذکور ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کو کسی دوسرے شخص کے نام کے ساتھ ملا کر ذکر کرنا سوء ادب ہے خواہ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت ابو بکر صدیق ہی کا اسم گرامی کیوں نہ ہو، چنانچہ ملا علی قاری "شرح مشکوٰۃ مرقات" میں فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت عمر فاروق رضی کے سامنے کہا: محمد وابوبکرؓ قالا۔ محمدؐ اور ابو بکرؓ فرماتے ہیں، اس پر حضرت فاروق نے اس کو سخت تنبیہ اور تعزیر کی اور فرمایا، قاتلک اللہ ھل سویت النبی و ابابکر، تیرا برا ہو، تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابو بکر کے برابر کر دیا۔ اگر دوسری مرتبہ تیری زبان سے اس طرح سن لوں تو میں تجھے قتل کر دوں گا ۔ انی سمعت مرۃ اخری ھذہ الکلمۃ منک تعتلک۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شخص گالی دے آپ کی شان اقدس میں تنقیص کرے۔ آپ کی ذات مکرم ونسب محترم میں عیب لگائے۔ آپ کے خصائل جمیلہ و عادات طیبہ میں سے کسی خصلت میں نقص کا اظہار کرے۔ آپ کا ذکر مبارک سہواً حقارت کے ساتھ کرے، کسی ایسی چیز کا ذکر تحقیر کے ساتھ کرے جو آپ کو پہنچی تھی جیسے مرض، شکست اور سحر وغیرہ، آپ کے اعضائے مبارک میں سے کسی عضو کو حقارت کے ساتھ کسی چیز سے تشبیہ دے، کسی امر واقعی کو توہین کے ساتھ بیان کرے مثلاً یہ کہے کہ محمدؐ بشر تھے، فقیر تھے، چادر بوسیدہ رہتی تھی۔

یہ ساری صورتیں صراحتاً ہو یا اشارۃً کنایۃً ہو یا تعریضاً سہواً ہو یا عمداً اور ہزلاً ان تمام صورتوں میں ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور ایسے شخص کے قتل پر علماء و ائمہ مجتہدین زمانۂ صحابہ سے لے کر آج تک مومن

و مسلمان متفق ہیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے من سبّنی فاقتلوہ جس نے مجھے گالی دے اس کو قتل کیا جائے۔

فقہاء حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہ کے طاعن اور شاتم کو توبہ کی ترغیب دلائے بغیر قتل کردیا جائے گا اور اس کی توبہ مقبول نہیں ہے۔

اور فقہائے مالکیہ کا مذہب یہ ہے لاتقبل توبتہٗ ولاعذرہ وان ادعیٰ سھوًا و غلطًا کذافی مواھب اللدنیہ رسول اللہؐ کی شان اقدس میں گستاخی اور توہین کرنے والے کی توبہ مقبول نہیں اور اس کا عذر بھی قابل قبول نہیں اگرچہ کہ وہ اپنی غلطی اور سہو کا اعتراف کرے۔

علامہ شیخ مالکی 'مختصر الخلیل' میں فرماتے ہیں :-

رسول اللہ کے طاعن اور شاتم کا عذر اور توبہ قابل قبول نہیں اگرچہ کہ وہ یہ ظاہر کرے کہ اس نے اس چیز کے ذریعہ ذات رسالت مآبؐ کی تنقیص کا ارادہ نہیں کیا ہے بلکہ محض جہالت و غفلت اور سکر و مستی کے باعث یہ بات سرزد ہوئی تو ایسی صورت میں بھی اس شخص کو کافر ہی قرار دیا جائے گا۔

اور فقہاء شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی شان اقدس میں توہین و تنقیص اور سب و شتم کرنے والا شخص مرتد ہے لہذا اس سے توبہ طلب کریں۔ اگر وہ توبہ کرلے تو بہتر ہے ورنہ قتل کردیا جائے۔ شاتم رسولؐ کو توبہ کی ترغیب اور توجہ دلانے کے بارے میں شافعیوں کی دو رائے ہیں۔ بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ توبہ کی ترغیب دلانا واجب ہے۔ اور بقول بعض فقہاء تین یوم تک مہلت دی جائے۔ توبہ کرلے تو بہتر ہے ورنہ تین دن کے بعد اس کو قتل کردیا جائے خواہ مرد ہو یا عورت۔

شاتم رسول کے کافر ہونے کا مسئلہ عہد صحابہ سے لے کر موجودہ عصر تک بھی متفق علیہ رہا ہے اور ایسے شخص کا کافر ہونا کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن کریم کی دلیل یہ ہے :-

"ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرہ واعدلھم عذابًا مھینًا"

قاضی عیاض شافعی فرماتے ہیں دونوں جہاں میں لعنت کا مستحق کافر کے سوا کوئی اور شخص نہیں ہے۔ مذکورہ آیت شریف کی رو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانا خواہ کسی جہت سے ہو کفر ہے۔

اور سنت رسول کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن الاشرف کو اس بناء پر قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا کہ اس نے آپ کو طعن و تشنیع اور سب و شتم کے ذریعہ ایذا دی تھی چنانچہ ابو داؤد کی حدیث ہے۔ فانہ یوذی اللہ ورسولہ۔

اس مقام پر قابل غور پہلو یہ ہے کہ اذیت

دینے والے شخص کو قتل کر دینا یہ حضور اکرم کا حق ہے اور اس معاملہ میں آپ مختار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایذاء دہندگان کو قتل کا حکم صادر فرمایا اور بعض کو معاف فرمایا' لیکن آپ کی وفات کے بعد آپ کو ایذا دینے والے شخص کے بارے میں یہ جاننا مشکل ہوگیا کہ آپ اسکو معاف کرنے والے ہیں' لہذا اسی تعذر و مشکل کی بناء پر یہ حکم باقی رہ گیا کہ حضور اکرم کو ایذا دینے والے شخص کو قتل کر دیا جائے۔

لہذا مسلمانوں کے لئے بھی یہ بات زیبا نہیں کہ وہ آپ کے حق کو ساقط کر دے' کیونکہ اب شاتم رسول کو معاف کرنے کے متعلق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی معلوم کرنا دشوار ہے۔ لہذا شاتم کو قتل ہی کر دینا چاہئے۔

اجماع کی دلیل ہے کہ علمائے سلف و خلف اور ساری امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کرنے والا شخص کے کفر پر متفق ہے۔ محمد بن سحنون فرماتے ہیں' علمائے امت اس مسئلہ میں متفق ہیں کہ ذات رسالتمآب پر سب و شتم کرنے والا شخص کافر ہے۔

خطابی فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ شاتم رسول کے واجب القتل ہونے کے مسئلہ میں کسی نے بھی اختلاف کیا ہو اگرچہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو مٹی نہیں کھائے گی چنانچہ ابو داؤد کی حدیث ہے کہ اللہ نے زمین پر حرام کیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے اجسام کو کھائے ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ایک دوسری حدیث ہے کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں باحیات ہیں اور وہ نماز ادا فرماتے ہیں۔ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون' لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں باحیات ہیں۔ امام سبکی شافعی "طبقات" میں ابن فورک سے نقل کرتے ہیں کہ قبر شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی از روئے حقیقت ہے، مجازاً نہیں یعنی جسد مبارک بوسیدہ نہیں ہوتا اور اس میں زندگی کی علامت ہمیشہ رہتی ہے۔ نماز ادا کرنا' تلاوت قرآن فرمانا' سلام کا جواب دینا' مسرور و محزون ہونا۔

امام الحرمین سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مال آپ کی رحلت کے بعد آپ ہی کی ملکیت پر باقی ہے۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول اللہ کا ترکہ آپ کے اہل اور خدام پر خرچ کیا کرتے تھے' کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ' جانتے تھے کہ آپ کا ترکہ آپ کی ملکیت میں باقی ہے اور یہ چیز آپ کی زندگی اور آپ کے حق میں بعض دنیاوی احکام کے اثبات کی متقاضی ہوئی۔

یہ دوسری بات ہے کہ شہدائے کرام برزخ میں زندہ رہنے کے باوجود ان کا ترکہ ان کی ملکیت میں باقی نہیں رہ سکتا اور یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار فانی سے کوچ کرنے کے بعد بھی ازواج مطہرات کے عقد کی حرمت

قائم رہے گی اور ان پر عدت بھی نہیں ہوگی۔

ممکن ہے اس مقام پر اشکال پیدا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر قرآن کریم ناطق ہے انک میت وانھم میتون اور خود زبان نبوت نے بھی یہ ارشاد فرمایا انی مقبوض اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی آپ کی وفات کا اعلان کیا فان محمدا قد مات اور سلف اور خلف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں موت اور وفات کے لفظ کے استعمال کو روا سمجھا تو پھر قبر شریف میں زندگی کیسی؟

اس اشکال کو امام سبکی شافعی اس طرح رفع فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موت کے بعد زندہ کئے گئے اور آپ کی موت غیر مستمر اور عارضی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جائے سمع آپ کے باقی ظاہری و باطنی حواس کی طرح اپنی حالت و کیفیت کے ساتھ باقی ہے جیسا کہ آپ کی وفات سے پہلے رہا۔ البتہ اتنی بات ہے کہ خدا نے آپ کو فرشتوں کی طرح غذائے حسی کی جانب محتاج ہونے سے مستغنی اور بے نیاز کر دیا ہے۔ اور ملکیت کی منتقلی کا مسئلہ تو واضح اور روشن ہے کہ وہ دائمی موت کے ساتھ مشروط ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور آپ اپنی امت کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔ امام جلیل القدر سعید بن المسیب فرماتے ہیں:۔

لیس من یوم الا یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃً و عشیۃً فیعرفھم بسیماھم واعمالھم کوئی دن ایسا نہیں ہوتا جس میں صبح و شام امت کے اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں نہ پیش کئے جاتے ہوں اور آپ امت کو ان کے اعمال ان کی نشانیوں سے پہچان لیتے ہیں۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روز قیامت شفاعت عظمیٰ کا منصب عطا کیا جائے گا اور ایسے وقت میں جب کہ لوگ انبیائے کرام کے نزدیک شفاعت کی درخواست پیش کر کے مایوس لوٹ آئیں گے اور آپ سے شفاعت کی التجا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

امام فخر الدین رازی اور علامہ جوزی فرماتے ہیں: علماء کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ مقام محمود سے مراد شفاعت ہے اور واحدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں، اس بات پر اجماع ہے کہ مقام محمود سے مراد شفاعت ہے، لہذا خود زبان نبوت نے مقام محمود کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے ھو المقام الذی اشفع فیہ لامتی مقام محمود وہی ہے جس میں اپنی امت کے لئے شفاعت کروں گا جیسا کہ "مواہب اللدنیہ" میں مرقوم ہے۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اولاد آدم کے سردار ہیں۔

چنانچہ ترمذی کی روایت ہے انا سید ولد آدم یوم القیامۃ ولا فخر وبیدی لواء الحمد ولا فخر۔ روز قیامت میں سارے انسانوں کا سردار رہوں گا اور میرے ہی ہاتھ میں حمد کا جھنڈا رہے گا اور یہ اعزاز و اکرام میرے لئے شکر و امتنان کا باعث ہوگا نہ کہ فخر و پندار۔

دوسری حدیث میں ہے:

انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا وانا شفیعھم اذا حبسوا وانا مبشرھم اذا ایسوا ولواء الحمد بیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربہ ولا فخر ویطوف علی الف خادم کانھم لؤلؤ مکنون۔

جب لوگوں کو زندہ کیا جائے گا تو میں سب سے پہلے نکل جاؤں گا اور جب سب کو اکٹھا کیا جائے گا تو میں ان کا قائد رہوں گا اور جب سب لوگ خاموش رہیں گے تو میں ان کی طرف سے بات کروں گا اور جب سب لوگ اپنے اپنے اعمال کے باعث مقید اور محبوس رہیں گے تو میں اس وقت ان کی شفاعت کروں گا اور جب لوگ مایوس ہو جائیں گے تو میں ان کو بشارت سناؤں گا اور میرے ہی ہاتھوں میں حمد کا علم رہے گا اور میں اپنے رب کے نزدیک اولاد آدم میں سب سے زیادہ مکرم اور معظم رہوں گا۔ اور میرے اردگرد ہزاروں خادم گھومتے رہیں گے گویا وہ پوشیدہ آبدار موتیاں ہیں اور اس اظہار و بیان سے مقصود تحدیث نعمت ہے۔

● اللہ نے رسول اللہ کے علو مقام کے اظہار کے تحت سارے نبیوں سے یہ عہد لیا کہ وہ آپ پر ایمان لے آئیں اور اگر آپ کو پالیں تو آپ کی نصرت و حمایت کریں، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ۔

حضرت علی ارشاد فرماتے ہیں:-

کوئی نبی ایسا مبعوث نہیں ہوا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عہد اور اقرار نہ لیا گیا ہو کہ اگر با حیات رہے اور حضور اکرم مبعوث ہوں تو آپ ایمان لائے اور آپ کی نصرت و حمایت کرے اور ہر نبی نے بھی اپنی امت سے یہی عہد و پیمان لیا کہ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان لائے گی اور نصرت و حمایت کرے گی۔

چنانچہ اسی میثاق کی بنا پر حضرت خضرؑ اور حضرت الیاسؑ جنہوں نے دور محمدی کو پالیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کی نصرت دین حنیف کی حمایت اور امت مرحومہ کی تائید میں کوشاں ہیں اور جب حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نزول فرمائیں گے تو وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور شریعت مصطفوی پر عمل پیرا ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات معجزہ صفات پر سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا اور آپ کی شریعت مطہرہ تمام آسمانی شریعتوں کے لئے ناسخ ہے، اور آپ کی بعثت تمام جن وبشر کی جانب ہوی جس پہ سب کا اتفاق ہے البتہ ملائکہ کی جانب مبعوث ہونے میں اختلاف ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوت کے اثبات پر قسم کھائی ہے والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین اور آپ کے عہد مقدس اور اور شہر مقدس اور حیات مقدس کی قسم کھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے خدا کی قسم کھانا جائز ہے، لیکن یہ جائز نہیں ہے کہ دوسرے پیغمبروں میں سے کسی پیغمبر کے نام سے قسم کھائیں جیسا کہ ابن عبدالسلام نے ارشاد فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں ما خلق اللہ وما ذراء وما براء نفسًا اکرم علیہ من محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وما سمعت اللہ اقسم بحیوۃ غیرہ۔

اللہ نے کسی متنفس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ برگزیدہ اور معظم ومکرم پیدا نہیں کیا اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ نے رسول اللہ کے علاوہ کسی اور کی زندگی سے قسم کھائی ہو۔

اللہ نے قرآن کریم میں سارے انبیاء کرام کو ان کے اسماء سے خطاب کیا یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم یا داؤد، یا زکریا، یا یحیٰی، یا عیسیٰ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان خطابات سے یاد فرمایا: یا ایھا المزمل، یا ایھا المدثر یا ایھا الرسول، یا ایھا النبی۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں۔ بعثت سے قبل اور بعد دونوں حالتوں میں آپ کا دامن صغائر وکبائر سے پاک وصاف رہا۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحو وبیداری کی حالت میں اپنے جسم کے ساتھ زمین سے انتہائی بلند مقام تک پہنچے اور اپنی چشم سر سے آیات کبریٰ کا مشاہدہ فرمایا۔

رسول اللہ کا نام عرش اعظم، سبع سماوات اور جنت وما فیہا کے اوپر لکھا گیا ہے جیسا کہ ابن عساکر سے مروی ہے۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم شریف بہت ہی بابرکت ہے اور دنیا وآخرت میں نفع بخش ہے چنانچہ حضرت انس کی حدیث ہے۔ اللہ نے قسم کھائی ہے کہ جس کسی کا نام محمد یا احمد ہوگا میں اس کو دوزخ میں داخل نہیں کروں گا۔

اور جو شخص بھی اپنے فرزند کا نام محمد رکھے تو اس کو چاہیئے کہ اپنے فرزند کی تکریم کرے۔ چنانچہ زبان نبوت نے ارشاد فرمایا اذا سمیتم الولد محمدًا فاکرموہ اس حدیث کو ملا علی قاری نے "تہذیب" میں ذکر کیا ہے۔

اور حضرت انس فرماتے ہیں: کسی بچے کا نام محمدؐ رکھنا ایسی صورت میں مکروہ اور ناپسندیدہ ہے جبکہ اس کی تعظیم نہ کی جائے اور کس قدر بے ادبی کی بات ہے کہ اپنے بچوں کا نام محمدؐ رکھیں اور پھر ان کو گالیاں دیں۔ اسی ناپسندیدہ و مکروہ صورت کے خاتمہ کے خیال سے حضرت عمر فاروقؓ نے اہل کوفہ کو لکھا تھا کہ کسی بچے کا نام محمدؐ نہ رکھیں جیسا کہ امام ابوجعفر طبری نے ذکر کیا ہے:

● رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اوپر ابر سایہ فگن رہتا تھا، جیسا کہ بیہقی اور ابونعیم نے روایت کی ہے اور رسول اللہؐ کا پسینہ مشک سے زیادہ خوشبودار تھا، اور آپ کسی گلی کوچہ سے تشریف لے جاتے تو پسینہ کی خوشبو جو ہوا میں سرایت کر جاتی تھی، اس سے لوگ پہچان لیتے تھے کہ آپ اس راہ سے گذرے ہیں۔

اور کسی شخص نے بھی آپ کے بول و براز کا اثر زمین پر نہیں دیکھا کیونکہ زمین شق ہو جاتی تھی اور اس میں فضلہ چلا جاتا تھا اور اس جگہ پر مشک کی بو مہکنے لگتی تھی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پچھنہ لگایا تو حضرت عبداللہ بن زبیر نے خون پی لیا اور اسی طرح غزوۂ احد میں رسول اللہ زخمی ہوئے اور خون جاری ہوا تو حضرت مالک بن انس نے آپ کا خون پی لیا۔ اس پر آپؐ نے یہ بشارت سنائی لن تصیبك النار تمہیں دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

حضرت انس بن مالک اور عبداللہ بن زبیر کے اس عمل سے بعض محققین یہ استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ کے فضلات پاک ہیں کیونکہ خون نجس العین ہے۔ یہی حکم آپ کے خون کا بھی ہوتا تو ضرور آپؐ صحابہ کو منع فرماتے۔

● رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ العالمین میرے اہل بیت میں سے کسی فرد کو آتش دوزخ میں داخل نہ فرما۔ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی جیسا کہ علامہ سیوطی نے "انموذج اللبیب" میں ذکر کیا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فاطمہؓ کے اوپر نکاح کرنا میرے لئے اذیت کا باعث ہے اور بالاتفاق ذات نبوی کو ایذا پہنچانا حرام ہے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر۔

حاصل کلام مذکورۃ الصدر خصائص کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بھی بے شمار ظاہری خصوصیات ہیں اور آپ کی معنوی خصوصیات، مراتب باطنی کے اعتبار سے ہیں جو لامتناہی ہیں، اور آیت "ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ" میں ان مراتب و مقامات اور انعامات کی جانب اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو کیا کیا نعمتیں عطا کرنے والا ہے ان کو مخصوص نہیں کیا ہے۔

واضح ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت و الفت رکھنا عین ایمان ہے اور فرائض میں فاضل ترین فرض ہے۔ محبت کا پہلا مرتبہ ایمان ہے اور اصلی مرتبہ ظاہر و باطن میں نبیؐ کی اطاعت و پیروی ہے، اور آپ کے

ساتھ عشق و محبت اور الفت و عقیدت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کے احکامات بجالائیں اور آپ کی منع کردہ چیزوں سے اجتناب کریں اور آپ کی ذات ستودہ صفات کو اپنی ذات سے اور اپنی اولاد سے اور اپنے والدین سے اور سارے انسانوں سے اور اپنے مال سے بلکہ ساری چیزوں سے زیادہ محبوب رکھیں۔ حدیث شریف ہے لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ ووالدہ وولدہ والناس اجمعین۔

صاحب مفہم فرماتے ہیں:

اس محبت سے صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم ترین ہونے کا اعتقاد رکھنا نہیں ہے اس لئے کہ یہ مستلزم محبت نہیں ہے کیونکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی اپنے دل میں کسی چیز کے عظیم ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے لیکن اس چیز کی محبت سے اپنے دل کو خالی پاتا ہے اور جب کوئی شخص اپنے محبوب کی جانب قلبی میلان نہ پائے تو اس پر محبت کا اطلاق صحیح نہیں۔ چنانچہ اس حقیقت کی تائید حضرت عمرؓ کے اس قول سے ہوتی ہے" اللہ کے رسولؐ۔ آپ میرے نزدیک بجز میرے نفس کے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں" اس پر ارشاد نبویؐ ہوا: من یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من نفسہ تم میں سے کوئی شخص بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نزدیک میں اس کی ذات سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا والذی انزل علیک الکتاب لانت احب الیّ من نفسی التی بین جنبی بخدا آپ مجھے اپنی ذات سے بھی زیادہ عزیز اور محبوب ہو گئے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الآن یا عمر ای الآن عرفت ونطقت بما یجب۔ ہاں اے عمرؓ۔ اب آپ نے حقیقی ایمان کی لذت و کیفیت پائی اور وہی کہا جو دل میں ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اس محبت کا وافر اور مکمل ترین حصہ صحابۂ کرام ہی کو حاصل رہا کیونکہ محبت معرفت کا ثمرہ ہے اور نبی کریمؐ کو سارے انسانوں میں سب سے زیادہ جاننے والے اور پہچاننے والے یہی حضرات تھے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرات صحابہؓ کی محبت کے واقعات کی کوئی حد ہی نہیں۔ مشتے نمونہ از خروارے کے مصداق ایک دو واقعات درج ہیں۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ غزوۂ احد میں ایک انصاری خاتون کے والد اور اس کے بھائی اور اس کے صاحبزادے اور اس کے شوہر کافروں کے ہاتھوں شہید ہو گئے تھے اور وہ عورت اس عالم میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کر رہی تھی۔ کسی نے کہا کہ آپؐ سلامت ہیں۔ اس پر عورت نے کہا۔ ذرا مجھے دکھلایئے کہ حضورؐ اکرم کس مقام پر جلوہ افروز ہیں چنانچہ وہ خاتون اس مقام پر گئی اور آپ کو دیکھا تو فرمانے لگی "کل

مصیبة بعدك جلل آپ سلامت رہیں تو
ہر مصیبت ہیچ ہے۔

حضرت انسؓ کی حدیث ہے کہ ایک شخص
بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا، اور آپ سے پوچھنے لگا کہ قیامت
کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا قیامت کے لئے کیا تیاری
ہوئی ہے۔ عرض کیا نماز روزہ اعمالِ خیر کا ذخیرہ زیادہ
مقدار میں نہیں ہے۔ البتہ اللہ اور اس کے رسول کو محبوب
رکھتا ہوں۔ رسول اللہ نے یہ سن کر فرمایا انت مع
من احببت' تم قیامت میں اسی کے ساتھ رہو گے'
جس کو تم محبوب رکھتے ہو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے فرمانے لگے والذی بعثك بالحق اسلام
ابی طالب کان اقر بعینی من اسلام ابی قحافہ
وذلك لان اسلام ابی طالب اقر بعینك
قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث
فرمایا۔ میرے والد ابو قحافہ مسلمان ہونے سے کہیں زیادہ
خوشی و مسرت تو مجھے ابو طالب اسلام قبول کرنے سے
ہوتی کیونکہ ابو طالب کے مسلمان ہو جانے سے آپ کی
آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں یعنی جس چیز میں رسول اللہ کی
خوشی ہے اسی چیز میں ہماری خوشی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات کا
وقت قریب آیا تو بہت مسرور ہوئے اور لوگوں سے
فرمانے لگے انشاء اللہ محبوب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے حضور میں پہنچ رہا ہوں۔

ایک خاتون حضرت عائشہؓ کے پاس آئی اور کہا
ام المؤمنین! مجھے رسول اللہ کی مزار شریف دکھلائیے۔!
حضرت عائشہؓ نے مزارِ نبوی کو دکھلایا' عورت پر رقت
طاری ہوئی اور آنکھوں سے آنسو کا سیلاب امنڈا' اور
اسی عالم میں اس کی رُوح پرواز کر گئی۔

منقول ہے کہ ایک عورت انتقال کر گئی' ایک
بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہارا حال کیا
ہے۔ عورت نے کہا الحمدللہ بہت اچھی حالت میں ہوں بزرگ
نے پوچھا کس عمل خیر کے صلہ میں یہ مقام نعیم عطا کیا گیا؟
عرض کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شوقِ دیدار کی
برکت سے جو میرے قلب میں جاگزیں تھا' اللہ نے مجھے
بخش دیا اور فرمایا میں کسی ایسے شخص کو عذاب دینے سے
حیا کرتا ہوں جس کے قلب میں میرے محبوب سے ملنے کی تڑپ
اور آرزو تھی۔

منقول ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانۂ حکومت میں
مدینۂ منورہ کے چند لڑکے شہر سے باہر کھیل کود میں مشغول
تھے اتفاقاً ان کا گیند ایک بت خانہ میں جا گرا تو سارے
بچے شور و غل کرتے ہوئے بُت خانہ میں داخل ہو گئے۔ راہب
ان کی چیخ و پکار سے غصہ میں آگیا اور رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کو بُرا بھلا کہنے لگا۔ اس پر تمام بچے برافروختہ ہو
گئے اور اس کو زد و کوب کرنے لگے اور وہ راہب اسی مار پیٹ
میں ہلاک ہو گیا۔

حضرت عمرؓ کو جب اس واقعہ کی خبر ملی' تو حیرت واستعجاب اور حسرت کے ساتھ صحابۂ کرام سے آبدیدہ ہوکر فرمانے لگے الحمدللہ مدینۂ منورہ کے یہ معصوم چھوٹے چھوٹے بچے اپنے نبیؐ کے ساتھ کتنی محبت والفت رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت اور الفت وعقیدت کی ایک علامت یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں آپ کی طاعت وپیروی کی جائے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ جب آپ پر ایمان لے آنا فرض ہوا اور ان ساری چیزوں میں آپ کو سچا اور صادق جاننا فرض ہوا جو آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لے کر آئے تو یہ بات بھی فرض ہو جاتی ہے کہ ہر حال میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے کیونکہ رب تعالیٰ کی جانب سے جو چیزیں آتی ہیں ان میں سے ایک چیز رسولؐ کی اطاعت بھی ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے :۔

(۱) یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ ورسولہ۔ (۲) قل اطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون (۳) وان تطیعوہ وتھتدوا۔
(۴) ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ
(۵) وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتھوا۔
(۶) اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔

غرض اللہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طاعت وپیروی کو اپنی اطاعت قرار دیا اور اس پر ثواب جزیل کا وعدہ فرمایا اور آپ کی پیروی نہ کرنے کی صورت میں عذاب شدید سے ڈرایا اور یہ فرض قرار دیا کہ آپ کے اوامر کی تعمیل کی جائے اور آپ نے جن امور سے منع فرمایا ہے ان سے اجتناب کریں اور آپ کی اطاعت کرنے کو دوسرے معنوں میں اللہ کو محبوب رکھنے کا ہم معنی قرار دیا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔ اے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق کی ایک علامت یہ ہے کہ زبان پر ہمیشہ آپ کا ذکر جاری رہے اور دل میں یاد تازہ رہے۔ چنانچہ یہ حقیقت مسلم ہے کہ کوئی شخص جب کسی چیز سے محبت رکھتا ہے تو اکثر اس کی زبان پر اسی کا ذکر رہتا ہے اور دل میں یاد تازہ رہتی ہے من احب شیئاً اکثر ذکرہ۔

ذکر رسول کی برکت اور تاثیر یہ ہے کہ قلوب کے اوپر گناہوں کی وجہ سے جو زنگ چھا جاتا ہے وہ زائل ہو جاتا ہے اور دل روشن ومنور ہو جاتے ہیں اور سینوں کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ لہذا کامل ترین قربات اور فاضل ترین عبادات یہ ہیں کہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد سے دلوں کو آراستہ کریں اور ہمیشہ آپ پر درود بھیجتے رہیں۔

قرآن کریم کی تعظیم وتکریم اور اس کی تلاوت اور اس میں غور وتدبر اور احادیث نبویؐ کا مطالعہ

قبرِ نبوی کی زیارت کا شوق اور ذکرِ رسولؐ کے وقت آپ کی تعظیم و توقیر کا اظہار اور حضرات صحابہؓ کے ساتھ الفت و عقیدت اور اہلِ بیت نبویؐ کے ساتھ محبت، یہ تمام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور عشق کی علامت ہے۔ آپ کے اہل بیت کے ساتھ محبت اور آپ کے مصاحبین کے ساتھ الفت رکھنے کے بارے میں بکثرت احادیث منقول ہیں۔ چنانچہ ترمذی کی حدیث ہے احبّوا اھل بیتی بحبّی میرے اہل بیت کو میری نسبت اور محبت کی خاطر محبوب رکھیں۔

بیہقی کی روایت ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لایومن عبد حتی اکون الیہ من نفسہ ویکون عزتی احب الیہ من نفسہ ویکون اھلی احبّ الیہ من اھلہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی ذات سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں اور میرے اہل بیت اس کے نزدیک اسکی ذات اور اس کے اہل و عیال سے زیادہ عزیز نہ ہو جائیں۔

یہی وجہ تھی کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الیّ من ان اصل قرابتی میرے نزدیک رسول اللہؐ کے قرابت دار میرے اہل و عیال سے زیادہ عزیز ہیں۔

علامہ ابن حجر مکی "صواعق" میں لکھتے ہیں علم من الاحادیث وجوب محبۃ اھل البیت وتحریم بغضھم التحریم الغلیظ و بلزوم محبتھم صرح البیھقی والنووی بل نص علیہ الشافعی فی قولہ۔

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم فرض
من اللہ فی القرآن انزلہ

احادیث سے یہ بات واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ساتھ محبت و الفت رکھنا واجب ہے اور ان کے ساتھ بغض و عناد حرام ہے جیسا کہ امام بیہقی اور امام نووی نے تصریح کی ہے اور امام شافعی نے اپنے اس قول سے حجت قائم کی ہے۔

اے خانوادۂ رسولؐ بعنوانِ کلام الٰہی تمہارے ساتھ محبت رکھنا فرض ہے۔ "جواھر العقدین" میں مرقوم ہے وینبغی ان الفاسق من اھل بیت بدعۃ او غیرھا لایبغض ذاتہ لانھا بقعۃ منہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم وان کان بینہ وبینھا وسائط۔

اہل بیت کا فاسق شخص بدعات کے ارتکاب کی وجہ سے یا گناہوں میں مبتلا رہنے کی وجہ سے اس کے ساتھ بغض و عناد نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا پارۂ گوشت ہے اگرچہ کہ اس کے اور رسول اللہؐ و حضرت فاطمہؓ کے درمیان کئی واسطے ہوں۔

دیلمی کی حدیث ہے ادبوا اولادکم علی

ثلث خصائل حب نبیکم وحب اهل بیته وعلی قرأة القرآن اپنی اولاد کی تربیت اور تادیب میں ان تین باتوں کو ضرور شامل رکھیں۔ تمہارے نبیؐ کی محبت اور اہل بیت کی محبت اور قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام۔

اور حضرات صحابہ کرامؓ سے متعلق زبان نبوت نے ارشاد فرمایا من احبهم ای الصحابة فقد احبنی ومن ابغضهم فقد ابغضنی۔

جس نے صحابہ کرام کے ساتھ محبت کی گویا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے ان کے ساتھ بغض و عناد رکھا اس نے میرے ساتھ بغض و عناد رکھا۔

اس حدیث میں صاف اشارہ ہے کہ رسول اللہ کے مصاحبین کے ساتھ الفت و محبت اور عقیدت رکھنا فرض ہے اور ان کے ساتھ بغض و عناد رکھنا حرام ہے اور ان کے مابین واقع شدہ لڑائیوں سے متعلق سکوت اختیار کرنا واجب ہے۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ جو چیز بھی آپکی ذات اقدس کے ساتھ منسوب ہو اس کے حال کے مطابق اس چیز کی تعظیم و تکریم کرنا چاہیئے خواہ اس چیز کی نسبت قطعی ہو یا ظنی جیسے آپ کا عصا، نعلین، دستار، جبہ، بال اور ناخن وغیرہ۔ حضرت ابن عمرؓ سے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ انہوں نے حج کے موقعہ پر ان مقامات پر نماز ادا فرمائی جہاں رسول اللہ نے نماز ادا فرمائی تھی اور اس منبر شریف کو بوسہ دیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔

اس مقام پر حضرت شاہ عالم گجراتی کے اس واقعہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا جو آپ کے ملفوظات شریف میں موجود ہے۔

ایک مرتبہ ایک وزیر آپ کی مجلس میں شریک تھا، اچانک اس کے دل میں یہ خیالات گذرنے لگے کہ اذاں میں اشهد ان محمد رسول الله کے وقت لوگ محمدؐ کا نام سن کر اپنے دونوں انگوٹھوں کو چومتے ہیں اور اپنی آنکھوں کو لگاتے ہیں، آیا یہ فعل جائز ہونے کے لئے کوئی دلیل ہوگی یا نہیں ؟

وزیر کے دل میں گذرنے والے وساوس و خطرات کا انکشاف حضرت شاہ عالم کے قلب پر ہوا تو آپ نے فرمانے لگے۔

ہمارے زمانے کے لوگ بادشاہوں کی تعظیم اور اس کے اظہار کے طریقوں کے جائز ہونے کے لئے کوئی دلیل طلب نہیں کرتے لیکن سردار دوجہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کے لئے دلیل طلب کرتے ہیں، افسوس ہے ایسے لوگوں کے ایمان پر۔

(ملخص از فارسی قلمی مخطوطہ)

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

مولانا مولوی
بی محمد ابوبکر ملیباری
لطیفی
استاذ دار العلوم
لطیفیہ حضرت مکان ویلور

پندرھواں خارقہ مفہوم خیز ترجمہ کے ساتھ حاضر خدمت ہے
جس میں شاہ حیدر ولی اللہ علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد قبر شریف
کی تعمیر کا تذکرہ اور آپ سے صادر ہونے والے خوارق و کرامات
کا ذکر بھی ہے، جو ناظرین کے لئے درس عبرت ہے۔

خرقۂ پانزدہم چوں از انتقال آنحضرت جاہ
وجلال سوی عالم وصال مدت سہ ماہ کم و
بیش گذشتہ بود کہ ناگاہ ام المریدین ہمایوں
مانصاحبہ را داعیہ تمام چناں دامنگیر شد کہ
مرقد منورہ آنحضرت را جہت یادگار سنگ
بست کند از سنگہائے نازک و خوشتر چنانچہ
از رخام و مرمر کہ سفید درخشاں باشد بکار
کردہ رونق افزائے روضۂ آں سرور گردد۔

پندرھواں خارقہ: حضرت شاہ حیدر ولی اللہ
رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوئے کم و بیش تین مہینے
گذرے ہی تھے کہ اچانک ام المریدین ہمایوں
ماں صاحبہ کو یہ خواہش دامنگیر ہوئی کہ بطور
یادگار حضرت ذی جاہ کی مرقدِ منورہ کو خوب
صورت بلور و سنگِ مرمر سے تعمیر کریں۔
تاکہ آپ کا روضہ رونق افزا ہو جائے۔
آپ کے مریدین میں سے چاند نامی ایک شخص
جو فن تعمیر میں کامل مہارت رکھتا تھا،
اس کو محترمہ نے اپنے پاس بلایا اور فرمایا
کہ اے مقبولِ ولی الٰہی! چاند بھائی

شخصے از مریدان آنقبلہ مرشدان کہ در فن معماری مہارتے
تمام داشت چاند نام باحرفتے تمام او را بپیش خود
خواندہ چنیں فرمود کہ اے مقبول آن ولی الٰہی "چاند بھائی"
بدانکہ ایں ضعیفہ را عزم تمام و حزم کلی چنیں رو داد کہ مرقد
منورۂ آں عمدۂ ولی حق شناس را چنانچہ در باطن بر حکم
القبر روضۃ من ریاض الجنۃ
بانواع نعم و آلائش مزین و مملو است بظاہر
ہم بگونہ گونہ زیب جلوہ گر باشد و چوں تو غالب دریں
فن دست رسی تمام میداری و ہم در سلک معتقدان
خاص آں مفخر اولیاء منسلک ہستی۔ پس میباید کہ کمر جہد و
بستہ ایں امر عظیم از قوۃ بفعل آری و بنای
روضۂ منورہ برداری۔ چوں آں صاحب المنتخب الاخلاص
ایں حرف واجب الاذعان ازاں تاج المخدورات
گوش کرد ہموں وقت نکتہ سمعنا و اطعنا بر
زباں راندہ نزدیک قبر شریف آمدہ پایۂ ولیں از

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مجھ ضعیفہ کا مکمل
ارادہ ہے کہ حضرت ذی جاہ حق شناس
کی مرقد منورہ جو کہ باطن میں رَوْضَۃٌ
مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ کے مصداق
ہے اور ہمہ قسم کی نعمتوں سے بھری ہوئی ہے
تو ظاہر میں بھی دیدہ زیب و خوب صورت ہونی
چاہیئے جب کہ تمہیں اس فن میں مہارت تامہ
حاصل ہے۔ نیز مفخر الاولیاء حضرت ذی جاہ
کے خاص معتقدین میں تمہارا شمار ہے۔

پس چاہیئے کہ اس امر عظیم کے انجام
دینے میں تندہی کے ساتھ کوشش کریں۔ اور
روضۂ منورہ کی تعمیر کریں۔

جب اس مخلص مرید نے "تاج المخدورات
کا حکم واجب الاذعان سنا تو اطاعت و فرمان
برداری کے لئے کمربستہ ہو گیا اور قبہ
شریف کے پاس چلا گیا۔ قبر کو پیر کے حصہ سے
کھولنا شروع کیا۔ کھودنے کے درمیان
اچانک قبر شریف کی صندوق میں ایک
شگاف پڑ گیا۔ اس میں سے ایک دریچہ

سرکشادن گرفت ناگاہ دراثنائے کاویدن بے اختیار شگافے درصندوق قبر شریف افتاد دریچہ ظاہر شد کہ چنانچہ مابطون ہمہ درنظرش آمدن گرفت۔ قبرے دید کہ وسیع چوں دلِ عارفاں وصدرے یافت درانجا افگندہ خوش رنگ چوں چہرۂ معشوقاں وبراں صدر برسبز رنگ نہاد شاہ را دید براں سریر نشستہ جلبابے سبز در بر ودستار اخضر برسر ومصحفے سبز خط دنیا نمی ماند۔ چنانچہ ثلث، ومشق، ورقاع وریحاں ومحقق وتوقیع ونستعلیق خطے بود مسلسل کہ از دست خطاطان بہشت مکتوب درپیش نہادہ درتلاوت مشغول است۔ ناگاہ آں بیچارہ چوں باآنحضرت ہم تیز دمرونگاہ کردن گرفت داو دست برسینہ از ادب تمام بربست پادوختہ پیش آں شگاف ایستادہ بود۔ فاما آں سرور دراں وقت از کس نوع درسخن باوملتفت نہ شد۔ لبعد از

ظاہر ہوا۔ چنانچہ قبر کے اندر کا پورا حصہ اس کو نظر آنے لگا۔ اس وقت قبر کو اتنا وسیع پایا جیسے عارفوں کا دل' اور ایک خوبصورت تخت اس میں بچھا ہوا پایا۔ جس پر سبز رنگ کا کپڑا بچھا ہوا تھا۔ شاہ کو دیکھا کہ اس تخت پہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ سبز چادر اوڑھے ہوئے اور سر پر سبز عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ ہرے رنگ کے خط میں لکھا ہوا قرآن' جو دنیا میں پایا نہیں جاتا کیونکہ اس میں فنِ خطاطی یعنی ثلث مشق رقاع وریحان محقق، توقیع، نستعلیق وغیرہ کا مظاہرہ تھا گویا بہشت کے خطاط کا تحریر کردہ ہے' اور وہ آپ کے سامنے تھا۔ اور آپ تلاوت فرمارہے تھے۔ اچانک اس بیچارہ کی نظریں حضرت سے ملیں تو آپ نے اس کو جلالت بھری نگاہوں سے دیکھا تو وہ دست بستہ باادب ٹھہر گیا۔ اس وقت حضرت نے اس سے کسی قسم کی گفتگو نہیں فرمائی۔ بہت دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے فلاں فوراً اس شگاف کو بند کردے اور ہمارے

انتظاری بسیار فرمود کہ اے فلاں شگاف بزودی فراہم آر و ایں راز مارا بجان نگاهدار وازیں قضیۂ عجیبہ پیش ہر یکے مخواں واگر از حکم ما تجاوز کرد افشای ایں سرّ سربستہ ما کنی ہر آئنہ ترا مخافتِ جاں باشد۔

فی الجملہ بحکم فرمودۂ آں ولی اعظم سدِّ آں شگاف نمودے باز در کارِ خود مشغول شد پس بعد از فراغ کارِ عمارت در وقت شام بخدمت ہمایوں مانصاحبہ رجوع نمود وصیتے کہ آنسرور در اخفاءِ آں واقعہ فرمودہ بودند آں اجل رسیدہ فراموش کرد۔ در اندیشہ افتاد کہ آیا شاہ با من در ستر ایں راز مبالغہ کہ فرمود با مردمانِ غیر جانب بودہ باشد تاکہ با اہلِ بیتِ خود خصوصاً ہمایوں مانصاحبہ من وعن محرم

اس راز کو دل و جان سے زیادہ حفاظت کر اور اس عجیب قصہ کو کسی سے مت سنا اور اگر تو نے ہمارے اس حکم کی خلاف ورزی کی اور یہ راز سربستہ کو ظاہر کر دیا تو جان لے کہ ضرور تیری جان خطرہ میں ہے۔

اسی وقت اس نے بحسبِ حکم اس شگاف کو بند کیا اور اپنے کاموں میں مشغول ہوگیا۔ عمارت کا کام پورا کرنے کے بعد شام میں ہمایوں ماں صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ وصیت جس کو شاہ نے فرمایا تھا اس کو اس اجل رسیدہ نے فراموش کر دیا اور یہ سوچ لیا کہ شاہ نے اس واقعہ کو عام لوگوں سے چھپانے کے لئے فرمایا ہوگا ان کی بیوی سے تو نہیں اور خاص کر ہمایوں ماں صاحبہ تو آپ کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف تھیں پھر ان سے کیوں پوشیدہ رکھا جائے۔ یہ خیال کرتے ہوئے اس نے پورے واقعات کو مفصلاً ہمایوں ماں صاحبہ سے کہنا شروع کیا۔

قصہ کے اختتام پر اس کی روح

اسرار حالات و مقامات وارادات ایشانند۔ پس از ایشان چرا مخفی دارم این اندیشہ بکار برد بے محابا مفصلا و مشروحا بحضور ماں صاحبہ قصہ شروع نمود، باتمام رسانیدن ہموں جاں بحق سپردن ہموں۔

شنیدہ شد کہ آنحضرت عمر دراز داشت، و بہ ہنگام شیخوخیت رسیدہ چناں کہ از غایت پیری دندان دہن مبارک نبود۔ چوں آنحضرت خواستے کہ تنبول و یا گوشت تناول کند، اول خادمے ازاں باحتیاط تمام کوفتہ ریزہ ریزہ کردے تا حاجت نجائیدن نیفتد و ہر گاہ کہ چیزے ازایں اشیاء در دہن کردے خصوصًا آنسر ورد تنبول در دہان کردے از طرف بطرف دیگر گردانیدہ بجائیدے و دراں وقت نوعے

بھی پروانہ کر گئی۔

سُنا گیا ہے کہ: آپ نے بڑی طویل عمر پائی۔ چنانچہ انتہائی بڑھاپے کی وجہ سے آپ کے دہن مبارک میں دانت نہیں تھے۔ جب آپ پان یا گوشت کھانا چاہتے تو پہلے آپ کا خادم اس کو کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیتا تھا، تاکہ آپ کو چبانے کی ضرورت پیش نہ آئے، جب کبھی آپ کوئی چیز تناول فرماتے اور خاص کر پان کھاتے، تو منہ اِدھر سے اُدھر پھیر کر چباتے تھے، اس وقت آپ کا دہن مبارک ایک طرح سے متحرک ہوتا تھا جیسا کہ بڑھاپے میں ہر آدمی جب کوئی چیز چباتا تو منہ کچھ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔

اس اثناء میں آپ کے خاندانِ مبارکہ

دہانِ مبارک آنحضرت متحرک شدے کہ معلوم
است در پیری کمال کس را بوقت خائیدن
اندک کج می شود، دریں اثنا، زنے بود از خاندانِ
طیبہ آنسرور کہ ام المریدین ہمایوں ماں صاحبہ را
از طرف خواہر می شد ظرافتے کہ مرد را بہ برادر
زن و خواہر او کہ می شد معلوم است، اتفاقاً
ایں زن ہم بطریق ظرافت مسلوک داشتے و وقتے
کہ آں سرور تنبول خوردے او ہم پیش شدہ
بحضور ایشاں بہمز و لمز ہماں نوع دہن خود
را ظریفانہ کج کردے فاما آنحضرت گاہے
ظرافت او را مرعی داشتے و گاہے از انکار منع
فرمودے، فاما آں ضعیفہ از منع آں سرور مانع
نگشتے۔ ناگاہ مرضیکہ سبب اجل او بود روی نمود
چوں بوقت نزع رسید قضا را دراں وقت
در شومیت بے ادبی و بے اعتدالی عادت معہود

کی ایک عورت جو ام المریدین ہمایوں ماں
صاحبہ کو ایک طرف سے بہن لگتی ہے، یہ تو
معلوم ہے کہ سالے اور سالیاں اپنے بہنوائی
سے مذاق کیا کرتے ہیں اسی طرح یہ عورت
بھی آپ کے ساتھ مذاق کیا کرتی تھی۔ ایک
مرتبہ آپ پان کھا رہے تھے تو وہ عورت
بھی سامنے تھی اور وہ بھی بطور مزاح ظریفانہ
خود بھی اپنے منہ کو آپ کے منہ کی طرح
ٹیڑھا کرتی تھی۔ لیکن کبھی آپ اس عورت
کے مذاق پر خاموش رہتے اور کبھی ایسے
کرنے سے اس کو روکتے تھے، لیکن وہ عورت
آپ کے روکنے سے کبھی نہیں رکتی تھی ۔۔
اچانک اس کو مرض الموت لاحق ہوا۔
اور جب نزع کا وقت آپہنچا تو اس
وقت بے ادبی و بے اعتدالی کی عادتِ
بد نے پھر اس خاتون کو پہلے کی طرح
ظرافت و شوخی پر آمادہ کر دیا۔ اور
اس وقت بھی وہ اپنا منہ ٹیڑھا
کر رہی تھی۔

ہزاروں رشتہ دار اس کی عیادت

او وکنایت ازاں ظرافت باشد بیادش
آمد بہماں نوع دہن خود کج کردن گرفت
کہ ہنراز عشائر واقارب بعیادت رفتہ تفتیش
مرض او کردندے بجائے جواب بہماں نوع
بہمزو لمز دہان خود کج کردے آخر بہماں حال
ازیں عالم نقل نمود وبعد از موت او ہم
ہمچناں روئے او مائل بکج بود وازاں قاعدہ
ہیچ تجاوز نکرد۔

اللھم عافنا من ھذا

کو آئے توان کے استفسار پہ جواب کے
بجائے اسی کج دہنی کا مظاہرہ ہوا۔
آخرکار اسی حالت میں وہ اس
دنیا سے چل بسی۔ مرنے کے بعد بھی اس کے
منہ میں کجی باقی رہی اور اس ہیئت میں
کوئی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا۔

اللھم عافنا من ھذا

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

۴ ماہ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ ہجری (۷ دسمبر ۱۹۸۶ء)
کی صبح بھی بڑی قیامت خیز صبح تھی۔ یہ اتوار کا دن تھا یا مصیبت کا عالم۔ خدا بہتر جانے کہ اس کے اندر کیا کیا مصالح و حکم تھے، اور کتنے دلوں کے ارمانوں کا خون ہونے والا تھا۔ یہ کس کو خبر تھی کہ ابھی کچھ دیر بعد ہم پر بجلی پڑے گی۔ غم کے بادل چھائیں گے۔ انسانوں کا ایک سمندر و طوفان بپا ہوگا —— بوڑھے اور نوجوان بچے اور عورتیں امیر و غریب، رئیس و فقیر، مریض، ضعیف، کمزور و نحیف بیمار و تیمار، علماء اور صوفیاء، اتقیا و اصفیاء کا ایک ناتا سمندر کی طرح ٹھاٹیں مارتا محسوس ہوتا ہے —— اور ہر مکتب فکر کے درد مند دل نے بیک زبان یہ وظیفہ حرزِ زبان و وردِ زبان بنالیا ہے ؎

آ عندلیب! مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

کسی نے کہا ؎

زمانہ بڑے غور سے سن رہا تھا،
تمہیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

اور کسی نے کہا ؎

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی؟

پھر کسی نے یوں آواز دی ؎

اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے تو افلاطون و جالینوس ما

آج سے ٹھیک ۲۲ دن پہلے ۱۲ ماہ ربیع الاول کی بارھویں شریف میں جبکہ لوگ زیارت آثار شریف کے لئے ٹوٹ پڑ رہے تھے اور یہ چشم و چراغ اقطابؒ ویلور لوگوں کو اپنے نانا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت کرانے میں مصروف تھے۔ یہ لوگوں کے بے پناہ ہجوم و ازدہام سے حضرت کی طبیعت نازک پہ

اثر انداز کیا، سانس پھولنے لگی، دم رکنے لگا۔ بار بار کھانسی ستانے لگی اور وہ بیتاب ہو گئے ؂

یوں سلسلۂ تارِ نفس ٹوٹ رہا ہے
محسوس یہ ہوتا ہے قفس ٹوٹ رہا ہے

اسی بے تابی کے عالم میں فقیر نے مشورہ دیا کہ اب کامل سکون و آرام کی ضرورت ہے، اس لئے حضرت کو فوراً آرام گاہ بھیجدیا جائے، پنکھا جھیلا جائے اور لوگوں کو ہٹا دیا جائے بات چیت و ملاقات سے روک دیا جائے — چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور اللہ کا فضل ہوا۔ اور حضرت کو سکون ملا۔ اس طرح یہ چراغ بجھتے بجھتے بچ گیا تھا — مگر کسے یقین تھا کہ یہ چراغ ۲۲ بائیس دن بعد پھر بجھے گا اور ہمیشہ کے لئے بجھیگا۔

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لیکر
اب انہیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لیکر

چراغ کیا بجھا؟ دلوں کو بجھا گیا — غیروں کو رُلا دیا — اپنوں کو سبق دیا — بڑوں کو بٹھا دیا — چھوٹوں کو بڑھا دیا — اور ہمت بندھا دیا — کیا کہوں؟ کس طرح کہوں؟؟ — حضرت کیا گئے سب کے دلوں پر داغ دے گئے — واللہ! — یہ زخم نہیں جو آئے اور خشک ہو جائے — یہ داغ ہے — نہ مٹنے والا داغ — بقول داغ مرحوم ؂

زخم آئے تو سبھی خشک ہوا کرتے ہیں
داغ مٹتا ہی نہیں اس کا نشاں مٹتا ہے

جس وقت یہ خبر وحشت اثر سننے میں آئی۔ کچھ دیر کے لئے بلکہ بہت دیر تک دل و دماغ مبہوت و مسکوت اور سارے حواس ساکت و بے ہوش محسوس ہونے لگے — دل ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وہ کب گوارا کرتا اور کیسے مان لیتا؟ کہ اس کا ایک شفیق و مہربان بزرگ جو کچھ دیر پہلے اچھا خاصا تندرست و توانا تھا یہ اب نہیں رہا۔ اس سے چھین لیا گیا ہے۔ اس کا غمگسار و چارہ ساز اب اسے نہیں ملے گا — تو پھر اب وہ کہاں جائے؟ اور کس سے فریاد کرے؟؟ — کس سے مشورے لے؟؟ اور اپنی داستاں کو لےکر کس کو سنائے؟ اور اس پر صبر و تلقین، ضبط و تسکین کا درس و تعلیم دیں تو کون سمجھے؟؟ — اور کیسے سنے؟؟؟ ؂

یہ دستور زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

وہ دنیا تھی جہاں تم روک لیتے تھے زباں میری
یہ محشر ہے یہاں سننی پڑے گی داستاں میری

غرض یہ وقت بھی عجیب تھا، وہم و گمان، استعجاب وایقان کی اس کٹھن اور سخت وادی اور تذبذب کے دلدل میں پھنسے چلے جا رہا تھا کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ ایسے میں خود کو قابو میں لانا ایک مشکل مرحلہ تھا اور بس کی بات نہ تھی، جوں توں کئے ویلور پہنچا اور اقطابِ ویلور کے اس چشم و چراغ کی خوابگاہ تک باریابی نصیب ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں ؂

نشانِ مردِ مؤمن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لبِ وست

کی جیتی جاگتی تصویر سامنے ہے — وہی تر و تازہ

نورانی چہرہ مسکراتے ہونٹ، شیر دل شبیر خدا کا پوتا اور نواسا
میانہ قد، رنگ سرخ وسفید مائل بہ گندمی، فراخ جبیں، گول
چہرہ، سفید داڑھی، سر بڑا اور گول ۔ بھنویں کمان کی سی،
آنکھیں ابھری ہوئی اور بڑی بڑی سی، سینہ کشادہ اور ہموار،
ہاتھ پاؤں اور ان کی انگلیاں پُر گوشت اور متناسب الاعضاً
سفید لباس، سفید کرتا، سفید جبہ، سفید ازار میں ملبوس
مجموعی طور پر بڑے وجیہہ، بارعب، باوضع اور باوقار ۔
سر پر ہمیشہ کپڑے کی پھولدار رامپوری ٹوپی پہنے ہوئے ۔
رفتار میں پوری میانہ روی، گفتار میں نرمی اور خوش اسلوبی،
کردار میں حد درجہ خوش خلقی، خوش مزاجی، خوش طبعی،
بذلہ سنجی اور ہر دل عزیزی کا پورا منظر ایک ایک کر کے
نظروں کے سامنے آ گیا۔

بات میں بات نکالنا اور اس کے اندر مزاح
وتمثیلات کی کیفیت پیدا کرنا یہ آپ کی طبیعت میں ودیعت کی
کی جا چکی تھی اور طبیعت ثانیہ بن چکی تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ بڑی سے
بڑی مصیبت اور پہاڑ سی آفت بھی اگر کسی پر آ پڑے اور وہ کچھ
دیر آپ کی صحبت میں بیٹھ جائے اور التجا کرے تو وہ دیکھے گا کہ
اس کے یہ سارے غموم وہموم، اس ہشاش بشاش بزرگ کی
صحبت وبرکت سے کافور اور ہباءً منثوراً بن کر اس طرح
دھل گئے ہیں جس طرح میلے کپڑے دھوبی کے ہاں سے دھل
کر پاک صاف ہو کر پہنچتے ہیں ۔

جانتا ہوں کہ یہ روح فرسا واقعہ ہے مانتا
ہوں کہ یہ پورے ضلع اور صوبے کا حادثہ ہے۔ سمجھتا ہوں کہ یہ
دنیا فانی ہے ۔۔ ایک مرنے والا مرنے والوں سے مرے ہوئے
کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہے ؟ لیکن دل میں رہ رہ کر اٹھنے
والے اور چھپنے والے اس درد کو کیا کروں ؟ جو آپ کے نام کے
ساتھ دامت برکاتہم اور مدظلہم کہنے کے بجائے اب
رحمۃ اللہ علیہ کہنے پر تیار نہیں ہے ۔

ہر وقت ہر آن سامنے رہنے والی اس دلکش و دل ربا
شفیق و مہربان تصویر کو کیا کہوں ؟ جس کے بارے میں رہ رہ کر
یہ محسوس ہوتا ہے جیسے وہ ابھی سامنے ہے ۔ اس محبت بھری آواز
کو کیا کروں جو ہر پریشانی اور کٹھن گھڑی کے موقع پر سکون و
تسلی کا پیغام بن کر سنائی دیتی تھی ۔۔۔ اور اس حوصلے کو کہاں
جاؤں، کدھر ڈھونڈھوں جس نے ہر نازک سے نازک موڑ پر
اپنوں پرایوں سب کی ڈھارس بندھائی، حوصلے ابھارے
اور اپنا چین وسکون آرام وآسائش کی پرواہ کئے بغیر ہی
خدمت دین و خدمت خلق کے لئے خود کو وقف کر دیا ۔ اور
خون پسینہ ایک کر دیا ۔ گلشن دارالعلوم لطیفیہ کی آبیاری
وآباد کاری، باغبانی ونگہبانی میں اس قدر مصروف ومنہمک کہ
سب کچھ رہنے کے باوجود وقت پر کھانا پینا تک نصیب نہ ہوا ۔

اللہ اللہ! اے نجیب الطرفین خانوادۂ اقطاب
ویلور کے چشم وچراغ! حسینی کردار کا علمبردار! خود کو
آفت میں جھونک کر دوسرے کو راحت پہنچانا، خود بھوکا رہ
کر دوسرے کو کھلانا، خود تکلیف سہہ کر دوسرے کی تسکین و
راحت رسانی کے سامان فراہم کرنا یہ شاید تیرے ہی نصیب تھا ۔

ع بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ

بدل دیتا ہے جو گذرا ہوا دستور میخانہ

اے میرے مخدوم! چشم و چراغ دارالعلوم!
میں جانتا ہوں کہ تو نے کس قدر تکلیف سے اپنے گلشن کو سجایا، کتنی محنت کی، کیسی مشقت جھیلی، اور اپنی انتھک کوششوں سے دارالعلوم کو بام عروج پہ پہنچایا مگر ؎

تنکا تنکا لائے تھے ہم آشیانے کے لئے
منتظر تھیں بجلیاں بھی آزمانے کے لئے

بیشک تو اور تیرے آباؤ اجداد نے بڑی زندۂ جاوید خدمات انجام دیں جو ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ؛ ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

کی قبیل سے ہیں اور یقیناً رہتی دنیا تک کے لئے ایک نمونہ اور اسوۂ حسنہ کی نہ صرف شکل و صورت میں ہوں گی بلکہ صدقۂ جاریہ کی حیثیت میں ہوں گی — اس لئے اب جا — تو تھک گیا ہے۔ سو جا — اور سکون و آرام کی ابدی نیند لے۔ اور اپنے رفیق اعلیٰ سے جنت کا اعلیٰ مقام حاصل کر لے فرضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ذٰلک لمن خشی ربّہ۔

اے دارالعلوم! کیا دیکھ رہا ہے؟ کس پر رو رہا ہے؟ آج تیرے در و دیوار کیوں غمگین و اداس ہیں؟؟ کیا تیرا مربی و غمگسار تجھے خیرباد کہہ دیا؟ تجھ سے مکر گیا؟ — اور تجھے ہمیشگی کا داغ مفارقت دے گیا؟ آخر خاموش کیوں ہے؟ کیا کہنا چاہتا ہے!! کچھ تو بول تاکہ ہم بھی سن سکیں اس نے کہا ؎

زخمی نہ ہوا تھا دل ایسا سینہ میں کھٹک دیرانہ تھی
پہلے بھی ہوئے تھے کچھ صدمے روئے تھے مگر یہ بات نہ تھی

اس پر میں نے عرض کیا ؎

اپنی بدبختی پہ رو اے گلشن دارالعلوم
پھول تجھ میں کچھ کھلے اور باغباں جاتا رہا

۷/ دسمبر ۱۹۸۶ء اتوار کی صبح کسی کے لئے خوشیوں کا سماں لے آئی۔ تو کسی کے لئے غم کا سماں کہیں اجالا تو کہیں اندھیرا۔ خوشی اور اجالا تو ان کے حق میں تھا جن کے ہاں حضرت نے شرکت کی تھی، غم و اندوہ کے بادل ان کے حق میں تھے جہاں خلوت میں جلوت کا مظاہرہ کرنے والا شہسوار موجود تھا —

ادھر آمبور کے ایک عقیدت مند رئیس کے عزیز کی شادی میں شرکت کی غرض و غایت سے بظاہر حضرت تشریف لیجا رہے ہیں اور خلاف عادت سفر طے کر رہے ہیں — ادھر رب حکیم و علیم کے بنائے ہوئے فیصلہ اجل کی تیاریاں بھی پایۂ تکمیل کو پہنچ رہی ہیں اور اس مبارک و مسعود گھڑی کی انتظاری میں فرشتۂ اجل بھی بے قرار و مضطر نظر آ رہا ہے کہ کب وقت آئے گا اور کب روح پاک کو لے جاؤں گا —؟

غرض سفر ویسا ہی ہو رہی ہے، گاڑی پوری رفتار میں چل رہی ہے "پیچے گیتم" ریلوے لائن کراسنگ ہوتے ہی فرشتۂ اجل نے کہا کہ: ———

"حضرت! اب اسی بے ثباتی اور کس مپرسی کی جگہ سے آپ کو سفر آخرت طے کرنا ہے، یہی حکم ہے، اسی کی تکمیل کے لئے حاضر ہو گیا ہوں۔ خلوت میں جلوت کے مظاہرے کرنے والے کے

کیا جنگل اور کیا منگل ؟ کیا شہر اور کیا دیہات ؟
سب برابر ہیں۔ دیری کس لئے اجازت دیجئے"۔

حضرت نے فوراً گاڑی روک لی، پھر کھانسی آئی، سانس پھولنے لگی آنکھیں کھل گئیں، ان میں بجلی کی سی چمک آگئی۔ نتھنے پھول گئے، پسینہ آگیا اور آپ اس تماشا گاہ کی سرحد پار کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو
تو کجا بہرِ تماشا می روی؟

——— اور ؎

بجلی تڑپ کے قصۂ غم ہی چکا گئی،
الجھا ہوا ہی خار و خس آشیاں میں تھا

گھڑی دیکھی تو وقت ٹھیک دوپہر کے ایک ۴۰ چالیس تھا۔

دونوں دامادوں نے جو ساتھ ہی تھے جب یہ محسوس کیا تو وہ بھی یقین کرنے کے لئے تیار نہیں تھے، اب گاڑی پوری برق رفتاری کے ساتھ چل رہی ہے۔ دیکھتے کے دیکھتے ویلور آگیا۔ اور ڈاکٹروں سے صلاح مشورہ لیا گیا۔ انہوں نے بڑی محنت سے قلب کی مالش کی اور اسے حرکت میں لانے کی لاکھ تدبیر و کوشش کی مگر آپ کے چہرے پر چھائے ہوئے ابدی سکون نے جواب دے دیا ؎ اب کیا سنائیں گی ہمیں دوراں کی گردشیں
ہم اب حدود سود و زیاں سے نکل گئے

دامادوں نے کہا ؎

زمزموں سے جس کی لذت گیر اب تک گوش ہے
کیا وہ آواز اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہے؟

غرض ان کی یہ دوڑ دھوپ ناکام و بے سود رہی اور وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

تڑپ تڑپ کے ہزار آفتاب ڈوب گئے
وہ اپنی شامِ الم کو سحر بنا نہ سکے

ادھر یہ سب کچھ ہو رہا ہے ادھر آپ کے برادر بزرگ سجادہ نشین خانقاہِ اقطابؒ ویلور اعلیٰحضرت سراپا خیر و برکت مخدومنا و مطاعنا و مولانا ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی اپنے بھائی کی اس طرح جدائی سے بے تاب و بے قرار ہیں۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی لگ گئی ہے اور نہ تھمنے والا سیلاب اُبل پڑا ہے اور فرماتے ہیں کہ قُل لَن یُصِیبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللہُ لَنَا وَھُوَ مَولٰینَا فَنِعمَ المَولٰی وَنِعمَ النَّصِیر۔
پھر فرمایا کہ ؎

داغ ہی داغ نظر آتے ہیں
کس طرح قلب و جگر کو دیکھوں
نہ وہ محفل ہے نہ وہ پروانے
خاک اب شمع سحر کو دیکھوں

اور راقم الحروف سے فرمایا (خدا نہ خواستہ خدا نہ خواستہ)
" میں تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ محرم، صفر، یا ربیع الاول میں میری باری ہوگی، مگر خدا کی مرضی کچھ اور ہی ثابت ہوئی اور مجھے تنہا چھوڑ کر چل بسے"۔

یہ جبل استقامت سے زیادہ ثابت قدم رہنے والی شخصیت و ذات اعلیٰ حضرت دامت برکاتہم کے جیلے ہیں ـــ اس قدر صبر و ضبط تحمل و ضبط کے عادی بزرگ کے اندر بھی کبھی غیر اختیاری

طور پر آہ وزاری کی کیفیات کا پانا ایک بشری اور فطری تقاضے کے ناطے تھا اور ہے۔

خدائے حکیم کے کارخانۂ حکمت اور منشائے قدرت سے اس خانوادے میں زمانۂ طویل وعرصۂ مدید کی آرزو اور امید کے بعد اولاد نصیب ہوئی ہے۔ میں نے جب ان پر نظر کی تو وہ رو رہے تھے اور بلبلا کر رو رہے تھے اور یہ میرے حق میں مزید سوہان روح ثابت ہوا تو میری زبان پر یہ شعر بے ساختہ چڑھ گیا ؎

چمن اچھا نہیں لگتا کلی دیکھی نہیں جاتی
گلوں کے درمیاں تیری کمی دیکھی نہیں جاتی
الٰہی ان کے حصے کے بھی غم ہم کو عطا کر دے،
کہ ان معصوم آنکھوں میں نمی دیکھی نہیں جاتی،

گھر اُداس اور سونا سونا محسوس ہونا ایک امر طبعی اور ذوقِ فطری ہے، جہاں اچھے اچھے، بڑے اور چھوٹے، ولی اور اجنبی، نبی اور غیر نبی سب یکساں ہیں اور بنی نوع انسان ہیں۔ جس وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ کا وصال ہوا تو اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت آبدیدہ غمگین واُداس تھے اور بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ یہ منظر دیکھ کر حضرات صحابہؓ نے عرض کیا انت تبکی یا رسول اللہ کیا آپ بھی روتے ہیں؟ ان کا سوال تحیر واستعجاب کے انداز میں تھا۔ کہ دونوں جہاں کا سردار غم خوار وغم گسار جو عمر بھر اپنوں، پرایوں کو صبر ورضا کی تلقین کرنے والا آخر خود ہی رونے لگا ہے — ان کے اس سوال پر آپ نے فرمایا کہ :-

"اِنا بفراقك یا ابراھیم لمحزونون" اے ابراھیم ہم تیری جدائی سے غمگین واُداس ہیں۔

مطلب یہ تھا کہ یہ بشری تقاضا ہے اور بشری تقاضے کے اندر جس طرح دوستی دشمنی، رنج وخوشی، شادی اور غمی کے تعلقات ہیں۔ اسی طرح فراق ووصال، دوری ونزدیکی مہجوری وحضوری کے بھی بڑے گہرے تعلقات وروابط ہوتے ہیں جیسے طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی گمشدگی اور جدائی کا غم رہا۔ اسی طرح اور اس سے بڑھ کر ایک برخوردار وفرماں بردار بچہ، ایک بھائی، ایک عزیز، ایک شاگرد کو اپنے باپ، اپنے مربی، اپنے مصلح ومبشر اور اپنے بزرگ استاد وپیر کی جُدائی اور داغِ مفارقت کا غم ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ سچ ہے ؎

حال ما از داغ فرقت کمتر از یعقوب نیست
او پسر گم کردہ بُود وما پدر گم کردہ ایم

غرض یہ سب کچھ ایک انسان ہونے کے ناطے بشری تقاضے تھے اور ہیں — لیکن ان ظاہری، فطری اور بشری تقاضوں سے بھی زیادہ گہرا زیادہ مضبوط اور زیادہ بلند تقاضا ہے اور وہ ہے روحانی تقاضا۔ جو یقیناً سارے تقاضوں سے بلند وبالا، اور ارفع اعلیٰ ہے۔ اور یہ پائدار بھی ہے اور دائمی بھی۔ اور اس کا تعلق روح سے ہوتا ہے جسم سے نہیں۔ اور یہ کبھی منقطع نہیں ہوتا اور جب تک ہم اس روح کو یاد کرتے رہیں گے وہ ہمارے ہی ساتھ رہے گی۔ اور بسا اوقات ہم

اس کو ان ظاہری آنکھوں کے سامنے دیکھیں گے۔ باتیں ہوں گی، ملاقات کریں گے — اب جس کی روح قوی ہوگی وہ بیداری میں محسوس کریگا۔ اور جس کی روح ضعیف ہوگی وہ عالمِ خواب میں محسوس کرے گا۔

یہیں سے صوفیائے نے آنکھوں سے دور اور دل سے قریب ہونے کے مسئلے کو نکالا ہے۔ اب اگر ہم اپنے کسی عزیز کے نام جو ہم سے رخصت ہوگیا ہے کچھ خیر خیرات صدقات و مستحبات دیتے ہیں تو وہ برابر اس تک پہنچ جاتا ہے اور نام کے ساتھ پہنچتا ہے کہ فلانے نے تمہیں یہ تحفہ پیش کیا ہے، پھر اُدھر سے بھی وہ جب دُعائیں دیتا ہے، تو بھی ہمارے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے اور ہمیں پہنچتا ہے۔ اس طرح دونوں طرف سے یہ تعلقات قائم اور برابر ہیں لیکن فرق اگر ہے تو وہ یہ ہے کہ ہم اپنی ان ظاہری آنکھوں سے دیکھ نہیں رہے ہیں۔ ملاقات نہیں ہو رہی ہے، باتیں نہیں کر پاتے ہیں — مگر غور کیا جائے تو یہ ایک قسم کا پردہ ہے جو ہمارے اور مُردے کے مابین پڑا ہوا ہے۔ وہ ایک جہاں میں ہے، ہم ایک جہاں میں ہیں۔ وہ عالمِ ارواح میں ہے، ہم عالمِ اجسام میں ہیں۔ اور حسبِ استعداد دونوں میں کنکشن کہیں زیادہ اور کہیں کم ہو رہا ہے۔ پھر جدائی ہوئی کہاں؟ دوری رہی کہاں؟؟ — آپ جتنا یاد کروگے اتنا اس کے قریب پاؤ گے ؎

دوری ہوئی تو اُن کے قریب اور ہم ہوئے
یہ کیسے فاصلے تھے جو بڑھنے سے کم ہوئے

سوچو اور غور کرو! اسی دُنیا میں بعض ایسے مقام بھی ہیں جہاں ہمارا کوئی عزیز و مہربان رہتا ہے۔ مگر وہاں سے مکاتبت اور خط و کتابت یا ترسیل آمد و رفت ممنوع اور اس کے وسائل و ذرائع مسدود اور اس تک پہنچنے میں ہم اور وہ مجبور و محجوب، جبکہ نہ ویزا ملتا ہے اور نہ پاسپورٹ۔ تو ایسی مجبوری کی صورت میں ہم کیا کرسکتے ہیں؟ سوائے صبر و تحمل کے اور کوئی چارۂ کار نہیں رہ جاتا بس ایک امید رہتی ہے اور وہ بھی ایک ہلکی سی امید کہ کسی نہ کسی وقت ملاقات ضرور ہوا کرے گی۔ یہی حال اب اس معاملے میں بھی ہے۔

یہ دنیا ہے اور فانی دنیا ہے۔ یہاں سے ہم سب کو جانا ہے۔ سویر بدیر بہرحال میں وہاں پہنچنا ہے تو اس لحاظ سے ہم بھی یہ امید کریں گے کہ انشاءاللہ ہماری انکی ملاقات ایک نہ ایک دن ضرور ہوا کرے گی۔

غرض یہ معاملہ تکوینی امور میں سے ہے، جسے تشریعی امور کے ساتھ منسلک کر دینا یا مطابقت کرنا بیکار ہے — یہ سمجھ میں نہیں آسکتا اور سمجھایا بھی نہیں جا سکتا کہ کبھی عقل کہتی ہے کہ ایسا ہونا چاہئے مگر تقدیر کہتی ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم اپنی چھوٹی سی عقل کے ذریعہ غور کرتے ہیں، تو بظاہر تکلیف و مصیبت کی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر اللہ کے پاس اس کے اندر بہتیری حکمتیں اور بہت سی خوبیاں مضمر ہوتی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس کے اندر ہمارا نقصان ہوگیا۔ ہم سے ہماری ایک محبوب چیز چھین لی گئی اور ناحق ظلم ہوا۔ حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک عین انصاف تھا اور ہمارے حق میں

سراپا فضل وکرم تھا اس کے لئے چشم بینا پاک سینہ اور خاصی بصیرت کی ضرورت ہے۔

حضرت خضرؑ اور موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ اس پہ شاہد وگواہ ہے۔ ایک طرف جزئیات کونیہ کے ماہر حضرت خضرؑ ہیں تو دوسری طرف اسرار شرعیہ کے حامل حضرت موسیٰؑ ہیں۔ پھر ان دونوں کی معیت وگفتگو نے بہت سے رازہائے سربستہ کے پردے چاک کئے اور امور تکوینی اور علوم غیبی کے رموز ونکات فاش کئے۔ دیکھنے میں بظاہر ایک مکروہ ناپسندیدہ اور ناروا کام کیا جا رہا ہے۔ مگر حقیقت میں وہ عین کرم اور عین انصاف کا تقاضہ اور نتیجہ ہے۔

چنانچہ حضرت خضرؑ کے ذریعہ سے اسی کا ایک نمونہ دکھلانا تھا، خدا تعالیٰ کی حکمتوں اور مصالح تکوینیہ کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا، کبھی صورت واقعہ بظاہر دیکھنے میں خراب اور قبیح یا بے موقع معلوم ہوتی ہے لیکن جسے واقعہ کی اندرونی گہرائیوں کا علم ہو وہ سمجھتا ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ خضرؑ نے مسکینوں کی کشتی کا تختہ توڑ دیا، حالانکہ انہوں نے احسان کیا تھا کہ بلا اجرت دونوں کو سوار کرلیا (۲) ایک کھیلتے ہوئے بچہ کو مار ڈالا جو بظاہر نہایت قبیح وشنیع حرکت نظر آتی تھی۔

(۳) ایک گرتی دیوار سیدھی کرکے اس بستی والوں پہ احسان کیا جو نہایت بے مروتی اور بے توجہی سے پیش آئے تھے ــــ اگر خود خضر علیہ السلام آخر میں اپنے ان افعال کی توجیہات بیان نہ کرتے تو ساری دنیا آج تک ورطۂ حیرت میں پڑی رہتی یا خضرؑ کو طعن وتشنیع بنائے رکھتی۔ العیاذ باللہ ان ہی مثالوں سے حق تعالیٰ کے افعال اور ان کی حکمتوں کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ اور اس قسم کے واقعات کے پیش آنے میں بظاہر ہم کو تکلیف اور زحمت محسوس ہوتی ہے مگر وہ ہمارے حق میں رحمت بن کر آتی ہے۔

اول اول تو ہمیں اس کا علم نہیں ہوتا اور بعد میں ہوتا ہے، کبھی بعد میں بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم گھبراتے ہیں، روتے ہیں، چلاتے ہیں اور ناراض ہوتے ہیں۔ آخر ناراضگی کی کیا بات ہے؟ جبکہ وہ مالک ہے اور ہم اس کے مملوک ہیں۔ اور مالک حقیقی کو پورا اختیار ہے۔ اپنی شئ مملوک میں تصرف کرنے کا، وہ جیسا چاہے تصرف کرے۔ جب چاہے چھین لے اور جس وقت چاہے بلالے جس کے آگے بندہ مجبور محض بن کر کھڑا ہونا ہی اصل بندگی کا ثبوت دیتا ہے ــ ہم راضی ہوں جب بھی، ناراض ہوں تب بھی موت آئے گی ہی ــ پھر ناراض ہوکر خود کو مورد الزام وعتاب میں لانا کونسی عقلمندی ہے؟ اس لئے ایک بندے کو ایسے وقت میں صبر وشکر، ضبط وتحمل سے کام لینا ہے، جزع فزع سے نہیں، گریہ وزاری سے نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر ایک بدوی (عرب کا بدو) نے ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان اشعار میں تعزیت ادا کی تھی ؎

اصبر نکن بك صابرین فانما

صبر الرعیۃ بعد صبر الرأس
خیرٌ من العباس اجرک بعدہٗ
واللہ خیرٌ منک للعباس

(ترجمہ:- آپ صبر کیجیئے تاکہ آپ کو دیکھ کر ہم بھی صبر کر سکیں، کیونکہ رعایا (چھوٹوں) کا صبر آقا (بڑوں) کے صبر کے بعد ہوا کرتا ہے۔ اس صبر پہ جو اجر آپ کو ملے گا وہ عباسؓ سے بڑھ کر ہوگا۔ اور حضرت عباسؓ کو خدا ملا، جو تم سے کہیں بہتر ہے۔)

دیکھیئے کتنی عمدہ نصیحت کی ہے اس نے اور کیسی گُر کی بات کی ہے، اور حقیقت میں بھی یہی ہے۔ پھر گھبرانے کی کیا بات ہے؟ آخر ہم کو بھی تو ایک دن وہاں جانا ہی ہے۔ اور اس کے لئے بھی ابھی سے کچھ سامان فراہم کرنا ہے، اور سوچ لینا ہے اور عمل کر لینا ہے کیونکہ ؎

سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں۔ اور ؎

کتنی مشکل زندگی ہے کسقدر آساں ہے موت
گلشن ہستی میں مانند نسیم ارزاں ہے موت اور ؎

کلبۂ افلاس میں دولت کے کاشانہ میں موت
دشت و در میں شہر میں گلشن میں ویرانے میں موت

جسطرح موت سے دہشت ایک طبعی حقیقت ہے، اسی طرح اپنی اصلیت و ذات سے اُنست و محبت بھی ایک فطری حقیقت ہے۔ سب سے پہلے ہماری خمیر یعنے زمین نے انکار کیا اور خوشی خوشی دعوت موت کے قبول و منظور کرنے سے خود کو باز رکھا اسی لئے آج ہم بھی موت کی دعوت پہ لبیک کہنا منظور نہیں کرتے۔ اور پیچھے ہٹتے ہیں۔

جب خالق کائنات نے انسان کو پیدا کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو سب سے پہلے زمین کے نام حکم آتا ہے کہ اے زمین ہم چاہتے ہیں کہ تیرے ذرات سے بنی نوع انسان پیدا کریں جو فرماں بردار بھی ہوں اور نافرمان بھی۔ ان میں جو فرماں بردار ہوں گے وہ بہشت میں داخل ہوں گے اور جو نافرماں ہوں گے وہ دوزخ کے کندے ثابت ہوں گے۔" یہ سن کر زمین نے عجز و انکساری سے عرض کیا کہ پروردگارا! تیرے اس فرمان نے جہاں خوشی کے سامان فراہم کئے وہیں غم واندوہ کے اسباب بھی مہیا کر دئے۔ خوشی تو اس لئے ہے کہ میرے جسم کے ذرات (اور ٹکڑوں) سے ایک مخلوق بنے گی اور وہ فرماں برداری کرکے جنت کی مستحق ٹھہرے گی اور غم اس بات کا ہے کہ میرے بعض ٹکڑے اپنی سرکشی اور نافرمانی کے باعث مستحق عذاب قرار پائیں گے۔ اور دوزخ میں جلیں گے۔ یہ کہہ کر وہ اس قدر روئی کہ اس کے آنسوؤں سے دریا اور ندیاں جاری ہوگئیں۔ اور آج تک ان کا بہنا یہ اسی نتیجے کے تحت ہے۔ اس جگہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اگر زمین اس غم میں نہ روتی تو انسان بھی کبھی کسی کے غم میں نہ روتا۔

پھر اللہ نے اپنے فرشتوں میں سے سید الملائکہ حضرت جبرئیل امینؑ کو حکم دیا کہ ایک مٹھی خاک کی اٹھا لائیں، تاکہ ہم اس میں ایک صاحب حسن و جمال کا بیج بو دیں۔ جبرئیلؑ یہ حکم سنتے ہی فوراً زمین پر پہونچے اور زمین سے ایک مٹھی مٹی اٹھانا ہی چاہتے تھے کہ اتنے میں زمین نے زار و قطار رونا شروع

کردیا۔ جبرئیلؑ کو اس کے حال زار پر ترس آیا اور وہ خاک کی مٹی بھرے بغیر ہی واپس چل دئے۔ رب العالمین نے جبرئیل سے خالی ہاتھ آنے کی وجہ پوچھی۔ عرض کیا کہ جب زمین نے تیری پناہ مانگی تو مجھے تیرے عفو وکرم پہ بھروسہ اور اس کے حال زار پر ترس آیا اس لئے مٹی نہیں لائی۔

اس کے بعد اللہ رب العزت حضرت میکائیلؑ کے نام حکم فرماتے ہیں کہ آپ جائیں اور زمین سے ایک مٹھی خاک کی لے آئیں۔ چنانچہ یہ بھی پہنچتے ہیں اور زمین کی آہ وزاری کو دیکھ کر ویسے ہی خالی ہاتھ لوٹ جاتے ہیں۔

پھر اللہ نے حضرت اسرافیلؑ کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور مٹھی بھر خاک لائیں۔ زمین نے ان کو بھی خدا کا واسطہ دیا اور رونا شروع کردیا جس کی وجہ سے انہیں بھی رحم آگیا' اور خالی ہاتھ واپس ہوگئے۔

اب حضرت عزرائیلؑ کو حکم ہوا کہ ہمارا حکم بجالاؤ۔ چنانچہ عزرائیلؑ نے آتے ہی للکارا اور کہا کہ اے زمین تیرا یہ رونا دھونا اور دھاڑیں مارنا کچھ کام نہ دے گا۔ یہ کیا اودھم مچا رکھا ہے تونے؟ اس پر زمین نے کہا اے عزرائیلؑ میں کیسے خاموش رہوں؟ اور آنسو نہ بہاؤں؟ جبکہ میرے اجزاء سے نافرمان وگنہگار پیدا ہوں اور وہ دوزخ میں ڈالے جائیں۔ ساری شرمندگی اور عصیاں شعاری کا داغ میری پیشانی پر رکھدیں!

حضرت عزرائیلؑ نے جواب دیا کہ اے زمین! یہ کانٹے خود تونے اپنے حق میں بوئے ہیں۔ اس سے پہلے تین مرتبہ تیرے نام حکم الٰہی آچکا لیکن تینوں دفعہ تونے انکار کردیا' اس لئے تجھے یہ سزا بھگتنی ہوگی۔ اے کاش پہلی ہی مرتبہ تو حکم خداوندی مان جاتی تو میرا مولیٰ کبھی تجھے رنج والم میں مبتلا نہ کرتا' اور تیرے تمام فرزنداں خدا کے مطیع وفرماں بردار ثابت ہوتے۔ پھر عزرائیلؑ نے ڈانٹا اے زمین! چپ رہ' یہ تیری آہ وزاری' رونا دھونا سب بیکار ہے۔ میں رحم اور ترس کھانے کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ حکم الٰہی بجالانے کے لئے آیا ہوں۔

ادھر یہ سن کر زمین تو بے انتہا رونا شروع کر دی۔ ادھر عزرائیلؑ نے بسم اللہ کہی اور ایک خوفناک چنگل زمین پر مارا اور تمام اجزاء زمین کی ایک مٹھی بھری اور چل دئے۔ پھر اللہ کی طرف سے زمین کو تسکین وتسلی دی گئی اور رحمت کے وعدوں پر ساکت وخاموش کر دیا گیا۔

اور جب حضرت عزرائیلؑ مٹھی خاک لیکر بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوتے ہیں تو ارشاد ہوتا ہے کہ اے عزرائیل جب تم نے زمین سے مٹھی خاک کی بھری تو اس نے بہر چند اصرار کیا۔ میرا واسطہ دیا اور فریاد وزاری کی مگر تم کو ذرا رحم نہ آیا ــــ؟ عزرائیلؑ نے عرض کیا" الٰہی ایکطرف تو آپ کا حکم عالی تھا' دوسری طرف آپ کا وسیلہ اور واسطہ دیا جارہا تھا۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کو مقدم جانا اور ضروری سمجھا" ارشاد عالی ہوا اے عزرائیلؑ آج سے ہم نے تمہارا نام "قابض الارواح" "ملک الموت" قرار دے دیا ہے کہ تم ہر ایک جاندار کی جان نکالو ــــ

اب تک جو زمین رو رہی تھی اور اب عزرائیلؑ کو رونا آگیا اور عرض کیا بار الٰہا! آپ کی شان غفاری کا واسطہ

ازراہِ نوازش مجھے یہ خدمت نہ سونپی جائے۔ اولادِ آدمؑ میں نبی، ولی، بڑے چھوٹے، اچھے بُرے سب قسم کے لوگ ہونگے، ان میں موت سے زیادہ خوفناک چیز کوئی نہیں ہے، پھر تو سب لوگ مجھ پہ ہی الزام دھریں گے، گالیاں دیں گے، سخت سست کہیں گے، بُرائی سے یاد کریں گے، ظالم و جابر کہیں گے اور بالآخر سب کے سب دشمن بن جائیں گے۔

اللہ نے عزرائیل سے فرمایا کہ تم اس کی فکر نہ کرو، غم نہ کھاؤ۔ ہم اپنی مخلوق کی موت کے سلسلے میں بہت سے اسباب اور بہانے پیدا کریں گے، جس کی وجہ سے لوگ ان ہی اسباب اور بہانوں کا ذکر کریں گے اور تمہارا کوئی نام نہ لے گا۔

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ ملک الموت روزانہ تین مرتبہ ہر گھر کا چکر لگاتے ہیں کہ کس کا رزق پورا ہو گیا؟ کس کی عمر پوری ہو گئی؟ جس کا رزق ختم ہو گیا اس کی روح نکال لیتے ہیں۔ پھر جب گھر والے روتے ہیں تو ملک الموت دروازے پر کھڑے ہو کر کہتے ہیں، میرا کوئی گناہ نہیں، مجھے تو بس اسی کا حکم دیا گیا تھا۔ خدا کی قسم میں نے نہ تو اس کا رزق کھایا نہ اس کی عمر گھٹائی اور نہ اس کی مدتِ عمر گھٹائی اور نہ اسکی مدتِ عمر بڑھائی۔ میں تمہارے گھروں میں بار بار آؤں گا اور آتا رہونگا۔ یہاں تک کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑوں گا۔

حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ اگر میت کے گھر والے ملک الموت کو کھڑا ہوا دیکھ لیں اور ان کا کلام سن لیں تو اپنی میت سے غافل ہو جائیں اور اپنے اوپر روئیں۔ (ابن ابی الدنیا)

روایات میں آتا ہے کہ روزِ میثاق میں عالم ارواح میں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ان کی تمام اولاد قیامت تک کی پیش کر دی گئی۔ ظاہر بات ہے کہ یہ ہزاروں اربوں کھربوں کی تعداد میں ہوں گی اور چیونٹیوں کے جھتے کی طرح نظر آتی ہونگی، آپ نے پورے تحیّر و استعجاب میں پوچھا یاربّ أهٰذه البنات والبنون منّی؟ اے میرے پروردگار! یہ ساری اناث و ذکور کی اولاد ہیں کیا مجھ سے ہونگی؟ "قال بلیٰ"۔ پروردگار نے فرمایا کہ ہاں یہ سب اولاد تمہاری ہے۔ پھر حضرت آدمؑ نے سب کا ایک طرف سے معائنہ فرماتے ہوئے ایک حسین و نوجوان لڑکے کو تاکا، اس پر نگاہ ڈالی اور اس کو طلب کیا پھر اس کا نام پوچھا۔ جواب ملا کہ یہ داؤد ہے، یہ بھی نبی ہونے والا ہے۔ آدم نے فرمایا کہ اس کی عمر کتنی ہے؟۔ جواب ملا کہ ساٹھ سال ہے۔ اب حضرت آدم نے اپنی عمر دریافت کی، جواب ملا ایکہزار سال ہے۔ پھر آدم نے اپنی عمر سے چالیس سال گھٹا کر داؤدؑ کو عطا کر کے ان کی عمر بڑھا کر سَو سال کر دی۔ بات آئی رہی اور گذر گئی اور ویسے یہ روزِ میثاق کا واقعہ تھا، جو یہاں دنیا میں آنے کے بعد ممکن ہے آدمؑ کے ذہن سے نکل گیا ہو۔

چنانچہ جب حضرت آدمؑ کی وفات کا وقت آیا، اور حسبِ دستور خداوندی ملک الموت قبض روح کی اجازت لینے آپ کی خدمت میں آئے تو آپ نے کہا "عجب آ گئے" ابھی تو عمر باقی ہے اور چالیس سال کی مدت ہے، اتنی جلدی کیسے آ گئے؟ جاؤ اپنا کام دیکھو ——!

بعض روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے عزرائیل کے تھپڑ رسید کی جس کی وجہ سے ان کی آنکھ پھوٹ گئی اور وہ

فریاد کرتے ہوئے بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو گئے۔ اللہ نے ان کی آنکھ درست کی پھر یہ پیغام کہلا بھیجا کہ "أَوَلَمْ نُعْطِهَا دَاوٗدَ"؟ کیا تم نے روزِ میثاق میں اپنے بیٹے داؤد کو نہیں عطا کیا تھا؟ اور اپنے چالیس سال نہیں بخشے تھے؟ — اس پر حضرت آدمؑ کو یاد آ گیا اور انہوں نے قبضِ روح کی اجازت دے دی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملک الموت لوگوں (نبیوں) کے پاس آیا کرتے تھے۔ جب حضرت موسیٰؑ کے پاس آئے تو انہوں نے تھپیڑ مار دیا جس سے اُن کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ ملک الموت نے اللہ سے شکایت کی۔ الٰہی تیرے بندے موسیٰ نے میری آنکھ پھوڑ دی، وہ اگر آپ کے نزدیک مقرب و محترم نہ ہوتے تو میں بھی ان کی آنکھ پھوڑ دیتا۔ اللہ نے ان کی آنکھ درست کر دی، اور فرمایا کہ تم میرے بندے کے پاس جاؤ اور ان سے کہنا کہ وہ کسی بیل کی کھال پر اپنا ہاتھ رکھ دیں، اس ہاتھ کے نیچے کھال میں جتنے بال ہوں گے اُتنے سال عمر بڑھا دی جائے گی، اس طرح ہر بال کے عوض ایک سال بڑھے گا۔ ملک الموت نے یہ پیغام موسیٰؑ کو پہنچایا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا اس کے بعد کیا ہو گا — ؟ ملک الموت نے کہا اس کے بعد بھی موت آئے گی، تو حضرت موسیٰ نے کہا کہ جب موت آنی ہی ہے تو ابھی سہی۔ روح حاضر ہے لے جاؤ۔ پھر حضرت موسیٰ کو ایک سیب دیا گیا جس کو انہوں نے سونگھنا شروع کیا اور ملک الموت نے ان کی روح قبض کر لی۔ اس کے بعد سے قابض الارواح لوگوں کے پاس پوشیدہ طور پر آنے لگے۔ (مسند احمد۔ بزاز)

بعض روایتوں میں اس طرح آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کے ذریعہ قبضِ روح کا پیغام حضرت موسیٰ کو پہنچایا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ "کیا کبھی دوست بھی دوست کی جان نکالتا ہے"؟ اس پر ملک الموت بارگاہ ایزدی میں حاضر ہوتے ہیں اور موسیٰ کا پیام پہنچاتے ہیں پھر باری تعالیٰ نے یہ پیغام دیا "اے ملک الموت جاؤ اور موسیٰ کو سناؤ کہ:—

"کیا کبھی دوست اپنے دوست کی ملاقات سے پیچھے ہٹتا ہے؟ اور کتراتا ہے"؟ یہ سننا تھا فوراً حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام قبضِ روح کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں اور ملک الموت ان کی جان نکال لیتے ہیں۔

تاریخ و روایات میں جہاں اس قسم کے واقعات ملتے ہیں کہ موت سے گھبرانا ایک فطری بات ہے وہیں بے شمار واقعات ایسے بھی ملتے ہیں کہ انہوں نے موت کو پیار کیا، گلے سے لگایا، اس کی دعوت پر لبیک کہا اور اپنے آپ کو بقول اِسے؎

ہمہ آہوانِ صحرا سرِ خود نہادہ بر کف
بہ اُمید آنکہ روزے بشکار خواہی آمد

خوشی خوشی پیش کیا اور بیانگِ دہل فرمایا کہ؎

سر فروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر
تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر

اس پر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی معرکہ آرائیاں

اور سر سے کفن لپیٹ کر چلنے کی بتا دیاں شاہد و گواہ ہیں۔ نیز اس راہ میں معرکۂ کربلا بھی سب سے عمدہ مثال پیش کرتا ہے۔

غرض متذکرۂ بالا واقعات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی جانِ عزیز ہوتی ہے اور موت سے طبعی طور پر ایک طرح کی وحشت و نفرت ہوتی ہے۔ یہ تصویر کا پہلا رخ تھا جہاں ظاہری اسباب و علل کے تحت کچھ نہ کچھ مصالح و حکم بھی ہوتے ہیں اور مرنیوالے کے پیش نظر مال و منال آل و مآل نہیں — بلکہ — دین و تبلیغ دین کی ضروریات ہوتی ہیں۔ اور تصویر کے دوسرے رخ میں یہ بات نہیں ہوتی۔ بلکہ عشق و محبت میں سرشاری اور بے قراری کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔

فقہ کا مسئلہ ہے کہ مصائب و آلام سے گھبرا کر موت کی آرزو کرنا اور اس کے لئے دعا کرنا نہ صرف ناروا و نازیبا حرکت ہے بلکہ خلافِ شریعت بھی ہے۔ ہاں اللہ کی دیدار اور عشق و محبت میں موت کی تمنا کرنا یہ شریعتِ محمدیؐ کے نزدیک جائز تو ہے لیکن اس کے برخلاف طولِ عمرؔ کی دعا کرنا جس سے نیک اعمال کی زیادتی ہو اور زیادہ سے زیادہ ثواب کی کمائی ہو، نہایت مستحسن اور پسندیدہ اقدام ہے کہ یہاں بندہ حریص ہوتا ہے اپنی نیکیوں کے جمع کرنے اور ذخیرہ اندوزی میں کہ جسقدر ممکن ہو زیادہ سے زیادہ ثواب و طاعت سے اپنا پلّہ وزنی اور بھاری ہوا کرے —

مانا کہ موت ہمارے نزدیک ایک مصیبت ہے، وحشت ہے آفت ہے، رنج و غم کا مقام ہے، مگر بزرگوں کے ہاں اسکے اندر بھی ایک طرح کی فرحت ہے، راحت ہے، عافیت ہے، تہنیت ہے، خوشی اور مسرت ہے۔

آپ کو تعجب ہوگا کہ خوشی کاہے کی؟ راحت کس طرح کی؟؟ اور تعزیت کی جگہ یہ تہنیت کیسی؟؟؟ سو اس سے متعلق عرض ہے:-

دنیا کی یہ دوروزہ زندگی ایک عارضی زندگی ہے۔ پھر اس زندگی کی راحت و مصیبت، عافیت و اذیت بھی یقیناً عارضی ہے۔ بزرگوں کی نگاہ کبھی فانی اور عارضی پر نہیں جاتی بلکہ مستقل پر ہوتی ہے۔ اور مستقل پر نظر کرتے ہوئے وہ جب کسی عارضی مصیبت پر غور کرتے ہیں تو انہیں یہ مصیبت مصیبت نظر نہیں آتی بلکہ اس میں وہ خوشی کا پہلو نکال لیتے ہیں اور اس کے اندر بھی انہیں مزے داریاں نظر آتی ہیں ؎

ھزا بہ مرنے کا عاشق بیاں کبھو کرتے
مسیحؑ و خضرؑ بھی مرنے کی آرزو کرتے

اتنا ہی نہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ وہ تو آپس میں ایک دوسرے کو مبارکبادیاں بھی دیتے ہیں کہ "مبارک ہو آپ کو یہ عالی ظرفی" — اور یہ حقیقت ہے کہ جو جس قدر عالی ظرف ہوگا اسی قدر اس کا امتحان و ابتلا بھی سخت اور عالی ہوگا چنانچہ اس پر یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ "اشدّ بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل" —

یہ اظہار تہنیت تو بڑے لوگوں کی بات تھی ہم ان کی ریس نہیں کر سکتے اور نہ ہم میں ان جیسی بات ہے، نہ طاقت، اس لئے ہم محض صبر کریں گے اور اپنے فوت شدہ عزیز کے حق میں جو مفید اور ضروری تحفہ ہوگا وہ پیش کریں گے۔ پھر اس کے لئے بھی ایک اصولی بات ہے کہ یہ تحفہ یا خیر خیرات بھی نام و نمود سے دُور، پوری رازداری اور خلوص سے ہونا چاہئے۔ یہی عبادات کی رُوح اور اصل اصول ہے۔

دوشنبہ ۵ ماہ ربیع الآخر سنہ ۱۴۰۷ھ

آج پیر کا دن

۸ دسمبر سنہ ۱۹۸۶ء

ہے ۔۔۔ (۱۲)

—— یہ عجیب اتفاق ہے کہ شہر ویلور کے مشہور پیر پیر گھرانے میں ایک پیر نے جنم لیا اور معرض وجود اور منصۂ شہود میں آیا تو پھر اس کے اس دنیا سے جانے، رخصت ہونے اور تجہیز و تکفین کی آخری تیاریاں بھی اُ ز پیر کے دن پایۂ تکمیل کو پہنچ رہی ہیں۔

شہر اور بیرون شہر سے آئے ہوئے لوگوں کا ایک تانتا لگا ہوا ہے اور ایک ایک کر کے سب زیارت گاہ تک جاتے ہیں اور آخری دیدار سے شرفیابی حاصل کر رہے ہیں۔ دُور دراز سے آئے ہوئے مہمانوں کو اتوار کی رات یہیں گذارنی پڑی۔ پیر کی صبح ۸ بجے سے غسل کی تیاریاں شروع ہوئیں اور ہر ایک بڑھ بڑھ کر خدمت انجام دینے پہ خواہاں و جویاں نظر آ رہا تھا اور ہر شخص اپنی اس خدمت کو باعثِ سعادت اور خیر و برکت سمجھتا تھا۔ اس لئے ان کی یہ دوڑ دھوپ ورہا بھی نہ دو بہرو کو جو اس سعادت کے حصول و قبول میں کوشاں و جویاں نظر آتے تھے محروم کر دیا۔ اور وہ دل ہی دل میں ہزار حسرت و یاس اور پورا "دردِ نایافت" لئے لوٹ گئے۔

نمازِ جنازہ حسبِ اعلان ٹھیک گیارہ بجے صبح اپنی خانقاہ حضرت مکان کی جامع مسجد میں پڑھی گئی۔ اور آپ کے دامادِ اکبر عالیجناب سید شاہ محمد عثمان قادری عرف فصیح حضرت صاحب نے پڑھائی۔ شہر و بیرون شہر کی خاصی کثیر تعداد میں ایک جم غفیر جنازے میں شریک رہا۔

مسجد، صحنِ مسجد، اور فنائے مسجد انسانوں کے ایک سمندر سے لبریز نظر آ رہا تھا، نمازِ جنازہ کے بعد اس چشم و چراغ اقطابِ ویلور کی لوگوں نے آخری دیدار و زیارت کی ۔۔۔ پھر اسی خاک پاک سرزمین حضرت مکان کے قبرستان میں ۔۔۔ احاطہ و گنبدِ اقطابِ ویلور کے پائیں جنوبی جانب جہاں ؎

خلوص و مہر و محبت کا رنگ نظر آئے
زمیں پہ جنت فردوس خود اتر آئے

کی صحیح ترجمانی ہوتی ہے، آپ کو سپردِ خاک کیا گیا ؎

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

پھر میں نے کہا ع

اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

اس کے بعد تلقین پڑھی گئی اور دُعائے مغفرت کی گئی اور عوام کو "اذنِ عام" کی رخصت دی گئی۔ لوگ آہستہ آہستہ نکل رہے تھے، کوئی رو رہا تھا کسی کی سسکیاں

بندھی تھیں اور میں وہیں آپ کے پائیں کھڑے ہوئے سہ

بہ طبعم ہیچ مضموں تہ لب بستن نمی آید
خموشی معنئ دارد کہ در گفتن نمی آید

جی ہی جی میں گن گنا رہا تھا کہ اتنے میں حضرت نے آواز دی اور پکارا کہ "مجھے یہاں کہاں ڈھونڈھ رہے ہو؟ یہ میرا مقام نہیں ہے جسے تو دیکھ رہا ہے۔ یہ میرا مزار نہیں ہے جہاں تو کھڑا ہوا ہے، یہ ایک عارضی جگہ ہے جسے تو مستقل سمجھے ہوئے ہے سن! یہ ڈیڑھ گز کی زمین میں ہم سمو نہیں سکتے۔ واللہ! ہمارے لئے یہ زمین کا قطعہ، یا ٹکڑا کافی نہیں ہو سکتا اور نہ ہو سکے گا۔ سن! اور دل کی کانوں سے سن! ہمارے لئے تا حد نگاہ وسعت و آماجگاہ کی ضرورت ہے۔ اور یہ اس تھوڑی سی ڈیڑھ گز والی زمین میں ناممکن ہے۔ اس لئے سن اور غور سے سن! ہماری گزرگاہ لوگوں کے قلوب ہیں، ہماری آماجگاہ خواص کے قلوب ہیں، اور ہمارا مزار عارفوں کے سینوں اور دلوں میں ہے"! سہ

بعد از وفات تربتِ من در زمیں مجو
در سینہ ہائے مردمِ عارف مزارِ ما

پلٹ کر دیکھا تو لوگ اہل خاندان سے رخصتی لے رہے ہیں اور دلاسا دے رہے ہیں، پھر میں نے بھی ان کی گفتش بر داری میں لب کشائی کی سہ

میں کہتا ہوں بدل دو، یہ غم و اندوہ کے بادل
مگر ارباب میخانہ مری چلنے نہیں دیتے

اس پہ آپ کے بڑے داماد صاحب یوں گویا ہوئے سہ

شکستوں پہ شکستیں کھا رہا ہوں در پیہم کے
کفِ افسوس پھر بھی حوصلے ملنے نہیں دیتے

تو پھر مجھے یہ سن کر بڑی ہمت بندھی اور حوصلے بلند ہوئے، جوش رخصت ہوا اور ہوش میں آیا۔

غرض ساز خاموش ہو گیا مگر نغمے زندہ ہیں۔ آپ نہیں رہے۔ آپ کے ہمت بندھانے والے گیت موجود ہیں۔ اور وہ نقش موجود ہیں جنہیں دیکھ کر مقصد میں بلندی، طبیعت میں حوصلہ اور جرأت میں استقلال کا دریا موجزن ہونے لگتا ہے۔

چنانچہ آپ کے برادر بزرگ حضرت المخدوم تقدس مآب سجادہ نشین خانقاہ قطبؒ ویلور اعلیحضرت مولانا ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی کی خاص توجہ، سرپرستی اور دعاؤں سے "دار العلوم لطیفیہ" کی پوری امانتوں اور خدمات کی ذمہ داریاں آپ کے دونوں دامادوں، بالخصوص جناب محترم سید شاہ فیع پاشاہ صاحب قادری حیدرآبادی سلمہ اللہ الباری ناظم "دار العلوم لطیفیہ" نے سنبھال لی ہیں۔ اور ماشاء اللہ پورے خلوص و نیک نیتی کے ساتھ با جوش و با ہوش کام کر رہے ہیں۔ اسی سلیقہ اور اسی طریقے کے ساتھ جس طرح کہ ان کے بزرگ خسر، چشم و چراغ دار العلوم نے انجام دئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں بھی گلشن دار العلوم کی مزید ترقیاں نصیب ہوں۔

ع ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

وہ پہلا نقش تھا جسے چشم و چراغ دار العلوم نے پیش کیا۔ یہ دوسرا نقش ہے جسے آپ کے داماد ذی شان پیش کر رہے ہیں ـــ اور یہ حقیقت ہے کہ پہلے نقش کے مقابل دوسرا نقش زیادہ اچھا، زیادہ عمدہ اور زیادہ بہتر ہوا کرتا ہے۔ سچ ہے ع

نقّاش نقش ثانی بہتر کشد ز اوّل

یہ ایک داغ دار دل و دماغ اور مجروح ذہن و افکارات کے منتشر و مبہوت خیالات و جذبات تھے جو مسلسل میرے دل کو مغموم کئے جا رہے تھے اور بری طرح مجروح کر چکے تھے، جن کی تاب میرے بس کی بات نہ تھی، اس لئے زبان نے پھر ایک بار چیخا کہ ؎

جگہ کس کس کو دوں دل میں تیرے ہاتھوں سے اے قاتل
کٹاری کو، چھری کو، بانک کو، خنجر کو، پیکاں کو،

کبھی میں نے آواز کی تو آہ و بکا، چیخ و پکار، نالہ و فریاد کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور کبھی ضبط و تحمل سے کام لیا تو خود کو تحیر و استعجاب کے ورطہ میں پایا۔ شہر خموشاں کی سیر و سیاحت میں گم گشتہ محسوس کیا اس لئے اب دل نے فیصلہ کیا ؎

ضبط کرنے سے تو رونا ہی بھلا ہے افسوس
دل کی تسکین بھی ہے درد کا اظہار بھی ہے

چنانچہ اس کی یہ بات مجھے بھا گئی جس کے نتیجہ میں آپ کا وقت ضائع کیا اور سمع خراشی کی۔ اور آپ کو بہت دیر تک مضطرب و بے تاب کر دیا کہ آخر یہ چشم و چراغ خانوادۂ اقطاب ویلور ہے کون؟ کہاں پیدا ہوا، کہاں پلا؟ اور کہاں بڑا ہوا؟؟؟ ـــ

سنئے اس خانوادۂ اقطاب ویلور کی آٹھویں پشت کا یہ آخری گیارہواں چشم و چراغ۔

شمس العلماء حضرت مولانا محی الدین سید شاہ عبد اللطیف الرابع القادری المعروف بہ حضرت مکی قدس سرہ العزیز کا چوتھا اور آخری صاحبزادہ ہے۔

"ابو الحسن" کنیت ہے۔ "صدر الدین" لقب ہے۔ سید شاہ محمد طاہر نام ہے ـــ اور "حضرت پیر" یہ عرفیت ہے۔ اس طرح پورا نام ہے حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر عرف حضرت پیر صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ۵ ار ماہ جمادی الاولےٰ سنہ ۱۳۳۷ ہجری میں ویلور دار السرور کے مشہور خانوادۂ حضرت مکان میں چہار شنبہ کی صبح چار بجے پیر گھرانے میں ایک ایسے پیر نے جنم دیا، جو آگے چل کر اسم بامسمّٰی ثابت ہوا۔ اور جو بڑے پیر بے نظیر روشن ضمیر حضرت دستگیر قدس اللہ سرہ العزیز کے نواسوں پوتوں کے سلسلے میں آ رہا ہے۔

بچپن ہی سے خداداد ذہانت و فطانت فراست و ذکاوت اور اعلیٰ صلاحیت نے علوم مشرقی کے ساتھ ساتھ

علوم مغربی کے حصول و قبول کے لئے بھی خود کو پیش کر دیا۔
جس کے نتیجے میں "محمڈن کالج" مدراس سے "بی اے" میں نمایاں
نمبرات سے کامیابی حاصل کی ــــــ پھر لاء کالج میں داخلہ
لیا اور یہاں سے یل یل بی (B.L.L) کا کورس بھی پڑھا۔
یہ قانونی تعلیم کا کرشمہ تھا یا حصہ کہ منجملہ خاندانی علوم
وراثت و شرافت کے آپ حد درجہ ذہین و فطین ثابت ہوئے۔
۱۳۷۰ھ ہجری ۴ر جمادی الاولیٰ مطابق ۱۱ر
ماہ فروری ۱۹۵۱ء میں حضرت سید شاہ میراں محی الدین
صاحب قادری ورنگلی کی دختر بلند اختر سے آپ کا عقد ہوا۔
جن کے بطن سے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہوئیں'
اس طرح کل چھ اولادیں نصیب ہوئیں۔ مگر ان میں سے
قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ کوئی دوسرا انتظام قائم کرانا
تھا۔ کوئی دوسری راہ نکالنی تھی۔ تکوینی اُمور کی تکمیل
بھی ہونی تھی اور اپنے رازہائے سربستہ سے پردہ ہٹانا تھا'
کہ وہی قدرت جس نے ابتک سلسلہ بہ سلسلہ پشتہا پشت سے
نظم و نسخ کی ایک ہی کڑی' ایک ہی خانوادے کے ذریعے چلائی'
اور ذمہ داریاں سونپیں۔ آج ــــ وہ ایک دوسری راہ سے
چلانے کا تہیہ کرلی ہے ــ اصل اصول سے ہٹ کر فروع کی طرف
مائل ہے۔ جڑ اور پیڑھ کی جگہ شاخوں نے لے لی ہے۔ جو درحقیقت
یہ بھی اپنی اصل (درخت) ہی سے مشتق ہے اور ان کے بغیر بھی ایک
صحیح و سالم درخت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔
اس طرح قدرت نے ایک عجیب و غریب اور حیرت
انگیز نکتہ کی طرف عوام و خواص کے ذہنوں کو منعطف کیا ہے۔

یہاں غور فرمائیے تو اندازہ ہوگا کہ سادات اہل بیت کی تاریخ
اور ابتدائے آفرینش بھی کچھ اسی طرح سے تھی اور ہے۔ بیشک
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قدرت نے نرینہ اولادیں دیں
اور لے لیں۔ دینا بھی مصلحت سے خالی نہیں ہے اور لینا بھی مصلحت
سے خالی نہیں ہے۔ اس کے اندر بھی بہت سی حکمتیں و رازداریاں
مضمر و مخفی ہیں' جہاں علمائے ظاہر بین نے ان کی خوبیوں کو
گنوایا ہے' وہیں اہل باطن اور مشائخ طریق نے بعض مصالح و
حکم کی عقدہ کشائی کی ہے۔
قانون قدرت نے جس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ
علیہ وسلم پر ختم نبوت کی مہر ثبت کر دی ہے اسی طرح اس
خانوادۂ اقطاب ویلور کے سلسلے کی آخری کڑی پر یعنی
آپ کی ذات عالی صفات پر' ظاہری معنوں میں ولایت اقطاب
ویلور کی عصبی نسبی اختتامی مہر ثبت کر دی ہے' اور ابتدائے
اہل بیت کرام کی تاریخ سے ایک دلی مناسبت پیدا کرا دی
ہے۔ اب آگے آنے والی نسلوں سے البتہ بفحوائے آیۃ ذٰلک
فضل اللہ یؤتیہ من یشاء کی امیدیں وابستہ ہیں
اور رہیں گی۔
غرض آپ کی ان چھے اولادوں میں سے دونوں
نرینہ اولادیں تو اللہ کو پیاری ہوگئیں اور نیز چار صاحبزادیوں
میں سے بھی دو نے داعی اجل کو لبّیک کہا۔
اور الحمد للہ دو صاحبزادیاں سلمہا بقید حیات
ہیں۔ ان میں بڑی صاحبزادی صاحبہ جناب محترم سید شاہ عثمان
قادری عرف فصیح پاشاہ صاحب بی کام حیدرآبادی

سلمہ اللہ الباری سے منسوب و منسلک ہیں۔

دوسری صاحبزادی صاحبہ جناب محترم سید شاہ ہلال احمد عرف ہلال پاشاہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بنگلوری سے منسوب و منسلک ہیں۔

۱۳۷۵ھ ہجری میں آپ کے سب سے بڑے بھائی سلطان العارفین زبدۃ السالکین اعلیحضرت مولانا المولوی الحافظ الحاج ابو الفتح سلطان محی الدین سید شاہ عبد القادر قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اور آپ کے دیگر تینوں بھائیوں کو اپنے دستِ حق پرست پر بیعت لی اور خرقۂ خلافت سے نوازا اور ایکسو اکانوے سلاسل میں خصوصی اجازت مرحمت فرمائی جو قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، رفاعیہ، شطاریہ، حسنیہ، حسینیہ، صدیقیہ، فاروقیہ، عثمانیہ، علویہ، بخاریہ، اویسیہ، طاؤسیہ، مدنیہ وغیرہ وغیرہ سلسلوں پر مشتمل ہے اور بڑا متبرک ہے۔

کارنامے اور خدمات

دار العلوم لطیفیہ کے فرائض نظامت کی ذمہ داری جب سے قبول کی، اس وقت سے برابر طلبائے دار العلوم کے مستقبل کی فکر دامن گیر رہی، اور ہر وقت یہ سوچتے رہے کہ ان کا مستقبل شاندار و درخشاں ہو اور کس طرح شاندار ہو؟ اور کیسے ہو؟ اور اس کے لئے کیا کرنا چاہئے؟ کس سے ملنا ہے اور کس کو بلانا ہے؟ اور کس طرح اپنے طلبائے دار العلوم کو آگے بڑھانا ہے، اور اس میدان کارساز کے شہسوار کے لئے کیا کرنا ہے؟ اور کیا نہیں کرنا ہے! علمی، عملی، دینی اور دنیوی امور و معاملے میں ان کا مکتبِ فکر اور نقطۂ نظر کیا ہونا ہے۔ اور کیسے ہونا ہے؟ یہ اور اس قسم کے بے شمار خیالات و افکارات تھے جو آپ کے عالی خیال اور دور بین و نکتہ رس نگاہ میں ہر وقت و ہر آن سموئے ہوئے تھے اور موجزن رہتے تھے۔

یہاں سے فارغ التحصیل "مولوی" نرا ملّا "ملائے خشک یا ملائے محض نہ ہو، بلکہ وہ "صوفی منش" بھی ہو۔ اس کے اندر علمی صلاحیت بھی ہو اور عملی جذبہ بھی کارفرما ہو اور ایسا جذبہ جو نفاق و ریاء سے دور صبر و رضاء سے لبریز اور پیکرِ خلوص ہو۔ اور وہ روزگاری کے سلسلے میں کسی کا محتاج یا دستِ نگر نہ ہو۔ بلکہ خود مختار اور عالی کردار کا عادی ہو۔

(۱)۔ چنانچہ آپ کی سمجھ بوجھ اور کوششوں نے دار العلوم میں ایک ایسے کورس کی تخلیق کی اور مدراس یونیورسٹی سے منظوری دلائی، جس کے ذریعے سے طلبۃ العلوم کو سرکاری و نیم سرکاری و کمپنیوں (ملازمتوں) میں حصہ لینا اور داخلہ لینا آسان بن گیا۔

ایک طرف درس نظامی کی تکمیل بھی ہو رہی ہے، اور درسیات کے ساتھ ساتھ اخلاقیات پر زور دیا جا رہا ہے، تو دوسری طرف دانشگاہ مدراس (مدراس یونیورسٹی) کے منظور شدہ کورس میں بھی حصہ لیا جا رہا ہے کہ ادھر درس نظامی کے اسباق بھی جاری اُدھر یونیورسٹی کے منظور شدہ نصابی کتب کا مطالعہ بھی ساتھ ساتھ میں جاری و ساری۔ اس طرح "ہم خرما و ہم ثواب" کی تمثیل و تشبیہ بھی پوری ہو رہی ہے۔ اور طلبہ میں بہ یک وقت مولوی ہونے کے ساتھ ساتھ حسبِ استعداد و خواہش کوئی

"افضل العلماء" تو کوئی "منشی فاضل" اور کوئی "ادیب فاضل" کی سندیں بھی لیتا جارہا ہے اور اس کے نتیجے میں ماشاء اللہ وہ برسرِ روزگار بھی بن جاتا ہے۔

② دارالتقریر

دارالتقریر کے قیام کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے۔ اور یہ "انجمن دائرۃ المعارف" کے نام سے قائم فرمایا ہے جو تحریر و تقریر کے دونوں میدانوں کے لئے یکساں مفید اور سرگرم عمل ہے۔ جہاں ہر ہفتہ کسی استاد کی صدارت و سرپرستی میں طلبائے عزیز کی تقاریر کا سلسلہ چلتا ہے اور باری باری ایک ایک استاد پر اس کی صدارت و نگرانی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ ان کی تقریروں کی خامیوں، کوتاہیوں اور بدعنوانیوں کی اصلاح اور جب جب انہیں اپنے مفید اور قیمتی مشوروں سے نوازتا ہے جس سے طلباء کے اندر ہمت اور تقریر کرنے کی صلاحیت و ملکہ پیدا ہوتا ہے جو یقیناً ضروری اور لابدّی تھا اور ہے۔

③ دارالتحریر

دارالعلوم لطیفیہ کا ترجمان و پاسبان سالنامہ "اللطیف" بھی آپ کی ہی تخلیق ہے۔ اس کو بھی آپ نے ہی جنم دیا اور اپنی ان تھک کوششوں سے اس کو ایک حد تک کامیاب بنایا اور ماشاء اللہ اس پر آج اٹھائیس سال بیت گئے ہیں اور وہ اپنی تیز گامی کے ساتھ رواں دواں چل رہا ہے جس کے ذریعے سے فرزندانِ دارالعلوم لطیفیہ کی قلمی علمی، ملی اور ذہنی صلاحیت و قابلیت کی ترجمانی کی، اور انہیں دنیائے علم و ادب کے آگے روشناس کرایا۔ اور ان کے اندر لکھنے کی ہمت و صلاحیت پیدا کرائی اور پوری شائستگی کے ساتھ احساسِ کمتری کو ہٹا کر ایک نیا جوش، نیا ولولہ اور نئی امنگ پیدا کی ۔۔۔ اور الحمدللہ ان میں ایک سے ایک آگے بڑھنے اور بڑھ چڑھ کر لکھنے کا ہر طرح شائق و ذائق بھی نظر آتا ہے۔ اور مجموعی طور پر بعض لفظی فروگذاشت سے قطع نظر سالنامہ "اللطیف" اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ" کے ہمت بندھانے والے گیت گانے کا مستحق بھی ہے۔

④ دارالتصنیف

اپنے اہلِ خاندان کے اجداد و احفاد، اقطاب و اوتاد کے وہ یادگار اور تاریخ ساز کارنامے جنہیں عرصہ ہوا شائع ہوئے، جن پر صدی دو صدی بیت گئیں، وہ نایاب و کمیاب کی شکل و راہ اختیار کر گئے، جن کی از سرِ نو اشاعت و حفاظت کی بظاہر کوئی شکل و صورت بھی نظر نہیں آرہی تھی ۔۔۔ اور ۔۔۔ ایسے ہی وہ قلمی نوادرات و شاہ پارے جن کو شائع ہونا اب تک نصیب نہ ہونا تھا نہ ہوئے۔ ان سب کی از سرِ نو اشاعت و تشہیر، ترتیب و تبویب کی داغ بیل بھی آپ نے ہی ڈالی۔ اور اس کا ایک مستقل سلسلہ شروع کیا۔ کتابی شکل میں ان میں کچھ تو علٰحدہ طور پر شائع ہوئے اور کچھ قسط وار سلسلہ بہ سلسلہ شائع ہو رہے ہیں اور بعض رسائل جو خالص عربی یا فارسی میں ہیں اور جن سے خواص تو مستفیض ہو سکتے ہیں مگر عوام نہیں، اس لئے عوام کی سہولت کے پیشِ نظر اب ان کے بھی تراجم اصل عبارت

کے ساتھ شائع کئے جا رہے ہیں۔ ان میں بھی بعض من وعن شائع کئے جا رہے ہیں۔ اور بعض کے محض خلاصے پیش کئے جا رہے ہیں۔

اس طرح خواص کے ساتھ ساتھ عوام کا ایک طبقہ بھی بڑی مدتک ان سے مستفید و متاثر نظر آ رہا ہے۔ اب تک اس شعبۂ دار التصنیف نے علیٰحدہ طور پر کتابی شکل میں درج ذیل رسائل نکالے ہیں:۔

۱۔ خانوادۂ اقطابؒ ویلور
۲۔ انوارِ اقطابؒ ویلور
۳۔ رسائل حضرت قربیؒ
۴۔ رسالۂ بیعت غائب و حاضر
۵۔ میزان العقائد
۶۔ انشائے عقائد ذوقیؒ
۷۔ جواہر السلوک (ابتدائی دس فوائد)
۸۔ مخزن السلاسل
۹۔ غایۃ التحقیق
۱۰۔ خوارق حیدریہ
۱۱۔ فصل الخطاب
۱۲۔ انشائے لطف اللٰہی
۱۳۔ مکتوبات حضرت قطبؒ ویلور
۱۴۔ فتاوائے حضرت قطبؒ ویلور
۱۵۔ ترجمۂ قصائد حضرت ذوقیؒ

⑤ دار المطالعہ

قدیم طرز کے دار العلوم میں علوم مشرقیہ و مغربیہ کی مختلف زبانوں میں اخبار و رسل بینی کا انتظام و انصرام نہیں رہا مگر آپ کے دورِ نظامت نے اس کے اندر بھی وسعت پیدا کرادی جس سے طلباء کے اندر ذوق مطالعہ اور شوق مکاشفہ پیدا ہوتا ہے۔ خاص کر عربی زبان کے جرائد و رسائل اور نیز ہندوستان کے مختلف الخیال مکتبۂ فکر کے اردو رسائل و اخبارات بھی یہاں کے دار المطالعہ کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ اور طلباء اپنے فارغ اوقات میں ان سے استفادہ بھی کرتے ہیں اور اپنی معلومات میں اضافہ بھی۔

⑥ دار القرآن والحفاظ

دار العلوم لطیفیہ میں مستقلاً شعبۂ حفظ کا اجراء اور شعبۂ ابتدائیہ کے نفاذ و قیام کا سہرا بھی آپ ہی کے سر ہے — عموماً مدارس عربیہ میں وہی طلبہ مجاز داخلہ ہوتے ہیں جو ناظرۂ قرآن مجید ختم کر چکے ہوں، ان میں بعض وہ ہوتے ہیں جو ختم قرآن کے بعد بھی صاف اور روانی کے ساتھ قرآن کریم نہیں پڑھ سکتے۔ یا بعض ایسے طلباء جنہیں ان کے والدین نے بچپن ہی سے سرکاری اسکول میں داخل کرا دیا ہوا اور وہ باوجود عمر بڑھ جانے کے قرآن خوانی سے مجبور رہتے ہیں — اس لئے آپ کی دور رس نگاہ نے یہ محسوس کیا کہ ان محروم بچوں کے لئے بھی ایک الگ شعبہ قائم کیا جائے جس سے ان کی اس محرومی کا بڑی مدتک انسداد ہو سکے۔ چنانچہ اس کی تکمیل کے لئے بھی ایک الگ شعبہ موجود ہے۔ جہاں ناظرہ قرآن خوانی کے فوراً بعد طلباء اپنی

استعداد کے مطابق یا تو شعبۂ حفظ میں اپنا داخلہ لیتے ہیں
اور یا مولوی کورس میں، اس طرح یہ کارنامہ بھی بڑا یادگار
اور زندۂ جاوید کارنامہ ہے۔

⑦ دار الحساب

یہ بھی آپ ہی کے دورِ نظامت کا ایک زرین
باب ہے۔ اس کی بنا بھی آپ ہی نے ڈالی کہ ہر عربی خواں
مولوی کے لئے اپنے فارغ اوقات میں روزمرہ کی ضروریات
کی حد تک حساب وکتاب اور انگریزی وغیرہ کی تعلیم کے لئے
ایک قابل استاد کا تقرر فرمایا جس سے طلبہ حالاتِ حاضرہ
اور ضرورت ظاہرہ کے تحت انگریزی لانگویج سے شُدھ
بُدھ واقف ہو جاتے ہیں۔

⑧ دار القضایا

آج کے نازک دور میں جبکہ عوام میں صحیح الحس
والحواس کا پانا مفقود ہے، ان میں صحیح وغلط کی تمیز نہیں رہی
اور انہوں نے اپنی خواہشات وہوس کی چکر میں اصل راہ کو کھو
دیا یا صحیح راہ سے دوری ومہجوری ہونے لگی، رؤیت ہلال
کے سلسلے میں بڑی گڑبڑی ہونی شروع ہوئی اور طرح طرح
کی افواہیں پھیلیں اور فتنے ابھرنے اور ہوا دینے لگے ــــ
نیز شادی بیاہ کے معاملات میں طرفین کی بعض ناچاقیاں
ناگواریاں، اور باہمی نزاعات بھی ایک مستقل مرحلہ ثابت ہونے
لگیں، تو ایسی صورت میں آپ کی نگاہِ تجسس نے "ایک
گورنمنٹ قاضی" کے تقرر کو ضروری جانا۔ اور اس کی بناء
ڈالی۔ اور اپنے مدرسہ کے ایک استاد کو اس عہدے پر
مامور کیا۔ پھر حکومت سے اس کے اس عہدے کی منظوری
دلادی۔

⑨ دار السکّان

دار العلوم لطیفیہ کے اساتذۂ کرام کے لئے
رہائش گاہوں کی جب شدید ضرورت محسوس ہو رہی تھی تو ان
کے لئے بھی مستقل طور پر پختہ عمارتوں میں رہائش گاہوں کی تعمیر
کا کام بھی آپ کے ہی دور انتظام واہتمام میں شروع ہوا، اور
الحمد للہ پایۂ تکمیل کو پہنچا ــــ خوشی کی بات یہ ہے کہ اساتذہ کو
اپنی رہائش گاہوں میں جانے کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت
نہیں رہی ــــ بلکہ یہ دار العلوم کے احاطہ کے اندر ہی موجود
ہیں، جو آپ کی ادنیٰ توجہ کا نتیجہ ہیں۔

⑩ دار الشفاء

شروع میں کہہ چکا ہوں کہ آپ کی طبیعت میں طلبائے
عزیز سے عجیب انسیت ومحبت، شفقت ومروت ودیعت
ہو چکی تھی جس کی وجہ سے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ طلبائے عزیز
آپ کی روحانی اولاد رہے۔ دن رات دار العلوم لطیفیہ کی
خدمات میں مصروف ومنہمک رہنا اور اس کے در ودیوار سے
محبت والفت کی راگ رانی سننا سنانا، فارغین دار العلوم
کے مستقبل کی سوچنا یہ آپ کا مرغوب ومحبوب مشغلہ رہا ــــ
جس کے نتیجہ میں آپ دار العلوم میں شعبۂ طب کے قیام کی سوچ
رہے تھے ــــ نہ صرف سوچ رہے تھے بلکہ اس سلسلے میں پہل
بھی کر چکے تھے۔ اور یہ معاملہ "نشستند وگفتند وبرخواستند"
تک محدود نہیں رہا، بلکہ آگے بڑھ گیا تھا۔ ذمہ داران

یونیورسٹی سے مراسلت کا سلسلہ بھی چل رہا تھا۔ ایک نقشہ تیار کر لیا تھا، ایک خاکہ بنا لیا تھا۔ پھر اس خاکہ کے اندر اُستادوں کا انتخاب بھی ہو چکا تھا۔ اور نظرِ انتخاب بھی ماشاءاللہ بہت اونچی رہی۔ اس لئے ایک اچھے قابل لائق و فائق اور با صلاحیت تین اطباء کو چن لیا اور منتخب فرما لیا جن کے خانگی مطبوں کا الحمد للہ اس نواح میں چرچا ہے۔

چنانچہ انہوں نے بھی حضرت کی اس خواہش اور بے پناہ جذبۂ خدمت خلق کو دیکھتے ہوئے ہاں میں ہاں ملا دیا۔ اور منظوری دے دی۔ کئی بار اس سلسلے کے اسفار ہوئے ہر طرح غور و خوض کیا گیا۔ پھر اسباق کی نوعیت، اوقات کی کمیت و کیفیت پر بحثیں ہوئیں، خاکے پیش ہوئے اور عزم بالجزم کے وعدے لئے گئے اور جب مشوروں کی باری آئی تو ؎

زلفِ دراز بن گئی زنجیر پائے یار
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

کی تصویر سامنے تھی ——— !

اور جب یونیورسٹی سے منظوری میں دشواری پیش آئی اور مشکلات کا سامنا محسوس ہوا تو مجبوراً اس شعبہ کے اجراء میں توقف فرمایا اور اس کو تاخیر و ڈھیل کی نذر کر دیا۔ ورنہ یہ شعبہ کبھی کا قائم ہو گیا ہوتا اور ع ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی کی ترجمانی کیا ہوتا اور اب تک کئی بیاعیں (جماعتیں) یہاں سے نکل گئی ہوتیں ——— مگر ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

یہ سچ ہے ع تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں۔

غرض یہ ہیں آپ کے وہ اوصافِ حمیدہ اور صفاتِ ستودہ کہ جن کی بدولت آپ کی ہمہ گیری، ہر دلعزیزی ہر مکتبِ فکر اور صاحبِ نظر کو متاثر کئے بغیر نہیں رہی۔ اور گویا ؎

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میرؔ ہوئے
ان کی زلفوں کے سب اسیر ہوئے

کی صحیح ایک جیتی جاگتی تصویر تھی تلك عشرة كاملة

اس مختصر سے مضمون میں آپ کی کن خوبیوں کو گنواؤں اور کن خوبیوں کو سنواؤں، اس کے لئے تو ایک طویل فرصت کی ضرورت ہے، اس لئے ؎

موقوف ہو غم میرؔ کہ شب ہو چکی ہمدم
بس اور کسی روز یہ افسانہ کہیں گے،

حکیم سید افسر پاشاہ عفی عنہ
شفاء ڈسپنسری گڈیاتم

فصل الخطاب

بین الخطاء والصواب

مصنف

مجدد جنوب علامہ شاہ محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ

قطب ویلور قدس سرہٗ

ترجمہ و تلخیص

مولوی حافظ ابو النعمان محمد بشیر الحق قریشی قادری ادھونی

استاذ دار العلوم لطیفیہ

فصل الخطاب بین الخطاء والصواب

کی موجودہ قسط بیسویں مقدمہ کا ترجمہ ہے مصنف علیہ الرحمہ نے کتاب کے شروع میں بیس مقدمات سپرد قلم فرمایا ہے جو فل اسکیپ کے تیس صفحات پہ پھیلے ہوئے ہیں اور یہ سارے مقدمات در اصل ایک مفصل و مربوط مقدمہ کی حیثیت رکھتے ہیں جن کا ذہن میں مستحضر رہنا کتاب کے دوران مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

موجودہ قسط میں لوگوں کے غلو کی تفصیل پیش کی گئی ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ حضرت قطبؒ ویلور رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں کس قدر افراط اور غلو و تعصب کی فضا پھیلی ہوئی تھی اسی سے متاثر ہو کر حضرت قدس سرہٗ نے فصل الخطاب تحریر فرمایا۔

قارئین کرام سے عرض ہے کہ:

موجودہ قسط پڑھنے سے قبل حضرت مصنف کا یہ ارشاد گرامی ضرور پڑھ لیں تاکہ ذہن کسی الجھن کا شکار نہ ہو جائے۔

"اس کتاب کو وہی شخص مطالعہ کرے جو غالی اشخاص کے غلو اور اہل سنت وجماعت کے مذہب سے واقفیت رکھتا ہو اور جو شخص ان دونوں (لوگوں کے غلو اور مذہب اہل سنت وجماعت) میں سے ایک کو جانتا ہو اور دوسرے کو کما حقہ نہ جانتا ہو تو یہ کتاب اسکے لئے قابل مطالعہ نہیں اور اگر لوگوں کے غلو سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہو اور اس قدر اہل سنت وجماعت کے مذہب سے واقف نہ ہو تو یہ کتاب اسکو نفع پہنچائے گی اور اگر اسکے برعکس لوگوں کے غلو سے مطلق واقف ہی نہیں ہے اور مذہب اہل سنت سے پوری طرح واقف ہو تو یہ کتاب اسکو نفع نہیں پہنچائے گی کیونکہ اس کتاب کے اندر اصل بحث لوگوں کے غلو اور ناقص اشخاص کے افراط سے متعلق ہے۔"

تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دہراتی ہے مسلمانوں کی موجودہ مذہبی حالت وہی عکس لئے ہوئے ہے جو کبھی حضرت قطبؒ ویلور کے عہد میں تھی۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ مجدد جنوب قطبؒ ویلور کے تجدیدی کام کا فیض ہر سو عام کرے۔

مترجم ابو النعمان قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۰ بیسواں مقدمہ

بیسواں مقدمہ تطبیق کے وقت یہ نہ کہا جائے کہ یہ تمام دلائل اور شواہد مستند و معتبر کتابوں میں تو موجود ہیں لیکن ان کی کوئی تاویل ہوگی جس کی طرف ہمارا ذہن منتقل نہیں ہو رہا ہے۔ مناظرہ کے دوران اس طرح احتمال کے پہلو کو پیش کرنا عجز و بے چارگی کی نشانی اور جہل و نادانی کی دلیل ہے اور اس احتمال کے باوجود بحث و مباحثہ کا سدّباب ہو ہی جاتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ یہی وہ بیس مقدمات ہیں جن کو کتاب ھذا کے مطالعہ کے دوران ذہن میں مستحضر اور ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

اس دور سراپا طغیان میں کچھ لوگ ارباب کشف و شہود کے اوپر بعض بے اصل و خام خیالات اور خرافات اوہام کے علاوہ حلول و اتحاد اور کفر و الحاد کی تہمت بھی باندھ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ حضرات کرام سنت کی حمایت کرنے والے، بدعت کا قلع قمع کرنے والے، شریعت مطہرہ کے ظاہر اور باطن کے درمیان مطابقت پیدا کرنے والے ہیں ایسے بزرگوں کی تذلیل و توہین کرنے میں پیش پیش ہیں، اور وحدۃ الوجود کو غیر معقول و منقول کہہ رہے ہیں اور بطور اعتراض یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ بُت پرست ہنود تو ہزاروں خدا رکھتے ہیں لیکن وحدت الوجود کے قائلین کے یہاں خداؤں کی کوئی حد ہی نہیں ہے اس لیے کہ ان اندھوں کے بدن کا ایک ایک بال بھی اُن کی ایک جان کے ساتھ ساتھ جاندار ہے اگر یہ تمام موجودہ صورتیں حق کے ایک وجود میں موجود ہوں تو کثرتِ الٰہی کی قباحت کیسے لازم آسکتی ہے؟

درازدستی این کوتہ آستینان بین

اور بطور افترا یہ کہتے ہیں کہ طائفۂ وجودیہ کے یہاں نماز، روزہ اور دیگر شرعی تکالیف سے آزادی اور عدم پابندی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں — اور اُن کے نزدیک ماں، بیوی اور بیٹی میں کوئی فرق نہیں — اور حال یہ ہے کہ وجودیہ فرائض کے انکار کرنے والے اور محارم کو حلال قرار دینے والے شخص کو کافر سمجھتے ہیں۔

نیک لوگوں کی شان میں بدگوئی و الزام تراشی خود اپنے لیے ہی نقصان دہ ہے۔ آسمان کی جانب تھوکنا گویا اپنے ہی چہرہ پر تھوک لینا ہے۔

اور بعض بے ہودہ گو اشخاص کی بے ہودگی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وجودیہ کو یہود اور نصاریٰ سے

زیادہ بری جماعت قرار دے رہے ہیں اور بعض جاہل نے تو کشی اور طغیانی کی انتہا کر دی کہ شیخ الشیوخ شیخ محی الدین ابن عربی کو شیخ اکفر اور شیخ ابتر کہتے ہیں — اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالی اور شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ کبیر صدر الدین قونوی اور خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز اور شیخ عبد الکریم جیلی اور خواجہ عبید اللہ احرار اور مولانا عبد الرحمٰن جامی اور مولانا عبد الغفور لاری اور خواجہ عبد الباقی اور دوسرے اولیاء وجودیہ کو کافر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ بیشتر بزرگان وجودیہ خود ان ہی نادانوں کے سلسلہ اور طریقہ کے مشائخ و بزرگ ہیں —:

قاتلھم اللہ انا یوفکون ہ

چاند روشنی بکھیرتا ہے اور کتا عَوعَو کرتا ہے اور حقیقت ہے کہ ہر ایک اپنی اپنی فطرت و طینت پر قائم ہے۔ لب، حلق اور دہان بریدہ شخص تو چاند کی جانب تھوک رہا ہے بیشک تیرا تھوک تیرے ہی چہرے پر آگرے گا۔ تھوک آسمان کی جانب کوئی راستہ تو نہیں نکال پائے گا۔ اگر کوئی نادان شمع الٰہی کو گل کرنے کے درپے ہو جائے تو کیا اس کی پھونک سے شمع گل ہو سکتی ہے۔

یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ المجرمون

امام ربانی شیخ احمد سرہندی مکتوبات جلد سوم کے ۷۹ ویں مکتوب میں شیخ ابن عربی کی تعریف اور توصیف میں لکھتے ہیں :—

شیخ ہی نے سخن معرفت کی بنیاد رکھی اور عرفان کی تشریح و تفصیل کی اور توحید و اتحاد سے متعلق مفصلاً بحث کی — اور تعدد و تکثر کے منشاء کو کھول کر بیان کیا اور وجود کو بالکلیہ حق کے ساتھ ضم کر دیا اور عالم کو موہوم و متخیل قرار دیا — اور وجود کو تنزلات ثابت کیا — اور ہر مرتبے کے احکام جدا جدا کیا۔ اور عالم کو حق جل شانہٗ کا عین سمجھا۔ اور ہمہ اوست کے نظریے کی تخلیق کی — اور مرتبۂ تنزیہ کے باوجود حق تعالیٰ کو عالم کی مخلوقات کے پردہ میں پالیا اور اس کی ذات کو پوری طرح سے دیکھنے اور سمجھنے سے منزّہ اور مبرّا جانا — اور وہ مشائخ جن کو متقدمین ہونے کا شرف حاصل ہے انہوں نے بھی اس باب میں شرح و تفصیل سے گریز کیا۔ اگر انہوں نے کوئی وضاحت بھی کی تو وہ اشارات و کنایات کی زبان میں — اور صوفیا میں سے وہ مشائخ جو شیخ کے بعد آئے اُن کی اکثریت شیخ ہی کی مقلد ہے — اور انہوں نے بھی شیخ ہی کی اصطلاح کے موافق کلام کیا ہے — اور ہم متاخرین بھی اسی بزرگ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہیں اور ان ہی کے علوم اور معارف سے بہرہ ور ہیں۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء

اور مکتوبات جلد اول کے ۱۶۹ ویں مکتوب میں طائفہ وجودیہ کو وصل وکمال کے درجات ومراتب کے فرق وامتیاز پر واصل کامل جماعت فرماتے ہیں نیز جلد سوم کے ۲۲۶ ویں مکتوب میں شیخ ابن عربی کو مانے گئے اولیائے کرام میں شامل کیا ہے اور جلد سوم کے ۷۷ ویں مکتوب میں شیخ کو عظیم ترین اولیائے کرام میں شمار کیا ہے۔

اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب "ہمعات" کے اندر ابن عربیؒ کے طریقہ کو "قدم الصدق" (نشان نیک) کے وصف سے متصف کیا ہے۔ اور اپنی دوسری کتاب "الانتباہ فی سلاسل الاولیاء" میں ابن عربیؒ کو اپنے سلسلہ کے مشائخ میں شمار کیا ہے — اور مولانا شاہ اسماعیل دہلوی نے اپنی کتاب "تنویر العینین" میں اپنے مدعا کے اثبات کے لئے ابن عربیؒ کے قول کو بطور سند حجت نقل کیا ہے۔

صاحب فیض عام ۵۳ ویں صفحہ میں لکھتے ہیں قطب المقربین شیخ محی الدین ابن عربی نے ۲۸ ویں باب میں لکھا ہے:۔

انّہٗ لیس للعبد فی العبودیۃ نھایۃ حتیٰ یصل الیھا ثم یرجع ربًا کما انّہٗ لیس للربّ حدٌّ ینتھی الیہ ثم یعود عبداً فالربّ رب غیر نھایۃ۔ والعبد عبد غیر نھایۃ۔

بندے کے لیے عبودیت میں کوئی حد اور انتہا نہیں کہ وہ اس حد تک پہنچ کر رب ہو جائے جیسا کہ رب کے لیے کوئی حد نہیں کہ اس حد تک پہنچ کر بندہ ہو جائے — رب رب ہی ہے خواہ وہ کتنا ہی نزول کرے اور عبد بھی ہے خواہ وہ کتنی ہی ترقی کرے۔

لہٰذا کسی بھی عبد کے بارے میں اس کے رب ہونے کا اعتقاد رکھنا خواہ وہ کسی منزل اور مرتبہ میں ہو کفر ہے اور اگر کسی بزرگ کے کلام سے ایسا مفہوم پیدا ہو رہا ہے تو یہ تیری عقل وفہم کا قصور ہے اور اس بزرگ کی مراد ہرگز وہ نہیں جو تو نے سمجھ لیا۔ صوفی نما ملحد بعض اہل اللہ کے کلام سے یہی مراد سمجھ کر خود بھی کافر ہو گئے اور اپنے مریدین کو بھی کفر کے بھنور میں جھونک دیا۔ العیاذ باللہ

مسئلہ وحدۃ الوجود کے قائل صرف شیخ ابن عربی ہی نہیں بلکہ اُن کے علاوہ بھی ہزاروں متقدمین ومتاخرین اولیائے کرام وعلمائے عظام ہیں اور خود منکرین کے امام

ومقتدا بھی اس مسئلہ کے قائل ہیں اگر منکرین اس حقیقت سے واقف ہوتے تو ہرگز مسئلہ وحدۃ الوجود کا انکار نہیں کرتے۔

صاحب "اجلتہ التایئد فی شرح ادلتہ التوحید" فرماتے ہیں۔ قائلین وحدۃ الوجود کے دلائل پیش کرنے کے بعد ہم یہ بیان کریں گے کہ اس مسئلہ کے اکثر منکرین حضرات قوۃ نظریہ اور عملیہ کے اندر ان ہی قائلین کے احوال و اقوال پر اعتماد کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اس حقیقت سے باخبر ہوتے تو ہرگز اپنے انکار پر قائم نہیں رہتے اور اس کی جرأت بھی نہیں کر سکتے۔

مسئلہ وحدت الوجود کی تحقیق اور تفصیل ۳۸، ۳۹، ۴۰ ویں فائدہ میں ملاحظہ کیجیے

نیز یہ جاننا چاہیے کہ حدیث صحیح میں یہ وارد ہے:- اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم" یعنی مرے ہوئے لوگوں کے محاسن بیان کرو ان کے معائب و نقائص کا اظہار نہ کرو۔

لیکن اہل زمانہ کا حال یہ ہے کہ رحلت شدہ لوگوں کے معائب بیان کرو اور ان کے محاسن کا اظہار نہ کرو بلکہ نوبت یہ آچکی ہے کہ بزرگوں کے محاسن کو بھی معائب کی شکل میں دیکھا جا رہا ہے:-

؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر

چشم بد اندیش سے بچ کر رہو کیونکہ اس کی نظر میں ہنر بھی عیب دکھائی دیتا ہے۔

اور سنی ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اہلسنت وجماعت کے آئمہ کرام پر تعلّی اور تفوّق کی راہ سے طعن و تشنیع کر رہے ہیں ؎

ہر کہ بے ہودہ گردن افرازد
خویشتن را بگردن اندازد

بے ہودگی کے ساتھ جو شخص بھی اپنی گردن بلند کرتا ہے وہ خود ہی اپنی بدعملی کے باعث گردن جھکا لیتا ہے۔

اور بزرگان دین کے عیوب کی تلاش و جستجو اور ان کی خطاؤں کی گرفت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جا رہے ہیں۔ ؎

نہ در ہر سخن بحث کردن رواست
خطا بر بزرگان گرفتن خطا است

ہر بات میں بحث و مباحثہ کوئی اچھی چیز نہیں ۔ بزرگوں کی خطائیں اور لغزشیں پکڑنے کے درپے ہو جانا بہت بڑی غلطی ہے۔

اور شریعت مطہرہ کی بنیاد ہلا دینے اور اساطین ملت کو توڑنے میں اپنی فکر و صلاحیت کو صرف کر رہے ہیں۔ ؎

ترا تیشہ دادم کہ ہیـــزم شکن
نہ گفتم کہ دیوارِ مسجد بکن

میں نے تجھے کلہاڑی لکڑیوں کا ہیزم توڑنے کے لیئے دی تھی نہ کہ مسجد کی دیوار توڑنے اور کھودنے کے لیئے۔

اور بزرگانِ دین کی توہین و تذلیل اور خانۂ دینِ مبین کے انہدام کو کمالِ بزرگی تصور کر رہے ہیں۔

بزرگش نخوانند اہلِ خرد ؎
کہ نام بزرگاں بزشتی برد

اہلِ خرد اس شخص کو اچھا نہیں سمجھتے جو بزرگانِ دین کا نام بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ لیتا ہے۔

بزرگانِ دین کے ساتھ بے ادبی وگستاخی کا یہ عالم ہے کہ سراج الملۃ امام الائمہ امامِ اعظم ابوحنیفہ کو صاحب الرائے کہہ رہے ہیں۔ کیونکہ آپ نے حدیث کے خلاف رفع یدین ترک کرنے کا حکم دیا ہے اور تثویب کو بدعت ضلالت کہہ رہے ہیں جو کہ امام اعظم حضرات صاحبین (امام ابو یوسف اور امام محمد) اور سارے کوفی فقہا کے قیاس سے ثابت ہے اور ایک امر مستحسن ہے۔

اور امام حجۃ الاسلام محمد الغزالی کو کافر اور ملعون کہہ رہے ہیں کیونکہ آپ "احیاء العلوم" اور کیمیائے سعادت میں وحدت الوجود اور "ہمہ اوست" کے قائل و معترف ہیں

اور سلطان العارفین بایزید بسطامی اور حسین بن منصور کو ملحد اور کافر کہہ رہے ہیں اور سارے صوفیائے کرام اور علم تصوف کا انکار کر رہے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں حضرت بایزید بسطامی اور حضرت منصور کے یہ کلمات کفریہ ہیں ۔

لا الٰہ الا انا فاعبدون اور سبحانی ما اعظم شانی اور لیس فی جبتی سوی اللہ" اور انا الحق" وغیرہ ۔

اور شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی کو بے ہودہ گو خیال کر رہے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب گلستان اور بوستان میں عشق کا باب باندھا ہے

اور مولانا جلال الدین رومی کو فعل حرام کی حکایت بیان کرنے والا کہہ رہے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب "مثنوی" میں ایک بزرگ کی حکایت بیان کی ہے جنہوں نے بایزید بسطامی کو اپنے گرد سات مرتبہ طواف کرنے کا حکم دیا تھا اور طواف غیر کعبہ حرام ہے ۔

نیز مولانا روم کو خود اپنے کفر کا اقرار کرنے والا کہہ رہے ہیں کیونکہ وہ مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

از سبب سوزیش من سودائیم

ورخیالاتش چو سوفسطائیم

پس خود ہی اپنے سوفسطائی ہونے کا اقرار کر رہے ہیں اور سوفسطائی کافر ہے۔

اور محقق نامور مولانا عبد الرحمٰن جامی کو بے ادب کہا جا رہا ہے کیوں کہ انہوں نے اپنی کتاب "یوسف زلیخا" میں حضرت یوسف علیہ السلام کی بیوی حضرت زلیخا کے حسن و جمال کا تذکرہ کیا ہے

نیز حضرت جامی کو فعل حرام کا مرتکب کہہ رہے ہیں اس لیے کہ رقعات جامی میں ہے کہ آپ عبید اللہ احرار کے لیے زمین بوسی فرماتے تھے۔ اور زمین بوسی حرام ہے۔

اور شیخ الہند شاہ عبد الحق دہلوی کو ملحد و مشرک کہہ رہے ہیں اس لیے کہ انہوں نے اپنی کتاب مدارج میں آیت۔

ھو الاول والآخر والظاھر والباطن و ھو بکل شیٔ علیم کو اللہ تعالیٰ کی حمد میں سپرد قلم کیا اور اسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بھی نقل کیا ہے۔

اور مولانا محمد باقر آگاہ مدراسی کو کافر اور مشرک کہہ رہے ہیں کیوں کہ انہوں نے دوگانۂ قادریہ پڑھنے کا حکم دیا اور یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کہنے کو جائز قرار دیا۔ حالاں کہ بعض علماء نے لفظ شیئاً للہ کو کلمات کفر میں شامل کیا ہے اور غیب کا علم جاننا اللہ تعالیٰ کی خصوصیت اور غائب کو ندا دینا شرک ہے۔

نیز مولائے موصوف کو دروغ گو بھی کہا جا رہا ہے اس لیے کہ وہ اپنی کتاب "تحفۂ احسنی" میں اپنے شیخ مربی قدوۃ السالکین حضرت رکن الدین محمد سید شاہ ابو الحسن قربی قادری دیلوری کو قبلہ و کعبہ لکھتے ہیں اور حضرت قربی انسان ہیں اور وہ عرب میں ہے اور یہ عجم میں ہیں

اور بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبد العلی انصاری لکھنوی کو بدعتی کے نام سے یاد کرنے لگے ہیں کیوں کہ آپ حنفی تھے اور دسواں بیسواں، چالیسواں، برسی، سہ منی، بائیس رجب کا کھانا تناول فرماتے تھے اور محفل میلاد سرور انام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام میں شرکت کرتے تھے اور صلوٰۃ و سلام کے وقت قیام کرتے تھے اور شعبان کے آخری عشرہ اور ماہ رمضان المبارک چہل روزہ اعتکاف میں تسبیح ہاتھ میں رکھتے تھے اور بارہ ہزار مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کا ورد فرماتے تھے۔ حالاں کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

نیز بحر العلوم کو وعظ و تقریر نہ کرنے کی وجہ سے امر معروف اور نہی عن المنکر کا ترک کرنے

والا اور فریضۂ حج کا تارک کہہ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریف کی زیارت کرنے سے آپ کو بت پرست کے نام سے یاد کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اور کئی باتیں آپ کی جانب منسوب کی جا رہی ہیں جن کا یہاں احاطہ ممکن نہیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں۔۔۔

اس مدعی کی حالت کا جائزہ تو لو کہ اس کے اندر نہ جانب اللہ نہ کوئی خوبی ہے اور نہ ہی کوئی کمال ہے لیکن اس کا دعویٰ تو حضرت آدم اور حضرت شیث علیہم السلام سے بھی بڑھ کر ہے۔

اس مدعی کی ظاہری آرائش و زیبائش تو دیکھو اور اس کا باطن ہے کہ ظلمت کدورت سے بھرا ہوا ہے ۔۔۔۔ اور اس کی زبان کس قدر تیز اور چرب ہے۔

اس کی شکل و صورت کی قباحت کا یہ عالم ہے کہ دیو بھی اس کو اپنا ہم شکل کہنا پسند نہیں کرتا، لیکن وہ خود کو کہتا ہے کہ میں ابدال و اقطاب سے ہوں۔

اس کمینہ شخص کی زبان پر درویشوں کی سی باتیں ہیں جس کی وجہ سے وہ سلیمان علیہ السلام جیسے آدمی پر بھی سحر اور افسوں کر بیٹھتا ہے۔

وہ درویشوں کی میٹھی میٹھی رس بھری باتیں چرا لیتا ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو یہ گمان ہو جاتا ہے کہ کوئی بڑی کامل ہستی ہے۔

اس کی کمینہ صفتی کا یہ عالم ہے کہ وہ حضرت بایزید جیسے کامل و مکمل بزرگ پر بھی جرح و قدح اور لعن و طعن کر بیٹھتا ہے اور اس کی اندرونی کثافت و ظلمت کا یہ عالم ہے کہ یزید جیسا فاسق و فاجر شخص بھی شرما جائے۔

جب خدا کسی کا عیب پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے تو اس کے دل کو نیک لوگوں کے عیوب اور نقائص نکالنے کے درپئے نہیں کرتا۔

اور جب خدا کسی کو رسوا اور ذلیل کرنا چاہتا ہے تو نیک لوگوں کے معاملات میں انگشت نمائی و نکتہ چینی کی طرف اس کا دل مائل کر دیتا ہے۔

ہم اللہ سے ادب کی توفیق و ہدایت کے طالب ہیں کیوں کہ بے ادب شخص اللہ کے فضل و کرم سے محروم رہتا ہے۔

اور بے ادب و گستاخ آدمی تنہا برباد اور ہلاک نہیں ہوتا بلکہ اپنے فتنہ کی آگ سارے عالم میں لگا دیتا ہے

تحریک کا یہ پہلو بھی بڑا عجیب و غریب ہے کہ طعن و تشنیع کرنے والوں کا قدم جہاں کہیں پہنچتا ہے وہاں مسلمانوں میں تفریق و انتشار کا اندیشہ رہتا ہے اور یہ کوتاہ اندیشی بھی بڑی تعجب خیز ہے جوان تنگ نظر لوگوں کی شامت کہیئے کہ بندگان نفس ان طاعنوں کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور رفتہ رفتہ خود ان طاعنوں کے رہنماؤں پر طعن و تشنیع ہونے لگی ہے۔

حکیم سنائی نے سچ کہا ہے

نکند صد ہزار تیغ و زبان
آنچہ یک طاعنی کند زبان

ایک طاعن کی زبان سے جو تباہی و بربادی اور تخریب کاری ہوتی ہے وہ ہزاروں شمشیر و قلم سے بھی نہیں ہوتی اگر اس جانب سے طعن و تشنیع کی ابتدا نہیں ہوتی ہے تو اس جانب سے بھی کوئی تلخ بات نہیں ہوگی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تنگ نظر اشخاص خود اپنے اپنے رہنماؤں کے حق میں لعن و طعن کر رہے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کیمیائے سعادت کے اصل سوم رکن سوم میں فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص پر لعنت ہے جو اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ بھلا ایسا کون ہوگا جو اپنے ہی والدین کو گالیاں دے۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جو دوسرے کے ماں باپ کو گالیاں دیتا ہے تو دوسرے لوگ بھی اس کے والدین کو گالیاں دیتے ہیں۔

شیخ سعدی فرماتے ہیں

چیزے کہ بخود نمی پسندی
باکس مکن اے برادر من

گر مادر خویش دوست داری
دشنام مدہ بمادر من

اے بھائی! جو بات تمہیں ناگوار اور گراں معلوم ہو سکتی ہے تو ایسی بات تم دوسروں کے لئے بھی نہ کہو۔ اگر تم اپنی ماں کو محبوب رکھتے ہو کہ کوئی تمہاری ماں کو گالی نہ دے تو تمہیں چاہیئے کہ تم بھی کسی کی ماں کو گالی نہ دو۔

شیخ کامل زین الدین ابی بکر الخوافی "الرسالۃ الوفائیۃ" میں فرماتے ہیں۔

جو شخص لوگوں کی خطاؤں اور لغزشوں کی کھوج اور ان کی فرو گذاشتوں و غلطیوں کی نسبت کرنے کے درپے رہتا ہے تو لوگ بھی اس کی خامیوں اور غلطیوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور یہ تو مشہور ہی ہے کہ بدی کا بدلہ بدی ہی سے دیا جاتا ہے۔

غرض بندگان نفوس طاعن اشخاص کے پیچھے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور اپنے رہنماؤں پر لعن و طعن کی پاداش میں پوری نفسانیت کے ساتھ طاعن اشخاص کے رہنماؤں پر طعنہ دے رہے ہیں کہ

شیخ یوسف بن یعقوب ابن ایوب الہمدانی جو حضرت بہاء الدین نقشبندی کے شیوخ و اساتذہ کے شیخ ہیں۔ وہ تارک جمعہ تھے اور فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا نہیں کرتے تھے جیسا کہ نفحات میں ہے۔

اور مقرب الٰہی قضیب البیان موصلی جن کی تعریف و توصیف طاعنوں کے مشائخ کرام نے کی اور جن کے ساتھ کمال اعتقاد رکھتے تھے انکے متعلق یہ کہتے ہیں کہ وہ تارک صلوٰۃ تھے جیسا کہ حل الرموز میں ہے :

اور قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ، زبدۃ الحق والدین شیخ فرید الدین شکر گنج رح محبوب خدا شیخ نظام الدین اولیاء ، کہ یہ سب حضرات کرام طاعنوں کے مشائخ کے مرشد ہیں ۔ سجدۂ تحیت کو پسند کرتے تھے ، جیسا کہ فوائد الفواد میں ہے :

اور خواجہ عبید اللہ احرار ، خواجہ عبدالباقی مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ، سند العلماء شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ، مولانا سید ماجد سید احمد مجاہد ، مولانا سید واعظ ، سید محمد علی مصطفےٰ آبادی رامپوری یہ سبھی حضرات طاعنوں کے مشائخ کرام ہیں ، ملحد اور کافر تھے کیوں کہ تمام بزرگ وحدۃ الوجود اور نظریہ ہمہ اوست کے قائل ہیں ۔

اور امام ربّانی مجدد الف ثانی فعل حرام کو جائز قرار دینے والے ہیں ۔ کیوں کہ انہوں نے اپنے بعض ، مکتوبات میں لکھا ہے کہ تمھاری نذر پہنچی ۔ حالانکہ انکہ کے لئے نذر حرام ہے نیز امام ربانی اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بھی بدتر قرار دیتے ہیں جیسا کہ اپنے بعض مکتوبات میں اس کی تصریح کی ہے لہٰذا وہ خود ہی اپنے کفر کا اقرار کر رہے ہیں ، نیز امام ربانی جلد اول کے مکتوبات میں خود کو اپنے مرشد خواجہ عبدالباقی کا بندہ کہتے ہیں حالانکہ سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور خود کو غیر اللہ کا بندہ کہنا کفر کا دم پیدا کر دیتا ہے ۔

ملا علی قاری "مسیح الازہر" میں فرماتے ہیں کہ عبدالنبی نام رکھنا جیسا کہ بہت مشہور ہے اس کا ظاہر کفر ہے مگر وہ اللہ کے بندے کا غلام ہونے کا ارادہ کرے تو ٹھیک ہے

نیز امام ربانی مکتوبات کی جلد دوم کے ۵۸ ویں مکتوب میں بعض اولیائے کرام کا ایک ہی وقت میں متعدد جگہوں میں حاضر ہونا اور ان سے مختلف افعال کا صادر ہونا ثابت کرتے ہیں حالانکہ بعض علماء نے اس چیز کو کلمات کفر میں شامل کیا ہے ۔

نیز امام ربّانی مذکورہ مکتوب میں اہل حاجات کا آفتوں ہلاکتوں اور حاجتوں میں زندہ و مردہ اعزاء و اقارب سے استمداد طلب کرنا اور ان جگہوں میں ان عزہ کا حاضر ہونا ، اور ان حاجتمندوں کی مدد کرنا ثابت کرتے ہیں حالانکہ غیر اللہ سے استعانت کفر ہے اور غائب کو ندا دینا شرک ہے ۔

اور امام ربانی مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مولانا سید احمد مجاہد وعظ نہیں کرتے تھے لہٰذا وہ امر معروف اور نہی منکر کا فریضہ ترک کرنے والے تھے

اور امام ربانی اور سند العلماء شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تارک حج تھے ۔

اور مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے قبر

ہے گول حلقہ پر سات مرتبہ طواف کرنے کو اپنی طرف
سے جائز قرار دیا ہے جیسا کہ الانتباہ فی سلاسل الاولیاء
میں ہے حالانکہ غیر کعبہ کا طواف کرنا حرام ہے۔

نیز مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی نے
پایان قبر رخسار رکھنے کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ "الانتباہ"
میں ہے حالانکہ پایان قبر رخسار رکھنا گناہ کبیرہ ہے۔

نیز شاہ ولی اللہ دہلوی ختم قادریہ میں یا
شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کا پڑھنا جائز قرار دیتے
ہیں حالانکہ بعض علماء نے لفظ شیئاً للہ کو کلمات کفر
میں شمار کیا ہے اور غیب کا جاننا اللہ تعالیٰ کی خصوصیت
ہے غائب کو ندا دینا شرک، بس مولانا دہلوی کافر اور
مشرک تھے۔ نیز مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی نے ختم قادریہ
میں شیئاً للہ الی آخرہ کو ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھنے
کی ہدایت دی ہے حالاں کہ اعداد کی تعیین بدعت ضلالت
ہے۔ نیز مولانا شاہ ولی اللہ نے جلیہ نشینی کے شرائط
میں مراقبہ شیخ کا حکم دیا ہے جیسا کہ "قول الجمیل"
میں ہے۔ حالاں کہ مراقبۂ شیخ بدعت ضلالت
ہے۔

نیز مولانا شاہ ولی اللہ تسبیح کے استعمال کو جائز
قرار دیتے ہیں اور تسبیح کا سند خیر التابعین حضرت حسن بصری
تک پہنچاتے ہیں جیسا کہ "الانتباہ" میں ہے حالاں کہ تسبیح
کا استعمال بدعت ضلالت ہے۔

نیز مولانا شاہ ولی اللہ نے اپنی دو کتابیں
"الانتباہ" اور "قول الجمیل" میں، اور مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی
نے اپنی کتاب صراط مستقیم میں ذکر لطائف ستہ، اور
شغل یک ضربی، اور دو ضربی، اور سہ ضربی، اور چہار ضربی
اور سلاسل چشتیہ قادریہ نقشبندیہ کے دیگر اشغال وغیرہ
کو سپرد قلم کیا ہے حالاں کہ یہ سب کام گمراہ کن بدعت ہیں

اور سند العلماء شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نثر در
امام علیہ افضل الصلاۃ والسلام کی ولادت کے خوشی کا اظہار
کرتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام حسین علیہ السلام
اور اپنے والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی سالانہ
مجالس منعقد کرتے ہیں اور ماحضر پر فاتحہ پڑھتے ہیں
اور بادشاہ دہلی کی دعوت میں فاتحہ جب کا کھانا کھاتے
ہیں اور جن و پری کے مرثیے سنتے ہیں حالانکہ یہ سارے
امور بدعت و ضلالت ہیں۔

اور مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب
"صِرَاطِ مُسْتَقِیم" میں فرماتے ہیں کہ اموات کے
لئے نذر و نیاز کے صحیح اور جائز ہونے میں کوئی شک
نہیں، حالانکہ غیر اللہ کی نذر کے حرام اور قبیح ہونے
میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

نیز مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی نے "صراط مستقیم" کے
چوتھے باب میں خود کو سید احمد مجاہد کے آستانے کو بوسہ
دینے والوں میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ آستانہ اور دہلیز
کو چومنا اور بوسہ دینا حرام ہے۔

نیز مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی "صراط مستقیم" کے

مقدمہ میں حبِ نفسانی کو جو کہ عشق سے ملقب ہے مبدأ ولایت کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ چیز دماغی امراض اور نفسانی عوارض سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ طب کی کتابوں میں ہے۔

نیز مولانا شاہ اسمٰعیل دہلوی تنبا کو کھاتے ہیں اور کثرت سے ناس استعمال کرتے ہیں حالانکہ ناس کا استعمال بدعت ضلالت ہے۔

نیز مولانا شاہ اسمٰعیل نے "صراط مستقیم" کے پہلے باب میں ھوالاول والآخر والظاھر والباطن اور وھو بکل شئ محیط کی آیۃ کو اور لو ولیتم بحبل الی الارض السابعۃ السفلی لھبط اللہ والی حدیث کو وحدۃ الوجود کے اثبات میں بطور دلیل سپرد قلم کیا ہے۔

نیز یہ تحریر کیا ہے کہ طالب کے نفس کامل سے انا الحق اور لیس فی جبتی سوی اللہ کے فقرات اور جملوں کا صدور صحیح و درست ہے لہذا مولانا ملحد اور کافر ہیں۔

نیز مذکورہ باب ہی میں اپنے جد اور اپنے مشائخ کے شیخ مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی کو کعبہ ہیں اور کعبہ جماد ہے اور آپ ہندوستان میں ہیں اور کعبہ عرب میں ہے اور مولانا سید احمد مجاہد بے علم تھے کیونکہ ان کے صحیح علم کی انتہا کافیہ تک ہی ہے اور دینی علوم جو کہ تفسیر اور حدیث اور فقہ ہے اُن کی تحصیل انہوں نے نہیں کی، ہاں علم لدنی کا دعوٰی تو کرتے ہیں لیکن علم لدنی شریعت سے خارج ہے کیونکہ چاروں شرعی دلائل (کتاب اللہ، سنت رسول، اجماع، قیاس) میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے۔

نیز مولانا ہتیہ محمد علی مصطفیٰ آبادی رامپوری گور پرست تھے کیوں کہ وہ آثار شریعت کی زیارت کیا کرتے تھے نیز مولانا مصطفیٰ آبادی بڑی رغبت اور خواہش کے ساتھ جھینگہ تناول فرماتے ہیں حالانکہ علماء کی اکثریت اس کے کھانے کو حرام کہتی ہے۔

نیز مولانا مصطفیٰ آبادی تارک حج تھے اور بدعتی تھے کیوں کہ وہ ناس استعمال کرتے تھے نیز اور تیسرے روز بیسواں اور چہلم وغیرہ کے دن قبر کی زیارت کے لیئے جاتے تھے اور بیسواں، چہلم برسی اور رجب کا کھانا کھاتے تھے اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل بدعت میں شریک ہوتے اور صلوٰۃ وسلام کے وقت قیام کرتے تھے۔

سید محمد برزنجی شافعی جنکا شمار مدینہ منورہ کے مشاہیر علمائے کرام میں ہوتا ہے اپنی کتاب الصارم الھام میں فرماتے ہیں ۔۔

کسی شخص کے مجدد ہونے کے لیئے ضروری ہے کہ اس پر ایک صدی گذر جائے اور پھر یہ تجدید بھی ہزار سال میں ہو اور اس کا مقام علم وفضل کے ذریعہ نمایاں اور اس کے کلام سے سنت کی حمایت ہو اور اس کو فن حدیث میں ثقاہت کا درجہ حاصل ہو اور اگر وہ اہل بیت سے ہو تو سونے پر سہاگہ ہے۔

اور شیخ سرہندی علم میں مشہور و معروف نہیں اور علم سے ہماری مراد علم شریعت ہے جو تفسیر حدیث اور فقہ پر مبنی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کے اندر علم کا کوئی اثر نہیں اور نہ ہی اُن کی کوئی تصنیف و تالیف ہے صرف مکتوبات ہیں ۔ اور اُن کا اکثر و بیشتر حصہ شطحیات اور واہیات سے بھرا ہوا ہے ۔

اور ہم نے دیکھا کہ اُن کے فرزند محمد سعید نے سنت کی اہانت اور تحقیر کی ، اور اپنے باپ شیخ سرہندی کے قول کی تائید میں اشارہ سبابہ کی حدیث کو رد کیا کاش وہ اپنے باپ کے موقف کی حمایت نہ کرتے اور حدیث کو رد نہ کرتے اور پوری طرح سے اپنے باپ کی تقلید نہ کرتے تو نہ اُن کے والد پر کوئی بات آتی اور نہ خود اُن پر کوئی الزام عائد ہوتا اور شیخ سرہندی کو اہلبیت نبویؐ سے نسبت کا شرف بھی حاصل نہیں ، پھر بھلا کیوں کر وہ اپنے مجدد کے مدعی ہیں اور اس نام سے موسوم ہونے کے لیے کیا دلیل ہے ۔ ان ھی الا اسماء سمیتوھا انتم و اباکم

نیز سید محمد برزنجی شافعی کتاب مذکور میں فرماتے ہیں ۔ ہم نے شیخ سرہندی کے مکتوب کا مطالعہ کیا جو منکرات سے لبریز ہیں مثلاً کعبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے حالانکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوقات میں افضل ہیں اور حقیقت محمدیہ ایک ہزار سال بعد احمدیہ کی جانب منتقل ہو جاتی ہے اور اس سے متحد اور منسلک ہو جاتی ہے اور حقیقت محمدیہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے زمانے تک خالی پوست کی حیثیت سے باقی رہ جائیگی ۔

اور حضرت ابراہیم مکمل طور پر خلیل تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم محبوب تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول کما صلیت علی ابراہیم کے ذریعہ خلیل ہونے کی دعا مانگی ۔

اور بے شک مجددؒ کے مقام کا حصول آپؐ کی اُمت کے ایک شخص کی وساطت پر موقوف ہے اور یہ چیز ایک ہزار سال کے بعد اسے حاصل ہوگئی ۔

اس طرح شیخ سرہندی نے اپنی ذات کی جانب اشارہ کیا ، اس طرح اور بھی خرافات ہیں ۔ شاید وہ اپنی ذات سے متعلق فرماتے ہوں کہ انہیں دین کی تجدید کے لیے مبعوث کیا گیا ہے ۔ اس قسم کے عقیدہ کی صراحت میں تلوار کا خوف لاحق ہو گیا جس کی وجہ سے انہوں نے رمز و شارہ کی زبان میں یہ کہہ دیا کہ اپنے متبعین ذہانت و فطانت کی راہ سمجھ لیں ۔

ہم گواہ ہیں کہ تم اس قسم کے دعووں میں جھوٹے ہو ۔

نیز سید محمد برزنجی شافعی نے ایک اور کتاب قدح الزندفی رد جہالات شیخ السرہند بھی تصنیف کی ہے ۔ ان کتابوں کے علاوہ بہت سی کتابیں ۔ امام ربانی کے طعن میں سپرد قلم کیا ہے ۔ علاوہ ازیں اور بھی رسائل و

مکتوبات ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔

حاصل کلام طرفین کے یہ طاعن اشخاص غالی شیعوں کی طرح تبرا کے بغیر دوستی و محبت کو پسند نہیں کرتے ہیں اور ہر گروہ دوسرے گروہ کے بزرگان کرام پر تبرا کرنے میں اور نفرت ظاہر کرنے میں پوری طرح سعی و کوشش کر رہا ہے۔ عیب جوئی اور طعنہ زنی کی یہی وہ بری خصلت جس کی وجہ سے نواصب (دشمنان علی رضی اللہ عنہ کا ایک گروپ) اور خوارج کا گروہ، اہلبیت کرام کا طعن و تشنیع کے درپے ہوا اور شیعہ و زیدی افض کے گروہ نے صحابہ کرام کی طعن و تشنیع میں اپنے سیاہ قلوب کی طرح ہزاروں صفات سیاہ کر ڈالا اور ان حضرات کا فیصلہ حاکم حقیقی کے روبرو قیامت کے دن ہوگا۔

دو مدعیوں کے دعویٰ کے بغیر قضا علی الغائب بلکہ قضا علی المیت کا کردار ادا کر رہے ہیں اور باوجود اس کے کہ حکم کے وقت حق تحقیق اور سید کی گنجائش و صلاحیت نہیں رکھتے ہیں اور گذرے ہوئے لوگوں کے جھگڑے اور خصومات کے فیصلہ میں اپنی عزیز اور قیمتی عمر ضائع کر رہے ہیں۔ عبدالحمید مغربی ناصبی نے محض دیگر بے غیرت کے زعم کے ساتھ حضرت علیؓ، حضرات حسنؓ و حسینؓ اور دیگر اہلبیت کرام کے بزرگان کے طعن و ملامت میں ایک ضخیم کتاب تصنیف کی اور ابن مطہر حلی شیعی ہمدانی کے فخر و پندار کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ ذی النورین اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام کے طعن و لعن میں ضخیم کتاب تحریر کی ہے۔

حاصل کلام طاعن جو بھی ہو وہ ظالم ہے اور طعن و تشنیع اور لعن کی ابتدا کرنے والا اظلم ہے۔ دونوں طرف کے طاعن اشخاص کی عقل و فہم کا قصور ہے کہ اس طرح کے امور کو قابل طعن سمجھ رہے ہیں۔ تلاش و تفحص کے وقت یہ حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ جانبین کے طعن کرنے والے اصلی نہیں ہیں۔ کیونکہ ان مطعون اکابرین کرام کا بدعت کو ختم کرنا، سنت کو زندہ کرنا، سخت آزمائش کے حالات میں عزیمت کو اختیار کرنا اور ان کا علم و عمل ورع و تقویٰ اور دیانت یہ ساری چیزیں مشہور اور معروف ہیں اور ان بزرگان دین کے قلوب و نفوس نفسانیت کی آلائشوں اور نفس کی کدورتوں سے منزہ و مبرا ہیں لہٰذا یہ تمام حضرات کرام اس قابل ہیں کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے گا اگر اس کے باوجود بھی عیب شمار کیے جائیں تو دونوں طرف کے طاعن اشخاص کا دائرہ تنگ ہو جائے گا جیسا کہ طرفین کے طاعن افراد سے ظاہر ہوا۔

عوام کو چاہیئے کہ اولاً اہلسنت و جماعت کے کتب کلامیہ کے مطابق اپنے عقائد کو صحیح و درست کرلیں اور اس کے بعد فرض۔ واجب، سنت، مندوب حلال و حرام، مکروہ اور مشتبہ کو اہل سنت و جماعت کے فقہاء کرام کے منہاج و طریق پر جان لیں تاکہ مطعون حضرات

ہست سنّت رہ جماعت چون رفیق
بے رہ و بے یار اُفتی در مضیق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت
دین کی شاہراہ ہے اور جماعت صحابہ اس راہ کے رفیق
ہیں۔ لہٰذا جو شخص بھی بغیر راہ (سنت) اور بغیر رفیق
(جماعت) کے رواں دواں ہو جائے تو وہ تنگی
و مصیبت میں پھنس جائیگا۔

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ طاعن شخص
سنت و جماعت کے صراط مستقیم سے علیحدہ بھی نہیں
ہوتے ہیں۔ اور استنباط کے دعوٰی کے ساتھ مجتہد
کی رائے کے خلاف کتاب و سنت سے احکام اخذ
کرتے ہیں اور سنت جماعت کے رہنماؤں پر
طعن و تشنیع کرتے ہیں اور بندگانِ نفوس کو اپنے
رہنماؤں پر لعن و طعن کے لیے آمادہ کر رہے ہیں ؎

دوستی بے خرد خود دشمنی است

ناسمجھ اور بے عقل آدمی کے ساتھ دوستی
رکھنا خود اپنی ذات کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔

اگر اللہ نے چاہا تو طاعن کے جواب اور
بعض دوسرے طاعن افراد کا جواب بھی آمادہ آنے
والے فوائد میں بعض پیچیدہ مباحث کے ضمن میں اشارۃً
یا صراحتًہ دے دیا جائے گا اور مندرجہ رسائل کے مطابق
کا جواب تردیدی کتابوں میں تلاش کیا جائے اور
بقیہ جوابات کو بھی ان ہی پر قیاس کر لیا جائے لیکن
کوئی شخص بھی طاعن شخص کے جور و ستم سے بچ نہیں
سکتا۔ حضرت جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

زبان کے ظلم سے کوئی بچ نہیں سکتا اگرچہ
کہ وہ حق نما اور حق پرست ہی کیوں نہ ہو۔

اے عزیز اگر تو فرشتہ کی طرح آسمان پر بھی جا
بدگمان شخص تجھکو اپنے دامن میں لپیٹ لیتا ہے
یعنی کسی حال میں بھی بد اندیش کی بدگمانی ختم نہیں ہوتی
تو اپنی کوشش سے دریائے دجلہ کا منھ بھی بند کر سکتا
ہے لیکن ایک بد اندیش کے منھ کو بند نہیں کر سکتا۔

لہٰذا تو کسی حالت میں بھی حق کی عبادت
سے روگردانی نہ کر دینا تیرے بارے میں جو بھی کہے اس
کی جانب دھیان اور توجہ نہ دے۔ اللہ جب کسی بندے سے
خوش اور راضی ہو جائے تو یہ بہت بڑی نعمت ہے اگر
لوگ تجھ سے ناراض رہیں اور تجھے برا بھلا کہیں تو اس
کی پروا ہی کیا؟

طرفہ طرازی تو یہ ہے کہ طاعن اشخاص اس
افراط و تفریط اور تفضیل و تکفیر کے۔ انھا اپنے سنی ہونے
کا دعوٰی بھی ترک نہیں کرتے ہیں اور اہل سنت و جماعت
کے لباس میں اس طعنہ زنی اور بیخ کنی کے ذریعہ ایک عالم
کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ یہ فقرہ تو ان کے حسب حال ہے
ھم ذیاب علیھم الثیاب ,, انسانی شکل
میں درندہ ہیں۔

اہل سنت و جماعت کے مذہب میں خلافی
مسائل کے اندر ایک دوسرے کی تکفیر و تضلیل کی گنجائش
نہیں اور کسی مختلف فیہ مسئلہ میں ایک دوسرے کی
عیب جوئی و نکتہ چینی نہیں کرنی چاہیئے بلکہ ہر ایک
کو اپنے اپنے حال اور اپنے اپنے موقف پر چھوڑ دینا
چاہیئے۔ فربکم اعلم بمن هو اهدی
سبیلا ہ

شب گربہ سموری نماید
زنگی بچہ حوری نماید

شب میں بلی سمور نامی جانور دکھائی
دیتی ہے اور زنگی بچہ بھی حور سا دکھائی دیتا ہے۔
دین میں طاعن کی رخنہ اندازی ملحد اور مبتدع
شخص کے رخنہ سے کہیں زیادہ بدتر ہے اور ان دونوں
کا فساد کافر کے رخنہ سے کہیں زیادہ بدتر ہے کیوں کہ
کافر باہر کا دشمن اور ملحد و مبتدع اندر اور گھر میں رہنے
والے دشمن ہیں اور طاعن جو اہلسنت کا لبادہ اوڑھے
ہوئے وہ در حقیقت ہم خوابہ (ساتھ سونے والا
مراد دشمن) کا حکم رکھتا ہے۔
حضرت جامی فرماتے ہیں:۔
بار بد فنوں اور افسانہ کی حیثیت رکھتا ہے
اور بیزار ہم نشین اور ہم خانہ ہے تو پھر بھلا کیوں کر تو اس
کے مکر و فریب سے محفوظ رہ سکتا ہے یہ کافی ہے کہ
کوئی شخص خون جگر پیے تاکہ آدمی کا جوہر
آشکار ہو سکے۔
مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ____
"الانتباہ" میں ایک بزرگ سے حکایت بیان
کرتے ہیں۔
ہزاروں بھوکے بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ
میں جو فتنہ و فساد، تباہی و بربادی اور ہلاکت
پیدا کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ فساد ایک شیطان
پھیلاتا ہے اور ہزاروں شیاطین سے جو فتنہ پھیل
سکتا ہے اس سے کہیں زیادہ فتنہ ایک برے ہم نشین
کے ذریعہ پھیلتا ہے اور ہزاروں برے ہم نشین جو
فساد پھیلا سکتے ہیں اس سے کہیں زیادہ فتنہ و
فساد آدمی زاد جسم میں نفس کرتا ہے گویا نفس
کا فتنہ سب سے زیادہ خطرناک و بھیانک اور سارے
فتنوں سے بڑھ کر ہے۔
اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک برا
ہم نشین دوست جب نفس کے ساتھ دوست ہو جائے
تو کیا بلائیں اور ہلاکتیں پیدا کر سکتا ہے۔
نیز جاننا چاہیئے کہ ان دونوں گروہوں میں
ہر ایک گروہ دوسرے گروہ کے بزرگوں پر لعن و طعن
کرنے میں افراط و تفریط، غلو و تشدد اور تعصب
کی راہ پر گامزن ہے اور توسط و اعتدال اس فقیر کے
نصیب ہے جبکہ یہ ہدایت و توفیق ملی کہ وہ اگلے
لوگوں کی برائیوں کا ذکر کرتے ہیں اور گذرے ہوئے

لوگوں پر طعن و تشنیع کرنے سے محفوظ ہے۔

حافظ سید نور الدین سمہودی نے "جواہر العقدین" میں ایک حدیث نقل کی ہے۔

فی کل خلفٍ من اُمتی عدول من اھل بیتی ینفون عن ھذا الدین تحریف الغالین و انتحال المبطلین وتاویل الجاھلین۔

میری اُمت کے ہر پچھلے دور میں میرے اہل بیت میں عادل، ثقہ اور نیک لوگ ہوں گے جو دین کو غلو پسند اشخاص کی تحریف و تبدیل سے اور باطل افراد کی حلیہ سازی و دین سازی اور جاہل لوگوں کی تاویل سے محفوظ رکھیں گے ___ میں امید کرتا ہوں کہ میرا شمار بھی ان ہی نیک عادل اور ثقہ لوگوں میں ہوگا اور میں بھی لوگوں کو افراط و تفریط، غلو و تعصب سے باز رکھوں گا۔

واضح رہے کہ یہ مفید کتاب تالیف کرنے کا سبب عوام کی افراط و تفریط اور راہ اعتدال سے بھٹکے ہوئے بھائیوں کی اصلاح ہے اور اس کا نام فصل الخطاب رکھا گیا ہے، جو در حقیقت خطا اور صواب کے درمیان فرق کو واضح کرنے والی ہے اور اس کو چالیس فوائد (ابواب) میں منقسم کیا گیا ہے ___ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کتاب ہر مبتدی کے لئے روشنی اور ہر منتہی کے لئے نصیحت ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو توفیق و ہدایت عطا فرمائے کہ وہ شریعت مطہرہ کے صراطِ مستقیم پر چل سکیں اور افراط و تفریط سے محفوظ رہ سکیں۔ انہ قریب مجیب وھو علی کل شیئ قدیر

اب میں یہاں سے بنام خدا اپنے مقصود کی وضاحت شروع کر رہا ہوں۔
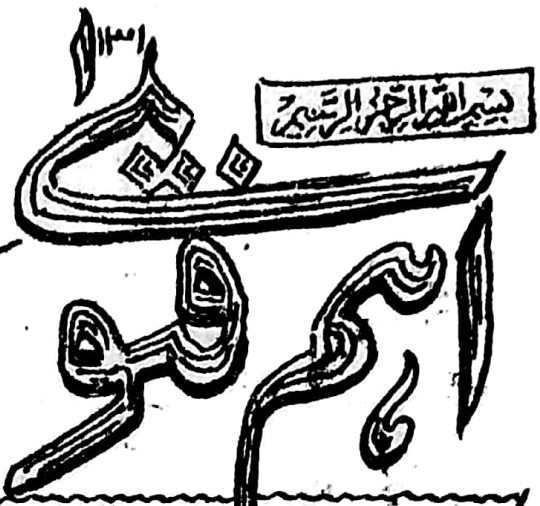
مجدد جنوب علامہ شاہ محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ حضرت قطب ویلوری نے دکھنی زبان میں ذیل کا فتویٰ سوداگر خدا بخش صاحب ساکن سرونچہ ضلع ایہر گوداوری کو روانہ کیا تھا جس میں تین سوالات کے جوابات دئے گئے ہیں :-

- مخلوق کی نذر جائز ہے یا نہیں ؟
- ایک حنفی شخص ابو حمید ساعدی کی حدیث کی رُو سے اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھا سکتا ہے یا نہیں ؟
- تشہد میں انگلی اٹھانے کا حکم۔

اس فتویٰ کے اندر بھی حضرت قدس سرہٗ کی تحریر کا مابہ الامتیاز وصف پوری طرح نمایاں ہے یعنی اختلافی مسائل میں اعتدال کی روش۔

مرتب :
بشیر الحق عفرلہٗ ابو النعمان قادری دہونی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پس از سلام مسنون اعزی خدا بخش صاحب سوداگر کو ظاہر ہو وے تمہارا مکتوب مرقوم سلخ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ کو پہنچا اور دینی مسائل کا استفسار رہنے سے دل بہت مسرور ہوا۔

این کار دولت است کنوں تا کرا رسد

معلوم ہوا کہ شریعت مطہرہ تمہارے دل میں قرار پکڑی ہے از کوزہ بروں ہموں تراود کہ درو است کل اناء یترشح بما فیہ۔

فتویٰ ملفوفہ مرقوم بھی فقیر کا ہے جو ۱۲۶۸ھ میں لکھا تھا لیکن وہ فتویٰ ناقص رہنے سے ایک فتویٰ پورا ملفوف کیا ہوں۔ اس سے مفصل احوال مع الاسناد معلوم ہوگا۔

اول یہ بات جاننا ضروری ہے کہ ہمارا دین محمدی

ہے موسوی اور عیسوی وغیرہ نہیں۔

پھر یہ دین محمدی میں تہتر فرقے ہیں۔ ہمارا فرقہ سنت وجماعت کا ہے۔ خارجیہ۔ رافضیہ۔ قدریہ، جبریہ معتزلہ، مرجیہ، ظاہریہ اور باطنیہ وغیرہ نہیں۔

پھر یہ سنت وجماعت کے فرقے ہیں۔ چار مجتہد مستقل سے چار مذہب رائج اور مشہور ہیں۔ حنفی، مالکی شافعی اور حنبلی۔

یہ چاروں مذہب ہیں حق دائر ہے۔ اور بے شک ان کے اختلاف میں رحمت ہے۔ لقولہ علیہ السلام شیخ جلال الدین سیوطی، جزیل المواہب میں فرماتے ہیں۔

اعلم ان اختلاف المذاهب فی هذه الملة نعمة کبیرة وفضیلة عظیمة، وله سرّ لطیف ادرکه العالمون وعمی عنه الجاهلون حتی سمعت بعض الجهال یقول النبی صلی الله علیه وسلم جاء بشرع واحد فمن این مذاهب اربعة۔ انتهی۔

(یہ جاننا چاہیئے کہ اس ملت میں مذاہب کا اختلاف بڑی نعمت اور عظیم فضیلت ہے اور اس کا ایک لطیف راز ہے جس کا علماء نے ادراک کیا، اور اس سے جاہل ناواقف ہے حتی کہ بعض جاہلوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک ہی شریعت لائے، پھر یہ مذاہب اربعہ کہاں سے نکل آئے)۔

پھر یہ چاروں مذہب میں مجتہد فی المذاہب ہیں یا مقلد۔

اور مذہب حنفیہ میں بھی مجتہد فی المذاہب ہیں جیسے ابو یوسفؒ۔ امام محمدؒ۔ طحاویؒ۔ کرخی۔ سرخسی بزدوی، قاضی خاں، رازی، ابوالحسن قدوری اور صاحب ہدایہ برہان الدین مرغینانی وغیرہم۔

یا مقلد ہیں یعنی پیروان مجتہدوں کے، جیسے ہم حنفیہ۔

پھر یہ چاروں مذہب مکہ مکرمہ۔ مدینہ منورہ عرب، عجم، شام، مصر، مغرب، ایران، توران، ہند سندھ سواد اعظم میں جہاں کے مشہور ہیں۔

اور مقلد یعنی پیرو چار مذہبوں (حنفی شافعی، مالکی، حنبلی) کے سیدھی راہ پر ہیں لقولہ علیہ السلام علیکم بالسواد الاعظم۔

پھر جو احکام اجتہاد سے مجتہدوں کے نکلے ہیں بحکم المجتهد یخطی ویصیب، صواب وخطا کے درمیان متردد ہیں۔ لیکن مجتہد مصیب (جس کا اجتہاد صحیح ہوجائے) کو دو اجر ہیں۔ اور مجتہد مخطی (جس کا اجتہاد غلط ہوجائے) کو ایک اجر ہے۔ لقوله علیه السلام جُعل للمصیب اجرین وللمخطی واحداً۔ کذا فی التوضیح وغیرہ من کتب الاصول۔

اور امام ربانی شیخ احمد سرہندی مکتوبات جلد ثالث کے ۲۲ ویں مکتوب میں فرماتے ہیں۔

بر مجتہد چہ جائے اعتراض است کہ خطاء او را نیز یک درجہ ثواب است و تقلید او اگرچہ خطا کند موجب نجات است۔ انتہیٰ۔

(مجتہد پر اعتراض کی کیا بات! اس کی خطا بھی ایک درجہ ثواب کی حامل ہے اور اس کی تقلید اگرچہ کہ خطا کرے نجات کا باعث ہے۔)

اعتراض اگر ہے تو مقلّد پر ہے۔ اس لئے کہ قرآن و حدیث سے مسائل نکالنا اور اجتہاد کرنا یہ مجتہدوں کا کام ہے نہ کہ مقلّدوں کا۔ مقلّد اپنے مجتہدوں کے برخلاف قرآن و حدیث سے مسائل نکالے اور اجتہاد کرے تو قطع نظر خطا کے صواب میں بھی اس کو اجر و ثواب نہیں۔ اور اس مقلد کے پیرو کو نجات بھی نہیں۔ مقلّد اور اس مقلد کا پیرو ہر دو عاصی ہیں۔

جیسے حکم کرنا عہدہ داروں کا کام ہے' نہ کہ سپاہیوں کا۔ سپاہی اپنے عہدہ داروں کے برخلاف کچھ حکم کرے' یا دوسرا سپاہی اس سپاہی کا پیرو ہو جائے' تو سپاہی اور پیرو اس سپاہی کا' ہر دونوں تقصیر مند ہیں'

اس تفصیل کے بعد اب تمہارے جواب لکھتا ہوں تم پوچھے تھے کہ نذر مخلوق کی چاروں اماموں کے پاس جائز ہے یا نہیں ؟

جواب اس کا یہ ہے کہ نذر کے دو معنی ہیں۔ ایک ایجاب العبادۃ۔ دوسرا ھدیہ

غیاث اللغات میں ہے نذر بفتح نون و

سکون ذال معجمہ پیمان۔ و آنچہ بر خود واجب گردانند مثل روزہ و صدقہ برائے خدائے تعالیٰ و طعام فاتحہ بزرگاں۔ و آنچہ از نقد و جنس پیش اُمراء و سلاطین گذرانیدہ ملاقات کنند۔

(نذر یہ ہے کہ آدمی خود اپنے اوپر کسی چیز کو واجب کرلے جیسے روزہ۔ اللہ کی راہ میں صدقہ' اور بزرگان دین کے فاتحہ کا کھانا۔ اور امراء و سلاطین کی خدمت میں ملاقات کے وقت جو نقد و جنس پیش کرتے ہیں اُس کو بھی نذر کہتے ہیں۔

اگر نذر بمعنی ایجاب العبادت ہے تو بالاجماع یہ نذر مخلوق کو حرام ہے۔ مخلوق زندہ ہو' یا مُردہ۔ اور نذر نقد ہو یا جنس طعام ہو یا شراب۔ لان النذر عبادۃ والعبادۃ لا یکون للمخلوق (بے شک نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کے لئے نہیں ہوگی۔)

قال صاحب فتاوی الخیریۃ اجمعوا علی حرمۃ نذر المخلوق (صاحب فتاوی الخیریّۃ فرماتے ہیں کہ مخلوق کی نذر حرام ہونے پر علماء کا اجماع ہے)۔

اگر مراد نذر سے ہدیہ ہو تو مخلوق کو دینا جائز ہے چنانچہ امام ربانی شیخ سرہندی اپنے بعض مکتوب میں لکھے ہیں: نذر شمارسید۔

اور مولوی شاہ اسماعیل دہلوی صراط مستقیم کے باب العلم میں لکھے ہیں۔

درخوبی نذر و نیاز اموات شکے و شبہے

نیست (بزرگوں کی نیاز کے جائز ہونے میں کوئی شک شبہ نہیں) اور مریدین پیروں کو اور نوکر امیروں کو جو نذر دیتے ہیں، اس سے مراد ھدیہ ہے ـــ عبادت نہیں۔

● پوچھے تھے کہ حنفی بموجب حدیث ابوحمید ساعدی ہاتھ کندھوں تک اٹھاتا ہے تو اس کا حکم کیا ہے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ حنفی مجتہد ہے تو حدیث پر عمل کر سکتا ہے۔ مقلد ہے تو اس پر اپنے اماموں کی تقلید واجب ہے۔ کذا فی کتاب الاصول۔

امام ربانی شیخ احمد سرہندی جلد اول کے ۲۸۶ ویں مکتوب میں فرماتے ہیں:-

مقلد را نمی رسد کہ خلاف رائے مجتہد از کتاب و سنت اخذ احکام کند و بدآں عامل باشد۔

(مقلد کو یہ حق نہیں پہنچتا ہے کہ وہ مجتہد کی رائے کے خلاف قرآن و حدیث سے احکام اخذ کرے اور اس پر عمل پیرا ہو جائے۔)

اور مولوی شاہ اسمٰعیل دہلوی مقدمۂ ایضاح الحق کی پہلی فصل میں مسئلہ استنباط احکام میں لکھتے ہیں کہ:

شرط ثانی آنکہ قایس از مجتہدین باشد نہ از مقلدین۔ انتہیٰ۔

(دوسری شرط یہ ہے کہ قیاس کرنے والا مجتہدوں میں سے ہوگا، مقلدین میں سے نہیں۔)

اس صورت میں حنفی مقلد کو مجتہدان حنفیہ کی تقلید کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

شیخ الہند عبدالحق محدث حدیث ابوحمید ساعدی (رأیته اذا کبر جعل یدیه حذاء منکبیه) کی شرح میں یہ لکھتے ہیں۔

دیدم آنحضرت را چوں تکبیر احرام می گفت می گرداند ہر دو دست خود را مقابل ہر دو دوش خود واین مذہب شافعی است، ونزد ما مقابل نرمۂ ہر دو گوش دارند۔ واین نیز در احادیث آمدہ و در بعضے روایات تا بالائے گوش نیز آمدہ۔ وامام ابوحنیفہ متوسط را اختیار کردہ۔ وامام شافعی در تطبیق این روایات گفتند کہ کفہائے دست مقابل دوش بود و سر انگشتاں برابر گوش۔ و سر انگشتان دیگر تا بالائے گوش۔ و تواند کہ در اوقات مختلفہ ہر یکے بوقوع آمدہ باشد۔ واللہ اعلم۔ انتہیٰ۔

(ابوحمید ساعدی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں کے مقابل اٹھاتے اور یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہے اور ہمارے مذہب حنفی میں دونوں کان کی لو تک ہاتھ اٹھانا ہے اور یہ طریقہ بھی احادیث سے ثابت ہے اور بعض روایات سے بالائے گوش تک ہاتھ اٹھانے کا

ثبوت بھی ملتا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہؒ نے متوسط (مقابل دوش اور بالائے گوش کے درمیان کان کی لَو) کو اختیار کیا ہے اور امام شافعیؒ نے ان مختلف روایات میں یہ تطبیق دی ہے کہ ہاتھ کی ہتھیلیاں کندھے کے مقابل رہیں اور انگوٹھا کان کے برابر رہے اور دیگر انگلیوں کا بالائی حصہ کان کے بالائی حصہ تک پہنچے۔

اور ممکن ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مختلف اوقات میں مذکورہ ہر ایک طریقہ وقوع میں آیا ہو۔ واللہ اعلم۔

● پوچھے تھے کہ تشہد میں انگشت اٹھانے کا کیا حکم ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ انگشت اٹھانے کے مقدمے میں اٹھائیس حدیث صحیح آئے ہیں۔ مگر صحیح بخاری میں اس کا کچھ ذکر نہیں۔

امام الائمہ امام اعظم اور صاحبین (امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ) اور مالکیہ اور شافعیہ اور حنبلیہ سب کے سب اٹھانے پر گئے ہیں۔ اور علماء ماوراء النہر نہیں اٹھانے پر گئے۔

غرض اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اور فتوی بھی مختلف ہے۔ میں اس مسئلہ کی تفصیل، فصل الخطاب میں بڑی تفصیل سے لکھا ہوں۔ یہ عنقریب چھپنے والی ہے۔ پس آدمی انگلی اٹھانے اور نہیں اٹھانے میں مختار ہے، جھگڑا کس لئے۔؟

حق جل مجدہ سب مسلمانوں کو توفیق دے تاکہ وہ سنت وجماعت کے مذہب حق پہ قائم رہیں، اور افراط وتفریط سے اور دنیائے دنیّہ فانیہ کے فریب سے بچیں۔ اور کچھ بو اپنی محبت وجمعیت باقیہ کی اپنے مشام میں لاویں اور تذکر موت واحوال آخرت پیش نظر رکھیں ؎

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

زیادہ حق باشما باد۔

مرقوم دوازدہم محرم روز یکشنبہ سنہ ۱۲۸۶ھ

مجدد مجذوب علامہ شاہ محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ حضرت قطبِ ویلورؒ قدس سرہٗ نے اپنے خلفاء و مریدین اور متوسلین و معتقدین کے نام متعدد مسائل اور مختلف موضوعات پر مشتمل مکتوبات فارسی میں تحریر فرمایا تھا جن میں سے چند خطوط کا ترجمہ ناظرین "اللطیف" کی خدمت میں حاضر ہے۔

مرتب : ابوالنعمان بشیر الحق قادری غفرلہٗ

مکتوب :

بنام مولوی خیر الدین خان صاحب مدراس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد سلام مسنون کے واضح ہو کہ مؤرخہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۷۹ھ کا التفات نامہ جو اس فقیر کے نام تحریر کیا گیا تھا دستیاب ہوا' اور خیریت و عافیت سے آگاہ و شاد کیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک

اہل اباحت کی رعایت کے باب میں آپ نے جو تحریر فرمایا تھا وہ پسند آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تا دیر قائم رکھے اور اس فقیر کا مسلک اور موقف بھی یہی ہے' اور آپ کو میری کتاب "فصل الخطاب" کے مطالعہ سے واضح ہو جائیگا۔ کہ اہل اباحت کی رعایت کے باوجود غالی حضرات کی رعایت بھی ملحوظ رکھی گئی ہے اور آپ فقیر کو اپنی صواب دید' اور صلاح سے آگاہ فرمائیں۔

شیخ الہند شاہ عبد الحق محدث دہلوی "مدارج" کے دسویں باب کی چھٹی فصل میں تحریر فرماتے ہیں۔

اباحت کے اقوال پیش کرنے سے راقم الحروف کا مقصد اس حقیقت کی گرہ کشائی ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے' اور کسی اختلافی مسئلہ میں ایک ہی جانب حق ہونے کا یقین کر لینا اور اسی کو اہمیت و ترجیح دینا اور اس کے اندر تعصب سے

کام لینا، یہ علمی اختلاف کا غیر مناسب طریقہ ہے۔ اگر ان
میں سے کسی ایک کو نیکی سمجھیں اور صلاح وقت خیال کریں، تو
توقف و احتیاط سے کام لیں اور اختلاف و نزاع کے بھنور
میں نہ پھنس جائیں اور اس روش میں اپنی سلامتی تصور کریں
اور بزرگان دین و اہل اللہ کو زشت کرنے سے، اور انہیں
گمراہ کہنے سے اور ان پر لعنت و ملامت کرنے سے اور ان کے
عیب نکالنے سے اپنی زبانوں کو بند رکھنا چاہئے۔ دلیلوں کے
تعارض اور طریقوں کے تباین و تفاوت اور علماء و فقہاء
اور صوفیاء کے وجود با برکت کے باوجود دوسری جانب میں
راجح و مرجوح سے قطع نظر کرتے ہوئے بزرگوں کے پیچھے پڑ
جانے سے بچنا چاہئے اور کبھی بھی راستی و انصاف کا دامن
ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے۔

صحبت عافیت گرچہ خوش افتاد ے دل
جانب عشق عزیز است فرو مگزارش

اور اباحت کے حضرات کے لئے بھی زیبا نہیں
کہ وہ تعصب سے کام لیتے ہوئے علماء کے اقوال کا انکار
کریں، اور وہ بالخصوص وہ علماء جو دیانت و نصیحت کے
راستہ کے سالک رہبر ہیں ولکل وجھۃ ھو
مولیھا فاستبقوا الخیرات۔

اور ہر دونوں فریق کے لئے ضروری ہے
کہ وہ تفصیل و تمیز کے طریقہ کی رعایت و طرفداری کو ہاتھ
سے نہ چھوڑیں۔ توقف و احتیاط سارے کاموں کے اندر
محمود و پسندیدہ ہے۔ وباللہ التوفیق ومنہ العصمۃ

نیز شیخ الہند اسی کتاب میں فرماتے ہیں۔

۵ عیب مئے جملہ چو گفتی ہنرش نیز بگو
نفی حکمت مکن از بہر دل عامی چند

نیز شیخ الہند شاہ عبدالحق محدث دہلوی اسی کتاب
میں غناء و موسیقی سے متعلق واقع شدہ اختلافات بیان
کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اس چیز کو بیان کرنے سے منشاء اور مدعا یہ ہے کہ
یہ امر مختلف فیہ ہے اور اختلافی مسائل کے اندر ایک دوسرے
پر نکتہ چینی نہیں کرنی چاہئے اور ہر ایک کو اپنے اپنے حال اور
روش پر چھوڑ دینا چاہئے فربکم اعلم بمن ھو اھدیٰ
سبیلا۔

سند العلماء مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی،
مولوی نور اللہ صاحب کے نام لکھے ہوئے مکتوب میں جو کتاب
فصل الخطاب کے آخری فائدہ میں آئے گا فرماتے ہیں:-

ہم لوگ جو اس اختلاف کے بعد پیدا ہوئے ہیں
طرفین میں سے کسی ایک کا یقین نہیں کر سکتے۔ پس ہم لوگوں کے
لئے یہی راہ باقی رہ گئی ہے کہ جس طرح مذاہب اربعہ میں حق کو
دائر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مثلاً مذہب حنفیہ درست ہے
لیکن خطا کا احتمال ہے اور مذہب شافعیؒ و مالکیؒ اور ان کے
علاوہ دوسرے مذاہب خطا ہیں لیکن درست ہونے کا احتمال
رکھتے ہیں بالکل یہی حال مذہب توحید وجودی اور مذہب
توحید شہودی کا ہے۔ اگر ان میں سے ایک دلیل کی وجہ سے
راجح ہو تو دوسرے کو گمراہی و ضلالت نہیں سمجھنا چاہئے۔

ونیز اسی مکتوب میں لکھتے ہیں کہ توحید وجودی
اور توحید شہودی کے فرق کی وجہ سے امت کے درمیان، جو
اختلاف رونما ہوا وہ سنی و رافضی یا سنی و خارجی کے اختلاف
کے مانند نہیں ہے کہ جانبین سے ایک دوسرے کو کافر اور گمراہ
کہیں بلکہ یہ اختلاف، مذاہب اربعہ کے اختلاف کے مانند ہے۔

اور سورۃ التساؤل کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

اس سورۃ میں مقصود بیان یہ ہے کہ حقائق امور
اُخرویہ، مباحث ذات وصفات، مسئلہ قضاء وقدر، جبر واختیار
توحید وجودی، توحید شہودی، مشاجرات صحابۂ کرام اور احکام
شرعیہ کی حکمتیں جو لوگوں کی عقل وفہم سے بالاتر اور ان کی
سمجھ بوجھ سے باہر ہے ان مسائل کے بارے میں زیادہ سوالات
کرنا نہایت قبیح اور مذموم ہے کیونکہ عوام (ان حقائق کے دقیق
معانی نہ سمجھنے کی بنا پر) انکار کر بیٹھتے ہیں۔ ورنہ کم از کم (یہ
مسائل ومباحث) اکثر کے ذہن میں تشکیک کا باعث
ہوتے ہیں۔ حالانکہ ایمان ان چیزوں سے متعلق زیادہ تحقیق
وتفتیش کرنے اور ان امور ومسائل کی کمیات وکیفیات
جاننے پر موقوف نہیں ہے، اور یہی وہ خطرناک مرض ہے، جو
اس امت میں گمراہ فرقہ بندی اور عقائد میں بگاڑ کا باعث
بنا اور ایک عالم کے ایمان کو ہوا میں اڑا لے گیا۔

غرض اللہ نے اس صورت حال (مذکورۃ الصدر
مسائل وامور میں تحقیق وتفتیش اور کثرت سوال وبحث و
مباحثہ) کی قباحت بیان کی ہے تاکہ لوگ اس قسم کے مسائل
میں الجھنے سے احتراز کریں اور گمراہی وضلالت کے بھنور
میں نہ پھنس جائیں۔

نیز اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:-

ایک عامی شخص جو ابھی صوفیائے کرام کے مقام
کو نہیں پہنچا ہے اور نہ عالم متکلم ہے، وہ مکلف ہے کہ صوفیاء
نے جو فرمایا اس کو اجمالاً جان کر رکھے اور یہ اعتقاد رکھے، کہ
صوفیہ نے جو فرمایا ہے وہ حق ہے، البتہ میرا فہم وہاں تک نہیں
پہنچ سکتا۔ متشابہات قرآن پر ایمان کی طرح۔

اور ملا علی قاریؒ "سم الفوارض" میں فرماتے
ہیں کہ ائمۂ اجتہاد پر طعن کرنے والا شخص تعزیہ وتنبیہ کے
قابل ہے۔

اور شیخ جلال الدین سیوطی "جزیل المواہب
فی اختلاف المذاہب" میں فرماتے ہیں:-

یہ بڑی تعجب خیز بات ہے کہ کچھ لوگ بعض مذاہب
کی فضیلت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ اس سے دوسرے مذاہب
کی تنقیص لازم آتی ہے اور اس کی وجہ سے بسا اوقات بے علم
نادانوں کے درمیان خصومت ودشمنی اور جنگ وجدال کی
فضا پیدا ہوتی ہے۔ البتہ اہل علم کا دامن اس قسم کی آلودگیوں
سے پاک وصاف ہے۔ اور بے شک فروعات اور جزئیات
میں صحابۂ کرام کے درمیان میں بھی اختلافات رونما ہوئے، حالانکہ
یہ حضرات خیر امت ہیں۔ لیکن انہوں نے کبھی آپس میں ایک
دوسرے سے عداوت اور دشمنی نہیں کی اور نہ ہی ایک دوسرے
کو خطا اور غلطی سے منسوب کیا۔

اس فقیر کا مسلک بھی ان بزرگوں کے رویہ کے

کے مطابق ہے اور وہ بھی افراط پسند اشخاص کی زیادتی
اور غلو پسند افراد کے غلو سے اللہ کی پناہ اور امان کا
طالب ہے۔

دیگر یہ کہ آپ نے جشن مولد شریف کے رسائل
طلب کیا تھا میرے محترم! کتاب سیرت شامی میں جشن
مولد شریف میں ایک فصل ہے جو حاجی ابراہیم صاحب مکۃ المکرمۃ
میں مولانا شاہ اسحٰق صاحب کے پاس سے اپنے خط سے نقل
کئے ہیں اور مذکورہ فصل کو مجموعہ میں مجلد کئے ہیں اور فقیر
نے اس کو عاریۃً مولوی حنیف صاحب کی خدمت میں
روانہ کیا ہے۔

نیز رسالہ جلال الدین سیوطی آپ تک عبدالحی
صاحب قادری کی معرفت پہنچے گا جس کے مطالعہ سے آپ
پر یہ حقیقت منکشف ہو جائیگی کہ ابن حجر مکی اور جلال الدین
سیوطی جیسے مجتہدین کرام اس مسئلے میں جواز کے قائل ہیں۔
لہٰذا ہم جیسے مقلدین کو ان مجتہدین کی تقلید کے سوا کوئی چارہ
نہیں۔ کذا فی کتب الاصول۔

امام ربانی مکتوبات کی جلد اول کے ۲۸۶ ویں
مکتوب میں فرماتے ہیں کہ مقلد کو یہ حق نہیں کہ وہ مجتہد کی رائے
کے خلاف قرآن و حدیث سے احکام اخذ کرے اور ان پر
عمل پیرا ہو جائے۔

مولوی شاہ اسمٰعیل دہلوی "مقدمہ ایضاح الحق"
میں مسئلہ "استنباط احکام" کی بحث میں فرماتے ہیں۔
دوسری شرط یہ ہے کہ قیاس کرنے والا
مجتہدین میں سے رہے نہ کہ مقلدین میں۔

حاصل کلام! فقیر افراط اور غلو کی روش سے
پناہ طلب کرتا ہے اور اولیائے کرام کا انکار کرنے والوں
سے اور ان کو کافر کہنے والوں سے اور مقلدین کے اجتہاد و
استنباط سے اور مبتدع اشخاص کی بدعات سے اور
بزرگان دین پر طعن و تشنیع سے برأت اور بیزاری ظاہر
کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہے کہ وہ اس فقیر
کو اور تمام مسلمانوں کو شریعت مطہرہ اور اہل سنت و جماعت
کے مسلک پر استقامت عطا فرمائے گا اور دنیا و مافیہا
سے جو ملعونہ غدار ہے خلاصی عطا کرے گا بجاہ سید المرسلین
وآلہ الامجاد۔

دل میں بہت ساری باتیں ہیں لیکن ان کی ترجمانی
سے وقت مانع ہے۔

۵ عمر بگذشت و حدیث درد من آخر نہ شد
شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم افسانہ را

بقیہ احوال و کوائف کی اطلاع آپ کو مولوی حنیف
صاحب کی زبانی مل جائے گی۔ اللہ کرے کہ آپ کی مشیخت
اور دعوت کے ایام دراز ہوں۔

مکتوب بنام معروف صاحب و دیگر عزیزان گرامی بنگلور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد سلام مسنون کے واضح ہو کہ سنا گیا ہے کہ بنگلور
کے بعض مقلدین دعویٰ تقلید کے باوجود اجتہادات کر رہے

ہیں حالانکہ مقلد کو کسی طرح بھی اجتہاد اور استنباط کا
حق نہیں پہنچتا۔ کذا فی کتب الاصول۔
اور شیخ مجدد مکتوبات کی جلد اول کے ۲۸۶ ویں
مکتوب میں فرماتے ہیں۔ مقلد کو یہ حق نہیں کہ اپنے امام کے
مسلک کے خلاف قرآن اور حدیث سے احکام اخذ کرے
اور ان پر عامل ہو جائے۔
ان جیسے مقلدین کے اجتہادات و استنباطات
اور ائمہ اربعہ کی عدم تقلید نے بہتر فرقوں کو گمراہی و
ضلالت کے بھنور میں جھونک دیا۔ ضلوا فاضلوا
خود بھی گمراہ ہوئے اوروں کو بھی گمراہ کیا۔
مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے باوجود اولیا
اللہ اور علمائے کرام کا انکار کر رہے ہیں اور انہیں کافر کہہ
رہے ہیں حالانکہ یہ مسلّم حقیقت ہے کہ کسی ادنیٰ مومن کو بھی
کافر کہنے سے کہنے والا خود ہی کافر ہو جاتا ہے جیسا کہ حدیث
شریف میں وارد ہے اور عقائد کی تمام کتابوں اور تکمیل
الایمان میں اس مسئلہ کی وضاحت موجود ہے۔
جب کسی ادنیٰ مومن کی تکفیر سے آدمی خود ہی
کافر ہو جائے تو ہزاروں علماء صلحاء اور سادات اولیاء اللہ
کو کافر کہنے کی قوت بھلا کسی شخص میں ہوگی۔ کسی مسلمان کو کافر
کہنا ایک بدترین گالی ہے اور اس تشنیع اور رذیل کام کو وہی
شخص کر سکتا ہے جس کا دل مریض اور جس کا باطن خبیث
و گندہ ہو ۔ ؎
ترا تیشہ دادم کہ ہیزم شکن ؛ نگفتم کہ دیوار مسجد بکن

میں نے تجھ کو اوزار اس لئے دئے کہ لکڑیاں توڑے،
دیوار مسجد منہدم کرنے کے لئے نہیں۔ یعنی یہ چیز تعمیری کاموں
میں استعمال کرنے کے لئے تھی نہ کہ تخریبی کاموں کے لئے۔
اور سنیت کے دعویٰ کے باوجود شیعوں، اور
خارجیوں کی طرح بزرگان دین پر طعن و تشنیع کرنے کو
دینداری کا کمال اور بزرگی خیال کر رہے ہیں۔
؎ بزرگش نخوانند اہل خرد
کہ نام بزرگاں بزشتی برد
اہل خرد اس آدمی کو نیک اور شریف خیال
نہیں کرتے جو بزرگوں کا نام برائی اور سوء ادب کے ساتھ
لیتا ہے۔
صحابۂ کرام اور اہل بیت نبویؐ کی تکفیر اور ان
پر لعن و طعن ہی نے شیعیوں اور خارجیوں کو صراط مستقیم
سے مشرق و مغرب کی طرح دور کر دیا ھلکوا فاھلکوا
خود بھی ہلاک ہوئے اوروں کو بھی ہلاک کیا۔
حدیث شریف ہے اذکروا محاسن موتاکم
وکفوا عن مساویھم رحلت شدہ لوگوں کی خوبیاں
اور اس کے محاسن کا اظہار کرو اور ان کی لغزشوں اور
خامیوں کے اظہار و بیان سے اپنی زبانیں بند رکھو۔
لیکن لوگوں کا معاملہ یہ ہے کہ مرے ہوئے لوگوں
کے عیبوں کو ظاہر کرو اور ان کی خوبیوں کو پوشیدہ رکھو بلکہ
بزرگان دین کی نیکیوں کو بھی گناہوں کی صورت میں
دیکھتے ہیں۔ ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرشس در نظر

بداندیش آدمی کی نظر سے بچو کیونکہ ہنر بھی اس کی نظروں میں عیب دکھائی دیتا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ ہم لوگوں نے ان بزرگان دین سے دین اور شریعت کو پایا ہے۔ اگر ان کے بارے میں لعن طعن کی گنجائش نکل آئے تو پھر شریعت کے اوپر ہی سے اعتماد اُٹھ جائے گا اور ان بزرگوں کے متہم ہونے کے بعد ہماری شریعت کا اثاثہ اور ذخیرہ سب کچھ ناقابل اعتبار چیز بن جائے گا۔ العیاذ باللہ۔

لہٰذا بزرگوں پر طعن اور لعن کرنے والا ھم ذیاب علیہم الثیاب (درندے بصورت انسان) کے حکم کے موافق سنّیت اور دینداری کے لبادہ میں دین کا دشمن ہے اور دین کی بنیاد ڈھا دینے والا ہے۔

شب گوبہ سمور می نماید
زنگی بچہ حور می نماید

بلی رات کے وقت سمور (جانور) دکھائی دیتی ہے اور زنگی بچہ بھی خوبصورت لگتا ہے۔

نیز یہ بھی معلوم ہُوا ہے کہ بنگلور کے علماء اور اکابرین اس باب میں تغافل اور تساہل سے کام لے رہے ہیں' افسوس اور صد افسوس ان بے انصاف افراط پسند لوگوں کی سختی اور تشدد کا کوئی انسداد بھی کر رہے ہیں۔

یہ بدبودار پھول ابتدائے اسلام سے لے کر اس وقت معلوم نہیں ہندوستان میں کب کھلا ہوگا۔ قریب ہے کہ اس معاملہ سے پورا شہر بلکہ بالا گھاٹ اور پایاں گھاٹ متہم ہو جائے بلکہ ہندوستان ہی سے اعتماد مرتفع ہو جائے۔

اور تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ وہاں کے علماء اور اکابرین اس واقعہ میں خود کو معاف تصور کر رہے ہیں' اور تساہل سے کام لے رہے ہیں۔ اللہ نے اہل کتاب کی مذمت میں فرمایا لولا ینھٰھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یفعلون۔

کیوں اُن کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی بات کہنے اور حرام کے کھانے سے نہیں روکتے۔ کیسی بُری ان کی کارستانیاں ہیں۔

نیز ارشاد خداوندی ہے:

کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون۔ جو برائی انہوں نے اختیار کر رکھی تھی اس سے باز نہ آتے تھے کیسا بے جا تھا جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔

اس قسم کے واقعات میں تغافل اور تساہل برتنا دراصل اہلِ بدعت کو دلیر بنانا ہے وہاں کے علماء اور اکابرین کا غفلت و سستی برتنا گویا دین کے اندر رخنہ پیدا کرنا ہے۔

اگر یہی حالت رہی تو وہ لوگ اہل حق ہی کو برملا اپنے باطل معتقدات کی دعوت پیش کریں گے اور لوگ قلیل مدت میں اس گروہ کو بھیڑیوں کی شکل میں بکریوں کے ریوڑ سے نکلتا ہوا دیکھ لیں گے۔

فقیر اللہ سے امید رکھتا ہے کہ وہ آپ کو اور کوٹے حیدر صاحب اور وہاں کے دیگر اکابرین کو اس فتنہ کے انسداد کے لئے مامور فرمائے گا۔ اور اس ماتم زدہ کے کانوں تک یہ رخنہ بند ہونے کی خبر سنائے گا اور ہمیں اور تمہیں عمل برائے آخرت کی توفیق عطا فرمائیگا۔ بجاہ حبیبہ والہ الامجد۔

اس مکتوب کو مولوی عبدالحی صاحب قادری یا مولوی محمد حنیف صاحب یا مولوی شاہ عبدالوہاب قادری سے سنیں جو صاحب علم ہیں اور جناب کوٹے حیدر صاحب اور وہاں کے دیگر اکابرین کو بھی سنائیں۔

مکتوب بنام بعض اعزہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد سلام مسنون کے واضح ہو کہ فقیر ۲۵ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ خیریت اور عافیت کے ساتھ ویلور پہنچا۔ کتاب فصل الخطاب سے متعلق میرے ماموں حضرت مولوی شاہ سید محی الدین صاحب قبلہ قادری کی جناب میں جو کچھ عرض کرنا تھا عرض کیا گیا۔ آں مکرم نے بعد سلام مسنون کے ظاہر کیا۔

بندگان نفوس دینی مسائل سے لاعلمی و بے خبری کے باوجود پورے افراط اور تفریط کے ساتھ بزرگان دین پر لعن و طعن کی جسارت کر رہے ہیں۔ اور ان نفوس قدسیہ کو شہر شہر کافر اور ملحد کہتے پھر رہے ہیں اور دین متین کو برباد کر رہے ہیں اور فقیر کے مشائخ اور آں مکرم کے مشائخ پر طعن کر رہے ہیں بلکہ خود اپنے بزرگوں کے مطعون اور معیوب ہو جانے کی خبر نہیں رکھتے ہیں' اور آگاہ کرنے پر بھی متنبہ اور خبردار نہیں ہو رہے ہیں' قرآن کریم کے اس ارشاد ویل لکل ھمزہ۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم (گزرے ہوئے لوگوں کے محاسن اور نیکیاں بیان کرو اور ان کے معائب اور گناہوں کے اظہار سے زبان بند رکھو) .... کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔ اور شیعوں اور خارجیوں کی طرح ہر گروہ دوسرے گروہ کے بزرگوں کی عیب جینی و طعنہ زنی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہا ہے۔ اور نفرت کا اظہار کئے بغیر سکوت کو پسند نہیں کر رہا ہے۔

مولانا باقر آگاہ مدراسی "ایقاظ الغافلین" میں لکھتے ہیں کہ امام یافعیؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ صوفیائے کرام سے جو کچھ منقول اور منسوب ہے اگر وہ بادی النظر میں ظاہری شریعت کے خلاف معلوم ہو رہا ہے تو اس کے لئے تاویلات اور احتمالات کی گنجائش ہے۔

اول یہ کہ ہم ان اقوال کا انتساب صوفیاء کی جانب صحیح نہیں سمجھتے جب تک کہ کسی روایت صحیحہ سے اس کا ثبوت نہ ہو۔

دوم یہ کہ ثبوت ملنے کے بعد ان صوفیاء کی جانب سے ان اقوال کے لئے مناسب اور موافق تاویل تلاش کی جائے گی۔ آخر ش کوئی بھی احتمال اور تاویل نہ پائی گئی تو یہ کہا جائے کہ شاید اہل باطن کے نزدیک ان اقوال کی تاویل ہو۔

سوم یہ کہ ان کا صدور صوفیاء سے جذب وسکر اور محو کی حالت میں ہوا ہوگا اور جذب وسکر کی بے خبری مباح غیر ماخوذ ہے کیونکہ اس حالت میں آدمی غیر مکلف ہے۔

لہٰذا ان مخارج ومحامل اور احتمالات کے بعد بھی صوفیاء کے ساتھ بدگمانی اور سوءظنی رکھنا عدم توفیق کا نتیجہ ہے۔ ہم اللہ سے بے نصیبی، سوء قضا اور ہر طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں سے پناہ چاہتے ہیں۔

اور امام ربانی شیخ سرہندی مکتوبات کی جلد سوم کے ایک سو سترویں مکتوب میں فرماتے ہیں:

اگر کسی سے کوئی ایسا لفظ صادر ہوا ہے جس کا ظاہری معنی علوم شرعیہ سے مطابقت نہیں رکھتا ہے تو قدرے غور وفکر کے ذریعہ اس کے ظاہری معنی کو دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا چاہئے اور کسی مسلمان کو متہم نہیں کرنا چاہئے۔ جب شریعت میں فحش اور بے حیائی پھیلانا اور کسی فاسق وفاجر شخص کو رسوا اور ذلیل کرنا حرام ہے تو محض اشتباہ کی وجہ سے کسی دیندار مسلمان کو رسوا اور ذلیل کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ اور یہ کونسی دینداری ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر اس کی منادی کرتے پھریں۔ خیر خواہی اور دین داری کا تقاضہ تو یہ ہے کہ کسی شخص سے ایسا کوئی جملہ یا کلمہ صادر ہوا ہے جس کا ظاہری معنی علوم شرعیہ کے خلاف نظر آئے تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا قائل کون ہے۔ اگر کوئی ملحد اور زندیق ہے تو اس کا رد کرنا چاہئے اور اس کی بات کی اصلاح میں کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اور اگر قائل ایک مسلمان ہے اور اللہ ورسولؐ پر ایمان رکھتا ہے تو اس کی بات کی اصلاح میں کوشش کرنا چاہئے اور اس کے لئے ایک صحیح احتمال اور مناسب تاویل تلاش کرنا چاہئے۔

اسی لئے یہ فقیر فصل الخطاب تحریر کرتا ہے اور اس کی تالیف کا منشا اور مقصد صرف بزرگان دین کے مطاعن کا دفع کرنا ہے۔ یہ کتاب اب تک نقل نہ ہوسکی اور اس وقت وہ ارسال کے قابل نہیں ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو جدید مطالب اور نئے مضامین کے اضافہ کے بعد آنجناب کی خدمت میں طباعت کے لئے روانہ کروں گا۔

اس مسکین کو وہی پرانا محی الدین سمجھیں اور آبائی تعلقات وروابط سے غافل خیال نہ کریں، اور آپ کی ملاقات کا متمنی تصور کریں اور قابل اعتماد شخص کی زبان کے سوا کسی بھی فساد اندیش اور خوشامد آدمی کی بات چیت کا باور نہ کریں۔

زیادہ چہ نگارش رود

مکتوب بنام محمد امام الدین خان مہکری:-

دوم یہ کہ ثبوت ملنے کے بعد ان صوفیاء کی جانب سے ان اقوال کے لئے مناسب اور موافق تاویل تلاش کی جائے گی۔ آخر ش کوئی بھی احتمال اور تاویل نہ پائی گئی تو یہ کہا جائے کہ شاید اہل باطن کے نزدیک ان اقوال کی تاویل ہو۔

سوم یہ کہ ان کا صدور صوفیاء سے جذب وسکر اور محو کی حالت میں ہوا ہوگا اور جذب وسکر کی بے خبری مباح غیر ماخوذ ہے کیونکہ اس حالت میں آدمی غیر مکلف ہے۔

لہٰذا ان مخارج ومحامل اور احتمالات کے بعد بھی صوفیاء کے ساتھ بدگمانی اور سوء ظنی رکھنا عدم توفیق کا نتیجہ ہے۔ ہم اللہ سے بے نصیبی، سوء قضا اور ہر طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں سے پناہ چاہتے ہیں۔

اور امام ربانی شیخ سرہندی مکتوبات کی جلد سوم کے ایک سو سترویں مکتوب میں فرماتے ہیں:

اگر کسی سے کوئی ایسا لفظ صادر ہوا ہے جس کا ظاہری معنی علوم شرعیہ سے مطابقت نہیں رکھتا ہے تو قدرے غور وفکر کے ذریعہ اس کے ظاہری معنی کو دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا چاہئے اور کسی مسلمان کو متہم نہیں کرنا چاہئے۔ جب شریعت میں فحش اور بے حیائی پھیلانا اور کسی فاسق وفاجر شخص کو رسوا اور ذلیل کرنا حرام ہے تو محض اشتباہ کی وجہ سے کسی دیندار مسلمان کو رسوا اور ذلیل کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ اور یہ کونسی دینداری ہے کہ ایک شہر سے دوسرے شہر اس کی منادی کرتے پھریں۔ خیر خواہی اور دین داری کا تقاضہ تو یہ ہے کہ کسی شخص سے ایسا کوئی جملہ یا کلمہ صادر ہوا ہے جس کا ظاہری معنی علوم شرعیہ کے خلاف نظر آئے تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا قائل کون ہے۔ اگر کوئی ملحد اور زندیق ہے تو اس کا رد کرنا چاہئے اور اس کی بات کی اصلاح میں کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اور اگر قائل ایک مسلمان ہے اور اللہ ورسول ﷺ پر ایمان رکھتا ہے، تو اس کی بات کی اصلاح میں کوشش کرنا چاہئے اور اس کے لئے ایک صحیح احتمال اور مناسب تاویل تلاش کرنا چاہئے۔

اسی لئے یہ فقیر فصل الخطاب تحریر کرتا ہے اور اس کی تالیف کا منشا اور مقصد صرف بزرگان دین کے مطاعن کا دفع کرنا ہے۔ یہ کتاب اب تک نقل نہ ہو سکی اور اس وقت وہ ارسال کے قابل نہیں ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو جدید مطالب اور نئے مضامین کے اضافہ کے بعد آنجناب کی خدمت میں طباعت کے لئے روانہ کروں گا۔

اس مسکین کو وہی پرانا محی الدین سمجھیں اور آبائی تعلقات وروابط سے غافل خیال نہ کریں، اور آپ کی ملاقات کا متمنی تصور کریں اور قابل اعتماد شخص کی زبان کے سوا کسی بھی فساد اندیش اور خوشامد آدمی کی بات چیت کا باور نہ کریں۔

زیادہ چہ نگارش رود

مکتوب بنام محمد امام الدین خاں مہکری:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد سلام مسنون کے واضح خاطر شریف ہو کہ عرصہ بیت چکا۔ یہ فقیر اپنے حالات و کوائف کی اطلاع و آگہی دینے سے قاصر رہا اور آنجناب نے بھی ہم فقیروں کی خیریت و کیفیت دریافت کرنے کی زحمت گوارا نہ فرمائی۔

الحمد للہ اس مقام کے فقراء خوش حال ہیں۔

چند قلوب کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ حس کے تابع رہتے ہیں، اس سے لازماً جو حس سے دور ہے وہ قلب سے بھی دور ہے۔ من لم یملك عینہ فلیس القلب عندہ (جو اپنی نگاہ کا مالک نہیں اس کے نزدیک دل نہیں ہے) کی حدیث شریف میں اسی مقام اور مرتبہ کی جانب ارشاد موجود ہے۔

آخر کار چونکہ دل کو حس کی پیروی نہیں رہتی تو حس سے دوری، قلبی قرب اور لگاؤ میں تاثیر نہیں کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مشائخ کرام مبتدی اور متوسط شخص کو ہمیشہ مرشدین کی صحبت میں رہنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

حاصل کلام اس فقیر سے متعلق یہ خیال نہ فرمائیں کہ اس نے آپ کو بھلا دیا ہے اور آپ بھی ہمیں فراموش نہ کریں۔

سید شاہ محی الدین صاحب قادری ایک سرکاری مقدمہ میں آپ کے الطاف و عنایات کے امیدوار ہیں۔ وہ اہل بیت نبوی کے فرد ہیں۔ اگر نیکی اور صلاح سمجھیں تو ان کی جانب توجہ کریمانہ مبذول فرمائیں۔

اللہ کی نصرت و تائید تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں رہو۔

— ۔۔۔ —

کسی بھی شخص کی عظمت و فضیلت اس کے علم وفن، عقل وفہم، فراست و دانائی اور نطق و گویائی میں پوشیدہ ہے اور ان چیزوں میں زبان کی اہمیت اس حیثیت سے مسلّم ہے کہ وہی آدمی کی ساری خوبیوں اور کمالات کی ترجمان ہوتی ہے اور اس کی درستگی اور شائستگی سے علم وفن اور اخلاق حسنہ کے مفید نتائج و ثمرات برآمد ہوتے ہیں اور اس کے برعکس آدمی شیریں زبان اور اقتضائے حال کے مطابق بات چیت کی صلاحیت سے عاری ہو تو اس کا علم وفن اور سیرت و شخصیت کوئی چیز بھی لوگوں کے دلوں اور نظروں میں وقعت حاصل نہیں کر سکتی۔

اس لئے ہر آدمی کو چاہئے کہ مافی الضمیر کو حسن و خوبی کے ساتھ ادا کرنے کے لئے گفتگو کے آداب سے واقفیت اور زبان پر قابو رکھے، اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز تکلم ملاحظہ کیجئے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بے ضرورت گفتگو نہیں فرماتے اور اکثر اوقات خاموش رہا کرتے تھے۔ آپ نہایت شیریں کلام و فصیح اللسان تھے۔ بات چیت اور خطابت کا انداز ایسا دل نشین و دل آویز ہوتا تھا کہ سامعین کے دل متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے اور آپ گفتگو کے دوران الفاظ ٹھہر ٹھہر کر ادا فرماتے تھے تاکہ ہر بات سامع کے ذہن و دل میں آسانی کے ساتھ بیٹھ جائے۔ آپ بعض اوقات گفتگو میں الفاظ کو تین تین مرتبہ دہراتے اور جس بات کا ذکر تفصیل سے کرنا تہذیب سے گرا ہوا ہو تو اس کو اشارۃً و کنایۃً بیان فرماتے۔

اور جب کسی بات پہ زور دینا ہوتا اور آپ ٹیکا لگائے ہوئے ہوتے تو ٹیکا چھوڑ کر سیدھے بیٹھ جاتے اور اہم الفاظ اور خاص جملوں کو بار بار ارشاد فرماتے اور بات چیت کے دوران مسکراتے رہتے اور چہرۂ مبارک پر بشاشت رہتی اور کسی چیز کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے، صرف انگلی سے نہیں۔ اور جب کسی بات پر اظہار تعجب مقصود ہو تو ہتھیلی کو الٹ دیتے اور اپنے دست مبارک کو ران پہ مارتے اور تعجب کے موقعہ پہ سر مبارک کو جنبش دیتے اور ہونٹوں کو دانتوں

سے دباتے۔

زبان سے متعلق چند احادیث ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔ (احمد ترمذی دارمی بیہقی)

حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور پوچھا کہ نجات کا کیا ذریعہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا زبان کو قابو میں رکھو اور اپنے گناہوں پر نادم رہو اور خلوت کو اختیار کرو۔ (احمد ترمذی)

حضرت سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ثقفی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے لئے کونسی چیز خوفناک ہے، وضاحت فرمائیے۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا یہ (یعنی زبان پہ قابو رکھو) یہی چیز تمہارے لئے بڑی خطرناک ہو سکتی ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دنیا میں دو زبان رکھتا ہے (یعنی ایک کو کچھ کہے دوسرے کے سامنے کچھ) قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہونگی۔ (دارمی)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مومن (کامل) نہ تو طعن کرنے والا ہوتا ہے اور نہ لعنت کرنے والا ہوتا ہے اور نہ فحش بکنے والا (ترمذی بیہقی)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بندہ بسا اوقات اپنی زبان سے ایسی بات کہتا ہے جس سے خدائے تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے، لیکن وہ بندہ اس سے واقف نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس بات کے عوض اسکے درجات و مراتب بلند کرتا ہے اور بعض اوقات بندہ ایسی بات کہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور وہ اس سے واقف نہیں ہوتا اور اسکی یہی بات اسکو جہنم میں لے جاتی ہے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آدم کا بیٹا (انسان) جب صبح کرتا ہے (یعنی سو کر صبح کو اٹھتا ہے) تو جسم کے سارے اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے معاملے میں خدا سے ڈر اس لئے کہ ہم تیرے ساتھ وابستہ ہیں۔ اگر تو ٹھیک رہی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے۔ (اور تو ٹھیک نہ رہی تو ہم بھی ٹھیک نہیں رہیں گے۔ (ترمذی)

حضرت علی بن حسین رض کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اچھے مسلمان کی نشانی یہ ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو بے فائدہ ہے۔ (مالک احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمان کو برا کہنا

فسق ہے اور مار ڈالنا کفر ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرات صحابہؓ میں سے ایک آدمی کی وفات ہوئی تو ایک شخص نے کہا تجھ کو جنت کی خوش خبری ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا شاید تم حقیقت حال سے واقف نہیں۔ ممکن ہے کہ اس نے بے فائدہ باتوں میں وقت ضائع کیا ہو اور ایسی چیز میں بخل کیا ہو جس میں کمی نہیں کرنی چاہئے۔ (مثلاً علم زکوٰۃ وغیرہ میں)۔

حضرت عمران بن حطان ؒ کہتے ہیں کہ میں ابو ذرؓ کے پاس گیا وہ مسجد میں سیاہ چادر لپیٹے تنہا بیٹھے تھے۔ میں نے کہا ابو ذرؓ یہ تنہائی کیسی ہے؟ ابو ذرؓ نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تنہائی بُرے ہمنشیں سے بہتر ہے اور صالح ہمنشیں تنہائی بہتر ہے، اور خیر بھلائی کو پھیلانا خاموشی سے بہتر ہے اور شر و برائی کو پھیلانے سے بہتر یہ ہے کہ آدمی خاموش رہے۔ (بیہقی)

حضرات عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کا خاموش رہنا (اور خاموشی پہ ثابت قدم رہنا) ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ (بیہقی)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ذرؓ کیا میں تمہیں ایسی دو باتیں بتلاؤں جو عمل کے اعتبار سے بہت سہل ہیں لیکن اعمال کی ترازو میں بہت وزنی اور بھاری ہیں۔ ابو ذرؓ نے عرض کیا ہاں ضرور بتلائیے۔ آپؐ نے فرمایا ہمیشہ خاموش رہا کرو، اور ہر ایک کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آؤ۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ان دو خصلتوں سے بہتر انسانوں کے لئے کوئی چیز نہیں۔ (بیہقی)

مذکورہ احادیث سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے آدمی اپنی زبان کو قابو میں رکھے۔ اس کے غلط اور بے جا استعمال سے بچتا رہے اور کوئی شخص اپنی زبان کو اپنی گرفت و قابو میں رکھتا ہے تو وہ یقیناً زبان سے صادر ہونے والی اور اس سے پیدا ہونے والی برائیوں سے محفوظ رہتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی و رضا حاصل کرتا ہے اور لوگوں کے درمیان بھی خوش گو و خوش اخلاق وغیرہ کہلاتا ہے۔

مولانا الطاف حسین حالی نے زبان سے متعلق جو اظہارِ خیال کیا ہے وہ ملاحظہ کیجئے:۔

"اے میری بلبل ہزار داستان، اے میرے طوطی شیوہ بیان، اے میری قاصد، اے میری ترجمان اے میری وکیل، اے میری زبان سچ بتا تو کس درخت کی ٹہنی اور کس چمن کا پودا ہے کہ تیرے ہر پھول کا رنگ جدا اور تیرے ہر پھل میں نیا مزا ہے۔ تو وہی زبان ہے کہ بچپن میں کبھی ادھورے بولوں سے غیروں کا جی لبھاتی تھی اور کبھی اپنی شوخیوں سے ماں باپ کا دل دکھاتی تھی۔ تو وہی زبان ہے جو جوانی میں کبھی اپنی نرمی سے دلوں کا شکار کرتی تھی اور کہیں اپنی

تیزی سے سینہ فگار کرتی تھی ۔ اے میری زبان دشمن کو دوست بنانا اور دوست کو دشمن کر دکھانا تیرا ایک کھیل ہے جس کے تماشے سینکڑوں دیکھے اور ہزاروں دیکھنے باقی ہیں ۔
اے میری بنی بات کی بگاڑنے والی اور میرے بگڑے کاموں کو سنوارنے والی، روتے کو ہنسانے والی، روتے کو ہنسانا اور ہنستے کو رُلانا، روٹھے کو منانا اور بگڑے کو بنانا، نہیں معلوم تو کہاں سیکھا ہے؟ اور کس سے سیکھا؟ کہیں تیری باتیں رس کی گانٹھیں ہیں اور کہیں تیرے بول شربت کے گھونٹ ہیں، کہیں تو شہد ہے اور کہیں حنظل، کہیں تو زہر ہے اور کہیں تریاق ۔

اے زبان ہمارے بہت سے آرام اور بہت سی تکلیفیں اور ہمارے ہزاروں نقصان اور ہزاروں فائدے، ہماری عزت، ہماری ذلت، ہماری نیکنامی ہماری بدزبانی، ہمارا جھوٹ، ہمارا سچ تیرے ایک ہاں اور ایک نہیں پر موقوف ہے ۔ تیری "ہاں اور نہیں" نے کروڑوں کی جانیں اور لاکھوں کا سر کٹوایا"۔

عموماً یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اکثر لوگ اپنی زبان کی حفاظت سے غافل رہتے ہیں اور اسکے غلط استعمال سے اجتناب و پرہیز نہیں کرتے جس کی وجہ سے فتنہ فساد، اور اختلاف و نزاع اور دل آزاری کی فضا پیدا ہو جاتی ہے، اور خود بھی بدگوئی اور بدزبانی کے باعث معاشرہ میں اپنا مقام اور وقار کھو بیٹھتے ہیں ۔ اگر ہر شخص اپنی زبان کو صحیح اور مفید انداز میں استعمال کرے تو سارے معاشرہ میں باہمی الفت و محبت، دوستی و خیر خواہی کے جذبات ابھر جائیں گے ۔

زبان کی حفاظت، اس کے صحیح استعمال اور اس کے غلط استعمال سے جو نقصانات و فوائد ہو سکتے ہیں اس کے متعلق بزرگان دین اور حکماء کے زرین اقوال اور ہدایات کو آویزۂ گوش بنالینا چاہیئے ۔

دعویٰ تکبر کا نتیجہ ہے اور اسکو دل برداشت نہیں کر سکتا اور اُسے زبان کی طرف پھینک دیتا ہے، اور احمق زبان اُسے اگل دیتی ہے ۔ (حضرت سید احمد اکبرؒ)

جو شخص بسیار گو ہوتا ہے وہ غصہ والا ہوتا ہے اور جو غصہ والا ہوتا ہے اس کے اندر پاس و لحاظ کی کمی رہتی ہے اور جو کم لحاظ ہوتا ہے وہ بہت کم پرہیزگار ہوتا ہے اور جو پرہیزگار نہیں اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے ۔ (سید احمد کبیرؒ)

جب آدمی تنہا ہو تو اس کو چاہیئے اپنے خیالات کو قابو میں رکھے اور جب وہ مجلس میں ہو تو اپنی زبان کو قابو میں رکھے ۔ (سید احمد)

تین چیزیں آخر کار آدمی کو ذلیل کرتی ہیں ۔
ظاہرداری، دورخی اور فضول گوئی ۔ (دلپذیر)

حیوانات پر بہت ساری آفتیں اور مصیبتیں بے زبانی کے باعث پہنچتی ہیں اور آدمیوں پر بیشتر آفات ان کی زبان کے باعث پہنچتی ہیں ۔ (حکیم فیثاغورث)

عقلمند شخص وہ ہے جو اپنی زبان کو دوسروں کی برائی بیان کرنے سے بچائے رکھے ۔ (حکیم جالینوس)

کم گو، کم خور شخص ہمیشہ خوش اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ (حکیم بزرجمہر)

عقلمندوں کے سامنے زبان کو، حاکموں کے سامنے آنکھ کو، اور بزرگوں کے سامنے دل کو قابو میں رکھنا چاہیئے .... (ولیپذیر)

فضول و بیہودہ گوئی سے، کثرت نیند سے اور بلا ضرورت میل جول اور گھومنے پھرنے سے اور قیمتی وقت کو ضائع کرنے سے، کہیں تم خود برباد نہ ہو جاؤ۔ (دانش)

نیک کرداری کی کھلی نشانی یہ ہے کہ آدمی چال چلن، رفتار و گفتار کے لحاظ سے خوب اور بہتر ہو، زبان کی ایک عبادت یہ بھی ہے کہ آدمی ایسا کلام کرے جس سے کسی کا دل نہ دکھے اور اس کے کلام سے سچائی و راستی اور اللہ کا ذکر نمایاں ہو۔ (سرکشن چندر)

کسی شخص نے ایک حکیم کو لکھا کہ تم لوگوں سے بات چیت کرنے میں بخالت سے کیوں کام لیتے ہو۔ حکیم نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے دو کان اور ایک زبان پیدا کی تاکہ ہم بولنے سے زیادہ سنیں نہ کہ سننے سے زیادہ بولیں، اس لئے کہ بسیار گو بیہودہ گو اور غلط سلط بکنے والا ہوتا ہے۔

منقول ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ ہمیں کوئی نصیحت کیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بسیار گوئی سے پرہیز کرو۔ لوگوں نے اس پند و نصیحت کو معمولی سمجھا تو مزید ارشاد فرمایا جب گفتگو کرو تو تمہاری زبانوں سے خیر کے سوا کچھ نہ نکلے کیونکہ بیہودہ گوئی اور بسیار کلامی آدمی کے دل کو تاریک کر دیتی ہے۔

دانا شخص عطار کی ڈبیہ کی طرح خاموش مگر صاحب ہنر ہوتا ہے۔ بیوقوف فوجی ڈھول کی طرح بلند آواز مگر اندر سے بالکل خالی ہوتا ہے۔ (سعدی علیہ الرحمہ)

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں آفاتِ لسان سے محفوظ رکھے اور زبان کو مفید اور کارآمد چیزوں میں استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین !

خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں
(اقبالؒ)

سانحۂ ارتحال

حسبِ عادت امسال بھی ماہِ ربیع الاول میں سالنامہ اللطیف کے موجودہ ۲۸ ویں شمارے کا کام حضرت اقدس

مولانا ابو الحسن صدر الدین شاہ محمد طاہرؒ قادری

ناظمِ دار العلوم لطیفیہ کی زیرِ ادارت شروع ہوا۔

اور

مضامین و مقالات اور بزرگانِ حضرت مکان کے متبرک قلمی نسخوں، اور معرکۃ الآراء کتابوں کے تراجم و تلخیصات کی ترتیب و تدوین کا عمل جاری رہا۔ ۴ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ مطابق ۷ دسمبر ۱۹۸۶ء روز اتوار حضرت ناظمؒ شہر آمبور ایک نکاح کی تقریب میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں سے دوپہر بذریعۂ کار واپس ہو رہے تھے ——— کہ اثنائے راہ ہی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس حیرت انگیز و المناک حادثۂ فاجعہ سے ہر کوئی دم بخود رہ گیا۔ ویلور اور اس کے گرد و نواح میں آناً فاناً یہ دردناک خبر پھیل گئی اور لوگ حیرانی و پریشانی کے عالم میں۔

حضرت مکان پہنچتے رہے اور یہ سلسلہ دوسرے دن تک قائم رہا۔ اور روز پیر صبح گیارہ بجے مسجد حضرت مکان میں جنازہ لایا گیا اور آپ کے بڑے داماد عالیجناب سید شاہ عثمان صاحب قادری عرف فصیح پاشاہ نائب ناظم دار العلوم لطیفیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور احاطۂ حضرت مکان میں واقع قبرستان کے اندر تدفین عمل میں آئی اور دیکھتے ہی دیکھتے خانوادۂ اقطاب ویلور کا یہ آفتاب علم و حکمت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نگاہوں سے اوجھل ہوگیا ـــ

حضرت مرحوم کے پس ماندگوں میں آپ کے برادر بزرگ ـــ

تقدس مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری سجادہ نشین خانقاہ حضرت قطبؒ ویلور اور دو داماد عالیجناب سید شاہ عثمان صاحب قادری عرف فصیح پاشاہ عالیجناب سید شاہ ہلال احمد صاحب قادری عرف ہلال پاشاہ اور دو صاحبزادیاں اور اہلیۂ محترمہ موجود ہیں۔

آپ کی وفات حسرت آیات سے نہ صرف دار العلوم لطیفیہ ایک عظیم مخلص و مربی اور مدبر و منتظم سے محروم ہوگیا بلکہ اللطیف کی مجلس ادارت میں بھی ایک عظیم خلا پیدا ہوگیا۔ حضرت موصوف ہی اللطیف کے بانی اور مؤسس ہیں اور اٹھائیس سال سے ادارت کے فرائض انجام دیتے آرہے تھے۔ آپ ہی کی سعی و کاوش اور ہدایات کے باعث یہ سالنامۂ علم و ادب و صحافت کی دنیا میں ایک ممتاز اور منفرد مقام پیدا کیا۔

اللطیف کے بزرگ سرپرست اور مدیران مسئول و نگراں حضرات اور اساتذۂ کرام و طلبائے عزیز حضرت مرحوم کے حق میں دعا گو ہیں کہ اللہ انہیں پہلو بہ پہلو جنت نصیب فرمائے اور ان کے پس ماندگوں کو صبر جمیل و اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم۔

قصائد حضرت ذوقی علیہ الرحمۃ

(۳)

حضرت علامہ محی الدین سید شاہ عبد اللطیف ذوقی علیہ الرحمۃ کے

فارسی قصائد (قسط ۳)

تصحیح، ترتیب، ترجمہ، تحشیہ :-

از:

پروفیسر ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب ایم اے، پی ایچ ڈی پروفیسر فارسی
دانشگاہ - مدراس -

۴۸۶

حضرت محی الدین سید عبداللطیف قادری، المتخلص بہ ذوقی علیہ الرحمہ کے قصائد کی یہ تیسری قسط اللطیف میں شائع کی جارہی ہے ــــ اس قسط میں کم از کم آٹھ سو اشعار ہیں اور اتنے ہی اشعار پہلے شائع ہوچکے ہیں۔ ان تمام قصائد میں زور زبان شکوہ الفاظ لہجہ کا طمطراق، معنی آفرینی، نازک خیالی، منظر نگاری، کنایہ اور استعارہ کا حسن، حسن تعلیل، تراکیب کی جدت، زور تخیل، قادر الکلامی، وہ اوصاف ہیں جو شروع سے آخر تک جاری وساری ہیں، ان قصائد کو دیکھنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ کم از کم ہندوستان کے فارسی قصیدہ نگاروں میں حضرت ذوقیؒ کا مقام سرفہرست ہے ــــ

یہ عجیب بات ہے کہ ایسے عظیم شاعر کا ذکر تذکروں میں بھی مشکل ہی سے ملتا ہے، البتہ ان کے معاصر اور ہم سبق حضرت باقر آگاہ نے ان کی مدح میں رطب اللسانی کی ہے۔ موجودہ دور میں اگر کسی نے یہاں کے فارسی شعراء پر کچھ لکھنے کی طرف توجہ کی تو صرف سوانحی حالات تک بیان کو محدود رکھا ــــ اور حضرت ذوقی کے کلام کی قدر وقیمت اہل علم کی نگاہوں سے اوجھل رہی ــــ امید ہے کہ اب "اللطیف" کے ذریعہ حضرت ذوقی کی عظمت آشکار ہوسکے گی ــــ حضرت ذوقی کی طبیعت ایسا بہتا ہوا چشمہ ہے کہ قلم کی روانی میں کہیں رکاوٹ نہیں آتی، وہ اشعار پر نظرِ ثانی بھی نہیں کرتے ــــ لکھنے کے دوران اگر کوئی سہو نظر میں آگیا تو اسے درست کردیا۔ اس طرح اگر کہیں کوئی سہو نظر آئے تو اس پر حرف گیری کرنا درست نہ ہوگا۔

شاعری خصوصاً قصیدہ نگاری کے بارے میں حضرت ذوقی کے مقصد اور نظریہ کے

متعلق اللطیف کے پچھلے شماروں میں کچھ لکھ چکے ہیں اور وہ انکی پوری شاعری خصوصاً قصائد سے ظاہر ہے لیکن یہاں ایک جگہ انہوں نے اپنے طرزِ شاعری پر اس انداز سے فخر کا اظہار کیا ہے کہ جس سے اُن کا نظریہ شاعری ایک خاص انداز سے ظاہر ہوتا ہے۔ فارسی شعراء میں جن شعراء سے حضرت ذوقی اپنا مقابلہ کرتے ہیں اُن میں خاقانی، سلمان، عرفی، اور خسرو خاص ہیں لیکن خود حضرت ذوقی اپنے کو اُن میں سے کسی سے اپنے کو کم نہیں سمجھتے۔ البتہ ایک جگہ کہتے ہیں کہ خاقانی ہوتا تو میری تعریف کرتا ہے

ز طمطراقِ من آگہ اگر شدی بعجم — ہزار زہ کندی گنج خیر شروانی

وہ امیر خسرو کو طوطیِ ہند کہتے ہیں لیکن اپنی شاعری اور امیر خسرو کی شاعری کے فرق کو خوب سمجھتے ہیں۔ اُن کے نزدیک محض سوز و گداز اور درد والم زندگی کے لیے کافی نہیں بلکہ اِس سے زیادہ ضروری جہد و عمل اور کارزارِ حیات میں مخالف قوتوں سے نبرد آزما ہونا ہے کیونکہ چراغِ مصطفوی اور شرارِ بولہبی ازل ہی سے آپس میں ستیزہ کار ہیں۔ انہوں نے اپنی شاعری کو کسی فلسفہ کے طرز پر نہیں پیش کیا ہے بلکہ اُن کی زندگیوں کے جہد و عمل کے پہلو کو پیشِ نظر رکھا ہے جو انسانیت کے لیے نمونہ ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ حضرت ذوقی سوز و گداز کے خلاف ہیں۔ اُن کی زندگی خود گدازِ قلب اور آہِ سحر گاہی کا نمونہ تھی۔ اس کا بار بار انھوں نے اپنے قصائد میں کیا ہے لیکن وہ جہد و عمل کے پہلو کو نظر انداز نہیں کرنا چاہتے بلکہ درحقیقت وہ دونوں کو ہم آہنگ کرنا چاہتے ہیں لیکن جہد و عمل کے بغیر زندگی کو بے معنی سمجھتے ہیں، اُن کے نزدیک امیر خسرو کے قلم میں وہ قوت و زور موجود تھا کہ اگر وہ اس سے کام لیتے تو اُن کی شاعری دعوتِ عمل کا شاہکار بن جاتی، چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں

امیر خسرو ہندوستان طوطی نطق، — کہ میفشاند زلب جملہ گوہر کانی

اگر بملک سخن آب و تاب من دیدی — بدر شدی ز چہ غم چو ماہ کنعانی

یہ کہنا کہ اگر امیر خسرو اگر میرے کلام کی آب و تاب کو دیکھتے تو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح چاہِ غم سے باہر آجاتے (اور گویا انہیں کی طرح میدانِ عمل کے بادشاہ بنتے۔ کیسا بلیغ استعارہ ہے) اِ یہی اشارہ کرتا ہے کہ امیر خسرو سوز و گداز کو چھوڑ کر میرے طرز کی تقلید کرتے۔

ہم نے پہلے بھی کہیں ذکر کیا ہے کہ ـــ ان قصائد کو پڑھنا جوئے شیر لانا ہے۔ صرف کہیں لفظوں اور اشتقاقوں کی مدد سے پورے شعر کو صحت کے ساتھ پیش کرنے سے کہیں زیادہ آسان خود شعر کہہ لینا تھا۔ خیال ہوا کہ اگر بغیر ترجمہ کے انہیں پیش کیا گیا تو غیر فارسی داں حضرات ان سے محروم رہ جائینگے لیکن یہ ترجمہ سرسری ہے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ صحیح مفہوم کو آسان انداز سے پیش کر دیا جائے جہاں صرف ترجمہ سے مفہوم واضح نہیں ہوتا۔ اس کی مختصر وضاحت حواشی میں کر دی گئی ہے۔ بعض قصاید کا منظوم ترجمہ پہلے کی طرح کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد شاعری کرنا نہیں ہے بلکہ اگر کسی قصیدے کے مطلع کا ترجمہ ذہن میں خود بخود منظوم شکل میں آگیا تو پورے قصیدے کا منظوم ترجمہ اسی رفتار سے ہو گیا جیسا نثر میں ہے منظوم ترجمہ میں شعری محاسن کی طرف دانستہ کوئی توجہ نہیں دی گئی ہے بلکہ صرف مفہوم پر نظر رکھی گئی ہے۔ ردیف اور قافیہ کی رعایت کے پیش نظر کہیں تصرف سے کام لینا پڑا ہے لیکن اس سے مفہوم اور مضمون نہیں بدلا ہے ـــ ایک دانستہ منظوم ترجمہ کرنا چاہا لیکن اس میں فارسی تراکیب کی کثرت سے ترجمہ خود مشکل ہو گیا ـــ اور قصیدہ ایسا ہے کہ اس کے ترجمہ میں آسان طرز اختیار کرنا سخت دشوار ہے اس لیئے چند اشعار ترجمہ کرکے چھوڑ دیئے ـــ پھر نثر میں ترجمہ کیا۔ اس قصیدے کے منظوم ترجمے کے چند اشعار قارئین کی دلچسپی کیلئے یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

فارسی کا مطلع یہ ہے :-

اگر آن پری بچمن رود بمثال سرو سہی چمان　　نشود بنفشہ سپر افگن از زلف خنران

اردو ترجمہ کے چند ابتدائی اشعار یہ ہیں

وہ پری جو سوئے چمن چلے بمثالِ سروِ سہی چماں　　تو بتایا سمن نہ سمن چلے بسموم باد زبانِ خزاں

جو ختن میں کاکل مشکبو بخطا ہوئی ہے عزال جو　　تو حیا سے آہوئے تند خو ہوا سوئے خلخ و چیں رواں

ترے قد سے مات قدِ سہی ترے رخ سے لالہ آزری　　ہے سیاہ کاکلِ عنبری سے صفائی سنبلِ گلستاں

جو چماں چلے ہو سوئے چمن کہ اڑا دے آب گل و سمن　　تو ہوئے ہیں لالہ و یاسمن بمثال شعلہ گلستاں

مرا حال یوں ہے بہ ہر سحر مرے ہونٹ خشک اور آنکھ تر　　کہ مثالِ طبل بشہ زر زرہ ہے بہ ہر طرف اثرِ فغاں

ستہ نامور کا اصول ہے ستم آب چشیم حمول ہے
یہ لوائے عدل کا طول ہے کہ سراس کا ہے سرِ خزاں
ہے ہیل اسپ سے چرخ فک ملک فلک میں دسمک
ہے شعاع تیغ کی یہ دمک کہ ہے لغت شعلۂ آسماں

ظاہر ہے یہ ترجمہ خود ترجمہ طلب ہے اور اس میں کچھ کوشش سے بھی کام لینا پڑا اس لیئے اسے ترجمہ میں پیش کرنا مناسب نہ سمجھا۔

اردو قارئین کو معلوم ہے کہ کتابت میں صحت کو قائم رکھنا کتنا دشوار کام ہے۔ پروف ریڈر ایک بار ضرور تصحیح کر دیتا ہے لیکن یہ کافی نہیں۔ اس وقت جو اہم چیز ہمارے پیش نظر ہے وہ ہے ہندستان کے ایک ایسے عظیم فارسی شاعر کے کلام کو محفوظ کر دینا جس کو فراموش کر دینا ایک بڑا گناہ ہوگا اور اس ناقدری ناشناسی کے لیے پوری قوم مطعون قرار دی جائے گی جب بھی حضرت ذوقی کے کلام کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے گا اس وقت از سر نو صحت کتابت و طباعت کی طرف توجہ دی جائیگی۔

قصیدہ فی النعت

۱۔ بنگر سوئی لب او تا کان تازہ بینی
اس کے لب کی طرف دیکھو، تمہیں نئی کان نظر آئے گی
اندر دہان تنگش عمان تازہ بینی
اس کے تنگ دہن میں تمہیں نیا عمان نظر آئے گا

۲۔ سر را چو گوئی افگن در پیش او بمیدان
میدان میں گیند کی طرح اس کے سامنے اپنے سر کو ڈالو
تا از گلالہ او چوگان تازہ بینی
تا کہ اس کے کاکل پیچاں سے تم ایک نئے چوگان کا منظر دیکھو

۳۔ بہر نثار جان را بر پای او بیفگن
نثار کرنے کے لیئے جان کو اس کے پاؤں پر ڈال دو
تا از تلطف او صد جان تازہ بینی
تا کہ اس کے لطف سے سیکڑوں نئی جان میسر ہو ں

۴۔ حاصل نگرد ایمان از سبحہ و مصلا
تسبیح و مصلے سے ایمان نہیں حاصل ہوتا
در زلف کافر او ایمان تازہ بینی
اس کی سیاہ زلفوں میں تمھارا ایمان تازہ ہوگا

۵۔ از تیر غمزہ او وز قوس ابروی او
اس کے غمزہ کے تیر سے اور اس کے ابرو کے قوس سے
افتادہ خستہ مردم ہو مان تازہ بینی
لوگ ایسا افتادہ نظر آتے ہیں جیسے ہومان (کشتہ از دست رستم)

۶۔ نوش از لبش نخواہی؟ ای کردہ نیش بر لب
کیا تم اس کے ہونٹوں کی شہد نہیں چاہتے؟ اے وہ جس نے اپنے ہونٹوں میں زہر کھلا رکھا ہے . . .
آن شہد خوش طلب کن تا شان تازہ بینی
(ان ہونٹوں کی) عمدہ شہد طلب کرو تاکہ تمہیں نئی شان حاصل ہو۔

۷۔ ای آہوی خطائی چین از جبین بر آور
اے خطا کے آہو اپنی پیشانی سے شکن دور کرو
تا درد ہر دلی را درمان تازہ بینی،
تاکہ تم ہر دل کے درد کا نیا درمان بن جاؤ

۸۔ ترا آزردن دل ما شاید کہ دور گردی
تاکہ میرے دل کے ستانے سے تم باز آجاؤ
چون از نہیب سلطان سلطان تازہ بینی
جب تم سلطان کے خوف کا نیا غلبہ دیکھو گے

۹۔ شاہی کہ از نہیبش اندر سر دلیران
وہ سلطان جسکے خوف سے دلیروں کے سر میں
اندر ایشر از سینہ دوران تازہ بینی،
سینہ کا پھٹنے سے نیا دوران نظر آتا ہے"

۱۰- از مہر او کہ گوہر در سنگ میکشاید
اس کی محبّت کے ذریعہ جو کہ پتھر میں گوہر پیدا کر دیتی ہے
۱۱- از بہر سوزش غم در دست ہر دلاور
غم کے جلانے کے لیئے ہر دلاور کے ہاتھ میں
۱۲- چو کف مہر تابش دُر از دیم بریزد
سورج کی طرح چمکنے والی اسکی ہتھیلی کے سمندر سے موتی برستا ہے
۱۳- چون از سحاب دستش دریای در بریزد
جب اس کے ہاتھ کے بادل سے موتی کا سمندر بہتا ہے

در ہر دلی کہ آئی صد کانِ تازہ بینی
تم جس دل میں آؤ گے سیکڑوں تازہ کانیں پیدا کر دو گے
ز الماس رفعت او سوہانِ تازہ بینی
اس کی رفعت کے الماس کا ایک نیا سوہان دیکھو گے
دریا و ابر و کہ را دامانِ تازہ بینی
دریا، ابر اور پہاڑ میں نیا دامن نظر آتا ہے
از اشک ابر باران نیسان تازہ بینی
اس وقت برستے ہوئے بادل کے آنسوؤں سے نیا نیسان نظر آتا ہے۔ (یعنی جس کا ہر قطرہ موتی بن جاتا ہے)

ق

۱۴- از خون دشمنِ او اندر میان ھیجان
اس کے دشمن کے خون سے جنگ کے دوران —
۱۵- از قطرہ ہای خونش در دامن سباسب
دشمن کے خون کے قطرے دور دور تک

دریای جوش زنِ را ہیجانِ تازہ بینی
جوش مارنے والے سمندر میں نیا ہیجان نظر آتا ہے
یاقوت سرخ یا نی مرجانِ تازہ، بینی
سرخ یاقوت کی طرح نظر آتے ہیں اور تازہ مرجان کی طرح دکھائی دیتے ہیں۔

۱۶- آن دم کہ آب تیغش ریز د شرار و حرفی
جس وقت اس کی تیغ اس کی آب سے جلانے والی چنگاری نکلتی ہے
۱۷- در بلع دشمن او کاندر خور غم آمد
سزاوار غم دشمن کو نگلنے میں
۱۸- ابر جوش موج فوجش گر چشم وا نمائی
اس کی فوج کی موج کے جوش پر اگر نظر ڈالو
۱۹- ہنگام مدحت او از خامۂ درفشان
اس کی مدح کے وقت روشن قلم سے

ہر کار ممتنع را امکانِ تازہ، بینی
تو محال چیز بھی ممکن نظر آتی ہیں
صمصام لامعش را ثعبان تازہ بینی
اس کی تابدار تلوار نیا اژدہا بن جاتی ہے
در بحر و بر و ساحل ہیجانِ تازہ بینی
تو بحر و بر اور ساحل میں نیا ہیجان نظر آئے گا
در دامن صفائح باران تازہ بینی
صفحات کے دامن میں نئی بارش نظر آتی ہے

۲۰۔ ای شاہ عالم آرا ذوقی ست مادح تو
اے دنیا کو آراستہ کرنے والے بادشاہ ذوقی آپکا مداح ہے
۲۱۔ چیزی دگر نگوید جز مدحت و ثنایت
آپ کی مدح و ثنا کے سوا وہ کچھ نہیں کہتا

در مدحت خود او را جولان تازہ بینی
آپ کی مدح میں خود اس کے اندر نیا جولان پیدا ہو جاتا ہے
زین ساحری بہ ہند ش حسان تازہ بینی
اس ساحری کی وجہ سے ہند میں وہ ایک نیا حسان نظر آتا ہے

قصیدہ فی المنقبت موسوم بہ باغ الصفا

۱۔ دل بین گوی غلطانست حکم شرع چوگانش
میرا دل لڑھکتا ہوا گیند ہے اور شرع کا حکم اس کا چوگان ہے
۲۔ کسی کو سر بجای گو درین میدان در اندازد
اگر کوئی اس میدان میں گیند کی جگہ اپنے سر کو ڈال دے
۳۔ ہر آنکو کاندرین میدان نزیبد سیلی چوگان
ہر وہ شخص جو اس میدان میں چوگان کے تھپیڑے نہیں کھاتا
۴۔ نہد سر پیش این چوگان کہ باشد شرع گوی آسا
یہ چوگان جس کو شریعت کہتے ہیں اس کے سامنے اپنے سر کو رکھ دو
۵۔ شریعت نردبان بام اجلال است و استعلا
شریعت اجلال اور بلندی کے بام کی سیڑھی ہے
۶۔ کسی کو اندرین دوران شریعت را فرو ماند
اس زمانے میں جو شریعت کو نظر انداز کرتا ہے
۷۔ شریعت را ہمی گوئی کہ شایان نیست چون من را
تم کہتے ہو کہ شریعت مجھ جیسے کے شایان شان نہیں ہے

انابت شہسوار تیز و استغفار میدانش
تو بہ تیز شہسوار اور طلب مغفرت اس کا میدان ہے
بود در روی زمین گوی وی و افلاک چوگانش
تو یہ زمین اس کا گیند بن جائے اور آسمان اس کا چوگان
ہمی خوانند نا اہلش اگر وقت کار مردانش
تو مرد دل کے کام کے وقت اس کو لوگ نا اہل کہتے ہیں
کہ تا ابد بچوگان گوی این افلاک دورانش
تا کہ آسمان کا گیند اس کا دور چوگان بن جائے (ہمارے لیے)
درین معراج است، ہین مگذار ای نادان
اس سیڑھی میں معراج ہے، اسے مت چھوڑو بھی اس کی شان کو
ز مالیخولیا در سر فزاید درد و دورانش
وہ مالیخولیا کے سبب سر میں درد اور دوران بڑھتا ہے
خمش تو نیستی ای ابلہ بی آب شایانش
اے بے آبرو خاموش ہو جا، تو خود اس کے لائق نہیں ہے

۸۔ ہمی رفتم بہ بازار از پسِ من مرد کی آمد
میں بازار جا رہا تھا میرے پیچھے ایک آدمی آ رہا تھا

۹۔ کفن اندر بر آن دون رسیلی بود در گردن
اس کمینے کے بدن پر کفنی اور گردن میں سارنگی تھی

۱۰۔ عجب کردم کہ چون سیلی بگردن آمدش از سر
مجھے تعجب ہوا کہ جب اس نے سارنگی سر سے گردن پر لی

۱۱۔ بمن گفتا کہ چیزی خواندہ ای گفتم بلی ہا گفت
اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے کچھ پڑھا ہے میں نے کہا ہاں، اس نے کہا

۱۲۔ بگفتم خواندہ ام اما ز علمِ فقہ گفتا رو
میں نے کہا میں نے پڑھا ہے لیکن علم فقہ، اس نے کہا دور ہو

۱۳۔ مرا خشم آمد از گفتار او گفتم نمیدانی
مجھے غصہ آیا اس کی بات پر، میں نے کہا تو نہیں جانتا

۱۴۔ کسی کو نیست مائل بر شریعت شد از پایش
جو شریعت پر مائل نہیں ہے وہ اپنے پاؤں پر الٹا پھر گیا

۱۵۔ تو پیری زان سبب ریشِ تو بر رو ماند و در سنہ
تو بوڑھا ہے اسی وجہ سے تیری داڑھی تیرے چہرہ پر باقی ہے، ورنہ

بماندے عذار تیرہ او ہر دل و جانش
اس کے دل و جان بھی اس کے چہرے کی طرح سیاہ تھے

یکی گندہ بکف بود و یکی گندہ بانبانش
ایک گندہ ہاتھ میں اور ایک گندہ تھیلی میں

یکایک دست بر سر کرد دیدم در خود آنش
اس نے اچانک ہاتھ باہر نکالا میں نے دیکھا کوئی چیز شراب کے لائق

کہ ہر کو خواند وا ماند از سر منہاجِ عرفانش
کہ جس نے پڑھا وہ عرفان کی سیڑھی پر چڑھنے سے رہ گیا

ہمی جوید شریعت آنکہ جویان نی لبِ فرمانش
شریعت وہ طلب کرتا ہے جو عرفان کا طالب نہیں ہے

ہمی جوید شریعت را کسی کو ہست جویانش
شریعت کا طالب وہ ہے جو عرفان کا طالب ہے

بباید سوختن اندر بود بیچیدہ پیچانش
اس کو بوریا میں لپیٹ کر جلا دینا چاہیے

تیغ زن را زنم اندر رخ چون نیست ایمانش
جس کے پاس ایمان نہیں ہے ایسے لاف زن کی ٹھوڑی پر ماروں

۱۶۔ درایں نوبت چو الحاد از سر نو یافت آرائش
چوں کہ اس زمانے میں الحاد نے پھر سے آرائش پائی ـــــ

۱۷۔ ز سہم شرع دل را رخنہ کن با رخنہ، ای دانا
شرع کے تیر سے اپنے دل کو چھید، اے عقلمند

۱۸۔ ز راہ شرع مگذر گر امان خواہی کہ دانشور
شرع کی راہ کو مت چھوڑو اگر تم امان چاہتے ہو، اے دانشمند

۱۹۔ کجا پاید شہ باطل وسودای لاطایل
کہاں ٹھہرتا ہے، باطل ساتھی اور لاطایل خیال

۲۰۔ مفرح گر ہمی جوئی ز سودای شریعت جو
اگر تم مفرح چاہتے ہو تو شریعت کا سودا چاہو

۲۱۔ کسی کو بر کنار این چنین دریا تہی آید
اگر کوئی شریعت کے دریا کے کنارے خالی ہاتھ آتا ہے

۲۲۔ کسی کو اندرین دریا بکشتی یقین آید
شریعت کے دریا کے اندر جو یقین کی کشتی میں آتا ہے

۲۳۔ دل تو مردہ شد ای مردہ دل سبیل اشدی، دل جو
تیرا دل مردہ ہو گیا ہے اے مردہ دل تبدیل ہو گیا، تو دل تلاش کر

نشو از دیدن گواہ چو دسہم پریشانش
تو گمراہ کو دیکھنے سے گیاہ خشک کی طرح اس پر پریشان نہ ہو

کہ تا رخنہ نسازد نحل ناید شہد در شانش
کیونکہ جب تک کہ شہد کی مکھی چھتہ میں سوراخ نہیں کرتی شہد نہیں حاصل ہوتا

بود در محفل سوامات ہر لحظ مہمانش
امان کی مہمانی کی محفل میں ہر لحظہ شریعت اسکی مہمان ہے

چو غرش سکند از بیشہ دین شیر غرانش
جب دین کے بیشہ سے شیر غراں اس پر چنگھاڑتا ہے

وگر جام صفا خواہی بود در آبحیوانش
اگر تم جام صفا چاہتے ہو تو وہ شریعت کے آبحیات میں ہے

پُر از لؤلؤی دامانشود میشود در حال دامانش
تو فوراً اس کا دامن سمندر کے موتی سے پُر ہو جاتا ہے

گزیند از در و مرجان او افراح مرجانش،
تو وہ شریعت کے گوہر و مرجان سے خاص اپنی جان کے لیے خوشیاں مہیا کرتا

طلب کن جان پی دل از میان در و مرجانش
شریعت کے گوہر و مرجان اپنے دل کے لیے حسان طلب کر

۲۴۔ کسی کو خندہ زد بروی و گریہ جان بلب آید
کسی کو جان بلب از وی سیابی جز کہ خنداش

جو شریعت کا مزاق اڑاتا ہے غم سے اُس کی جان ہونٹوں پر آتی ہے
اور جو جان بلب ہے اُسے شریعت سے راحت ہی راحت ہے

۲۵۔ گذر آنہ خار خار ای گل شو نہ کندہ چون سُنبل
نوای زن بہ از بلبل بزیر سایۂ لامش

اے گل تو دغدغہ چھوڑ اور سنبل کی طرح پریشان نہ ہو
شریعت کے سر سبز درخت کے سائے میں بلبل سے بہتر نغمہ سرائی کر

۲۶۔ کسی کو اندر آن دریا نشد سباح چون ماہی
بیجر و بر خورد آخر دم تمساح و ثعبانش

شریعت کے دریا میں مچھلی کی طرح غوطہ زن نہ ہوا
تو سمندر اور زمین سے آخر کار اُسے گھڑیال اور اژدھا کھا جاتے ہیں

۲۷۔ از این گفتار ما گلذر کسیکہ بگذرد از ما
زند تبت بد از آتش لہب اندر دل و جانش

ہماری بات کو نظر انداز نہ کرو جو ہم کو جھٹلاتا ہے
وہ لہب کی آگ سے اپنے دل و جان کو جلاتا ہے

۲۸۔ ز فرع شرع بر طوبا رسی ز زرع ادم یابی
اگر از زرع خود فرعی بر آری کیش میدانش

شرع کی فرع سے تم طوبی پہنچ کر جنت کا باغ پاؤ گے
اگر تم شریعت کی کھیتی کو خود فرع ہو (یعنی متشرع ہو) تو تم دین حاصل کر لو گے، اسے جان لو۔

۲۹ بکیش مصطفےٰ چرخ و کمان قربان مسیگردد
نگفتی زہ بر و ہیچ کرداری باشد قربانش

مصطفےٰ کے دین پر چرخ و کمان قربان ہیں (ہر چیز حکم الٰہی کی تابع ہے۔
تم نے اس پر زہ نہیں کہا، تو جو کچھ شرع کا حصہ رکھتے ہو اس پر عمل کرو۔

۳۰۔ زشاہراہ شرع باعرش برین دانا دلی واصل
میان شرع اینک عرش پنہانست گردانش

شریعت کے راستہ کے سوا کوئی دانا دل عرش کو نہیں پہنچا
شرع کے درمیان عرش پنہاں ہے اسے اپنی طرف پھیر لو

۳۱ شوی معتل ازین علت کہ اندر جوف خود داری
شوا جوف مثال دل صحیح است ای سخندانش

اس علت کے سبب جو تم جوف میں رکھتے ہو معتل ہو
کمینہ کی طرح اجوف نہ ہو، یہ صحیح ہے اے سخندان

۳۲۔ توئی مردود و منکر گر صحیح او ر المید انی
اگر تم اسے صحیح نہیں سمجھتے ہو تو تم مردود و منکر ہو

ضعیفی بلکہ مرفوعی ا حسن از دل ہمی خوانش
تم ضعیف بلکہ مرفوع ہو، اس کو دل سے حسن سمجھو،

۳۳۔ اگر ثلثی ازیں خط محقق داری اندر دل
اگر تم ثالث ہو تو دل میں خط محقق رکھتے ہو

نگردی نسخ از توقیع دین بنگر چو ریحانش
تم توقیع دین سے نسخ نہ ہوگے، اسے ریحان کی طرح دیکھو

۳۴۔ ازیں مہتاب اخر مہر عرفان در دلت تابد
اس شتری کی روشنی سے عرفان کا سورج تیرے دل میں چمکتا ہے

عزیزش دار چون ناہید و تیر آسا مپرانش
اسے ناہید کی طرح عزیز رکھو اور تیر کی طرح مت اڑاؤ

۳۵۔ مشو عقرب بجز ماہی بد لو شرع و شیری کن
شرع کے دلو میں سوائے ماہی کے عقرب نہ بنو اور بہادر بن جاؤ

کہ تا پشت تو گردد چرخ و قوس و جدی و میزانش
تاکہ تیری پیٹھ چرخ، قوس، جدی اور میزان بن جائے

۳۶۔ نشان آتش بشر نفس و ہمچو خاک ساکن شو
نفس کے شر کی آگ کو بجھا دو اور خاک کی طرح ثابت قدم اور خاکسار بن جاؤ

کہ ازوی اد گردد آب رخ، رو کن شیطانش
کہ نفس کا شر سے بھگا دو چہرے کی رونق بڑھائے جاتا ہے اس شیطان کو عجز و خاکساری

۳۷۔ سیاہ و زرد روئی زاید از شیطان و نفس تو
شیطان اور تیرا نفس سیاہ روئی اور زرد روئی پیدا کرتے ہیں

سپیدی خواہی و سرخی مکن سرسبز بستانش
اگر تم سپیدی اور سرخی چاہتے ہو تو نفس و شیطان کے گلستان کو سرسبز نہ کرو۔

۳۸۔ اگر در حق گریزی ہمچو نشتر ہر سر موئیت
اگر تم حق میں پناہ لوگے تو تمہارا ہر سر مو نشتر کی طرح

کشاید نفس و شیطان سوز اکحل بلکہ شریانش
نفس و شیطان کی اکحل بلکہ شریان کو کاٹ دے گا

۳۹۔ چو میخواہی پناہ حق پناہ بی پناہان شو
اگر تم حق کی پناہ چاہتے ہو تو بیکسوں کے لیے پناہ ہو

کہ ہر کو یار بی یار است باشد یار سبحانش
جس کا کوئی مددگار نہیں اس کا مددگار خدا ہے

۴۰۔ چہ دوری از یتیمان، رو نگہ کن جانب دریا
کہ رسم غرق بر کف دارد و ایام در جانش

یتیموں سے تم کیوں دور ہو، جاؤ اور سمندر کی طرف دیکھو
کہ رسم غرق اس کی ہتھیلی پر ہے اور جان میں دُر ہائے یتیم

۴۱۔ عزیزی کز سر چاہ ستم در دلو عدل آید
بمصر اعلا خوانند مردم ماہ کنعانش

وہ عزیز جو ستم کے کنوئیں سے نکل کر عدل میں آتا ہے
اُسے بلندی کے شہر میں لوگ شاہ کنعان کہتے ہیں

۴۲۔ چہ بینی جب ماری کہ ضحاک است ہمچون جم
فریدون قضا جام و علم گیرد بایوانش

اس سانپ کی طرف کیا دیکھتے ہو کہ وہ ضحاک ہے اور جمشید کی طرح
قضا کا فریدون اپنا جام و علم اس کے ایوان میں بلند کرتا ہے

۴۳۔ ببین فرعون چون پی و فرعون افتاد در صحبت
کنون باقی بود ہامان ہامان چو ہومانش

فرعون کو دیکھو جب اعوان کی زیادتی کے لیے ہامان کی بات میں آگیا
تو ہامان کا نام بھی باقی رہ ہومان کی طرح ، ،

۴۴۔ چرا ویران کنی ای ظلم پرور خانہ آنکس
کہ بیخوابست و بود جز دل تو ہیچ پرسانش

اے ظالم اس کے گھر کو کیوں ویران کرتے ہو ؛ ؛
جو بیخواب ہے اور تیرے دل کے سوا اس کو کوئی پرسان حال نہیں ہے

۴۵۔ ز بس آتش گر افشانی برو جانش ہمی سوزی
دمادم منطفی آتش نگردد آب بارانش

اگر تم آتش افشانی کرتے ہو اور اس کی جان کو جلاتے ہو
تو آب باران اس آگ کو نہیں بجھا سکتا

۴۶۔ چہ خواہی عشرہ از آنکس کہ چشمش عبرہ میریزد
چہ خواہی عین زان عینی کہ چون عین است عینانش

تم ایسے آدمی سے کیا شرح و بیان چاہتے ہو جس کی آنکھیں آنسو بہاتی ہیں
تم ویسی آنکھ سے کیا روشنی چاہتے ہو جس کی دونوں آنکھیں حرف عین کی طرح بے نور ہیں ۔

۴۷۔ بود با نامیان دل بہ بند از دل دریا نونی
بلطف لام و میم ای دون توئی خاطر پریشانش

دل کے اندر بُت ہے اس کو دین سے قید کرو
تم ظلم کی وجہ سے خاطر پریشان ہو ۔

۴۸۔ ہر آن دودی کہ بیرون از دہانِ آہ زن گردد
گداز د کوہ را با سنگ و با الماس و با کانش

ہر وہ دھواں جو آہ زن کے منہ سے نکلتی ہے
وہ سنگ الماس اور کان رکھنے والے پہاڑ کو پگھلا دیتا ہے

۴۹۔ بترس از سہم مظلومی کہ بروی ظلم می سازی
کہ گردد قوسِ چرخ سبز شست تیر بارانش

مظلوم کے تیر سے ڈرو جس کے اوپر تم ظلم کرتے ہو
کہ چرخ سبز کا قوس اس کے تیر باراں کا شست بن جاتا ہے

۵۰۔ دلِ عالم ہمی سائی و خود آسودہ می آئی
نمی ترسی و برجائی ز واویلای پژمانش

تم عالم کے دل کو دکھاتے ہو اور بے پرواہ ہو
تم اس کے دل انگیز واویلا سے نہیں ڈرتے اور اپنی جگہ غافل ہو

۵۱۔ دلت پُر درد و رُخ پُر گرد گردد ناگہ از گردش
کہ گرد از گرد پوشد گرد اندر گرد گردانش

اس کے گرد سے اچانک تمہارا دل پُر درد اور چہرہ پُر گرد ہو جائیگا
کہ گرد چاروں طرف ڈھک لیتی ہے اپنی گرد گرداں کے اندر

۵۲۔ برای کشتی ظالم فلک سنگ کواکب را
بکف بگرفتہ میخواہد کہ خون ریزد بکیہانش

ظالم کی کشتی کے لیے آسمانی ستاروں کے پتھر کو
ہاتھ میں پکڑ چاہتا ہے کہ اس کا خون دنیا میں بہا دے

۵۳۔ ببین ضحاک چون گریان فرو شد در زمین ناگہ
لب گورش ہمی خندد کہ ضحاک است دندانش

ضحاک کو دیکھو کہ گریاں و نالاں زمین میں پست ہو گیا
اس کی قبر پر ہنسنے والا ہنستا ہے

۵۴۔ بگور افتی تو ای گر ناگہان بہرام گور آسا
کہ بہرام سر می سود آخر گور شد خانش

اے بہرے تم ناگہاں قبر میں چلے جاؤ گے بہرام گور کی طرح
جو کہ آسمان پر سر رکھتا تھا اور آخر کار قبر اس کا ٹھکانا ہوا

۵۵۔ چو میدانی کہ روزی درمیان گور پست افتی
مکن گوری بہرامی کہ گذاری بحرمانش

جب تم جانتے ہو کہ ایک دن قبر میں پست ہو جاؤ گے
تو بہرام گور کی طرح بے پرواہ مت ہو کہ ایک دن اسے چھوڑنا ہوگا

۵۶۔ بسوی شاہ کرمان بین کہ چون بود از سر شوکت

کنون مانند زیرہ ریزہ ریزہ کردہ کرمانش

شاہ کرمان کو دیکھو کہ وہ کتنی شان و شوکت میں تھے

اب زیرہ کی طرح کیڑے نے ان کو ریزہ ریزہ کر دیا

۵۷۔ سوادِ صفحۂ کونی ہمکن سودای خونریزی

شدہ غرق اندرو بحری کہ در جوش است طوفانش

تم دنیا کی آبرو ہو، خون ریزی کا سودا مت کرو

اس کے اندر ایسا سمندر غرق ہے کہ اس کا طوفان جوش میں ہے

۵۸۔ ستمگر اشتر ریش است شد رخشہ محاسن را

زنخ زن ہمچو خر باشد زریش اوست پالانش

ظالم ریش دار خچر (بیوقوف) ہے اور اس کی داڑھی میں رخنہ ہے

ڈینگ مارنے والا گدھا (احمق) ہے اس کی داڑھی اس کا پالان ہے

۵۹۔ کسی کو میکند بنیانِ مردم از سر عدوان

سر انجام از سر عدوان شود بر کندہ بنیانش

جو دشمنی سے لوگوں کی بنیاد کھودتا ہے

آخر کار اس کی بنیاد ڈھا دی جاتی ہے

۶۰۔ کرم کن تا گذشت از مرگ باشی زندہ در عالم

کسی کو مرد شد جام کرامت آب حیوانش

کرم کرو تاکہ موت کے بعد دنیا میں زندہ ہو جاؤ

جو مرد ہے اس کی کرامت کا جام آب حیوان ہے

۶۱۔ کرامت کن کہ افزاید شہامت اہل احسان را

بود زیر نگین جمشید چرخ و ہفت رخشانش

کرم کرو کہ کرم کرنا اہل احسان کی شہامت کو بڑھاتا ہے

ساتوں آسمان اس کے زیر نگین ہو جاتے ہیں

۶۲۔ سکندر کرد دلِ آئینہ آسا عالم آسا شد

بہر مشکل کہ رو آورد آسان گشت و آسانش

سکندر جیسے آئینہ کی مانند دل والے دنیا کو آسائش ملی

ہر مشکل کہ اس کو پیش آئی اس کے لیے زینت بن گئی اور آسان ہو گئی

۶۳۔ چو جم آئینہ آسا باش تا زیر نگین تو،

بود شاہ فلک با جام ماہ و تخت گردانش

جم کی طرح آئینہ کی مانند ہو تاکہ تمہارے زیر نگیں،

سورج اپنے جام ماہ اور تخت گرداں کے ساتھ ہو جائے

۶۴۔ کسی بر سریر عدل بنشیند بوالائی

جو شخص عدل کے تخت پر عزت و جاہ کے ساتھ بیٹھتا ہے

۶۵۔ اگر مشتی ستم کیشان سر ایذای او دارند

اگرچہ ظالم لوگ اسکو ستانے کے درپے ہوں

۶۶۔ بدریای کرم گر کشتی اندازی بنام ایزد

اگر تم خدا کا نام لیکر کرم کے دریا میں اپنی کشتی ڈال دو

۶۷۔ ز تاب تیغ ظالم آب گردد زہرۂ ہمت

ظالم کی تیغ کی تاب سے ہمت کا پتہ پانی ہو جاتا ہے

۶۸۔ چو نور معدلت در ظلم ماہ انداخت بی ظلمت

جب معدلت کا نور چاند کی سپیدی میں ڈالا تو بغیر تاریکی کے دیتی عدل کی روشنی ہیں

۶۹۔ بچشم غور بنگر رستم و سہراب و بیژن را...

رستم، سہراب اور بیژن کو غور کی آنکھ سے دیکھو

۷۰۔ ببین چون نام نوشیروان بہ از زال دستان شد

دیکھو نوشیروان کا نام کیونکر زال دستان سے زیادہ معروف اور روشن ہو گیا

۷۱۔ دواج ساج میخواہی ردواج معدلت بر کن

اگر تم مرصع عزت کا تاج چاہتے ہو تو عدل کا دواج دو

ہمی خوانند سرداران والا شاہ شاہانش

اس کو عزت والے شاہوں کا شاہ کہتے ہیں

نگہبانی عالم را خدا باشد نگہبانش

تو ظالم کی نگہبانی کرنے والا خدا اس کا نگہبان ہوتا ہے

گہر قربان قدم باشد ترا لولوی عمانش

تو خدا کے عمان کا موتی تمہارے قدم پر قربان ہو گا

ز آب روی عادل تاب گردد عزم بیجانش

عادل کے چہرے کی رونق سے جنگ کے عزم میں توانائی پیدا ہو جاتی ہے

روان گشتند انجم انجمن را زیر فرمانش

اس کی محفل کے تارے اس کے زیر فرمان ہو کر روان ہو گئے ....

کجا گرشسپ رفت و زوال از سام و نریمانش

کہاں گیا گرشسپ، سام و نریمان کا زوال

کہ از خوان کرامت کرد اندر سال شہوانش

کیونکہ کرامت سے اس نے آباد دسترخوان پر رکھا تھا

کہ پر یاقوت رخشانست و لعل جانفزا کانش

کہ اس کی کان روشن یاقوت اور جانفزا لعل سے پر ہے

۷۲۔ دماغ طبع از سودای غمم خالی همی خواهی
اگر تم اپنی طبع کے دماغ کو غم کے سودا سے خالی چاہتے ہو

۷۳۔ مرو در راهِ ستم هرگز که خارِ غم خلد در پا
ستم کی راہ اختیار کرو کہ غم کا کانٹا پاؤں میں چبھے گا

۷۴۔ ستم چوں بوستان نبود که باشد طبع را مصلح
ظلم بوستان کی طرح نہیں ہے جو طبیعت کو فرحت دیتا ہے

۷۵ ازاین شاہی که میداری نه عشرت بلکه غم باشد
یہ شاہی جو تم رکھتے ہو یہ راحت نہیں بلکہ غم ہے

۷۶۔ سبائی قلب عرش آسوده از بلقیس عدل آید
عرش کے قلب کا سبا عدل کی بلقیس سے آسودہ ہوتا ہے

۷۷۔ مگر تابی افتاد اندرین صندوق فیروزه
شاید اس فیروزہ صندوق (آسمان) میں عدل کی روشنی پڑ گئی ہے

۷۸۔ بہر جانب که می بینم همه کانِ زر است اکنون
جس کی طرف دیکھتا ہوں سب کان زر دکھائی دیتا ہے

۷۹۔ زہر جانب بروی معدلت آب دگر بینم
ہر طرف میں عدل کے چہرے پر ایک نئی رونق دیکھتا ہوں

مفرح کن شتاب از معدلت کو هست درمانش
تو عدل سے فوراً اس کو مفرح کرو کہ یہی اس کا درمان ہے

بورد معدلت روکن که رنگین است بستانش
عدل کے پھول کی طرف متوجہ ہو کر اس کا باغ رنگین و خوشنما ہے

کریما دور دار از ما که جان سوز گلستانش
اے کریم ظلم کو ہم سے دور رکھ کہ وہ گلستاں کی جان کو جلا دیتا ہے

برو عزلت گزین آنکه شوکت همعنان خوانش
دور ہو جاؤ اور گوشہ نشینی اختیار کر لو کہ یہ شوکت سے ہمعناں ہو گی

نگینی هست کاندر خور نباشد جز سلیمانش
یہ ایسا نگین ہے جس کے سزاوار صرف سلیمان ہیں۔

که زرناب گشت این آهنین قفل درخشانش
کہ اس کا آہنین قفل (سورج) خالص سونا بن گیا ہے

فروزان شد مگر اندر جهان خورشید تابانش
دنیا میں اس کا خورشید تاباں روشن ہو گیا ہے

مگر افزود آب رخ سر اقبال سلطانش
اس کی سلطنت کے اقبال نے عدل کے چہرے کی رونق کو بڑھا دیا ہے

۸۰۔ شہنشاہِ جہان ابوبکر صدیق بلند افسر
کہ خورشید فلک با ہفت اورنگ است لرزانش

شہنشاہ جہاں بلند افسر ابوبکر صدیق
کہ سورج اپنے ساتوں آسمان کے ساتھ اس سے لرزاں ہے

۸۱۔ جہانداری عدو بندی، نکو کاری، خردمندی
گرانباری خداوندی کہ خورشید است حیرانش

وہ جہاندار، دشمن کو قید کرنے والے، نیکوکار اور عقلمند
ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے والے آقا جن سے خورشید حیران ہے

۸۲۔ ز تیغ آتش آمیزش فلک را فعل در آتش
ز گوہر ریزی کفش خجل لعل بدخشانش

اُن کی آتش آمیز تیغ سے آسمان بیقرار رہے
اُن کی ہتھیلی کی گہر ریزی سے لعل بدخشاں خجل ہے

۸۳۔ جہانداری سزد او را کہ از یک لمعۂ صارم
پزد مغز سر خورشید یک ہفت بنیانش

جہانداری اُنھیں کے لائق ہے جنکی تلوار کی ایک چمک سے
خورشید کا ایک مغز اسکی ساتوں بنیاد کی دیگ میں پک رہا ہے

۸۴۔ ز خونریزی صمصامش فلک دریای پر خون شد
زحل کشتی شد و خورشید نوح از بیم طوفانش

اُس کے صمصام کی خونریزی سے آسمان پر خون دریا ہو گیا
زحل کشتی ہو گئی اور خورشید نوحہ کناں ہے اسکے طوفان کے ڈر سے

۸۵۔ بیابان را اگر تابی نماید موج صمصامش
شود ضرغام و ثعبانش غریق سیل ثعبانش

اگر اس کے صمصام کی موج بیابان کو اپنی تیزی دکھائے
تو اس کے ثعبان کی سیل میں جنگل کا ثعبان اور ضرغام غرق ہو جائے

۸۶۔ اگر خورشید آرد کاردان در منزل بیمش
بصد طاق و طرم بی پای گردد خانی و خانش

اگر خورشید اپنا کاردان اس کے خوفناک منزل میں لائے
سیکڑوں کر و فر کے ساتھ تو اس کی سلطنت اور اس کے گھر کی بنیاد اکھڑ جائے

۸۷۔ چو زد کلاسہ گرش چوبی روان بر گوش در گوشش
فلک لرزید برق ابر آبان گشت انانش

جب اس کے کارگر نے ایک بیدار چوب اس کے کان کے اوپر لور اندماری
آسمان اور بجلی لرز گئی اور آبان اُن پر گریہ کناں ہو گیا

۸۸۔ اگر گرز گران او شود البرز را مغفر

اگر اسکا گرز گراں البرز پہاڑ کے لیے مغفر کا کام کر سکتا ہے

۸۹۔ اگر ترس حسامش جان ترسا از فرد گیرد

اگر اس کی حسام کا خوف عیسائی (خوفزدہ) کی جان نکال لیتا ہے۔

۹۰۔ چو تاب تیغ نار آمیغ او بر یغ می تابد

جب اسکی آتش آمیز تیغ کی چمک بادل پر پڑتی ہے

۹۱۔ لگد کوب ستور او برین سم کہ مہ دارد

اگر اس کا گھوڑا چاند کے تودے پر لات مارے

۹۲۔ دم صمصام او را وقت بحران در صف شیران

اگر شیروں کی صف میں اسکی صمصام حملہ آور ہو جائے

۹۳۔ لبالب شد زخون عین عدوی او چو زد تیری

اس کے دشمن کی آنکھ خون سے لبریز ہو گئی جب اس نے تیر مارا

۹۴۔ اگر در صبحدم آتش بیفتد از دم تیغش

اگر صبح کے وقت اس کی تیغ سے آتش نکلے

۹۵۔ جموح آسمان رامش، پناہ انس و جان نامش

آسمان کا سرکش گھوڑا اس کا مطیع ہے اس کا نام انس و جان کی پناہ ہے

۹۶۔ ز صبحش نامہ از خور خامہ، ز کیوان بود خرش

صبح اسکا نامہ، خورشید اس کا قلم اور اسے کیوان کی نہر ملتی ہے

بہ انگشتان پا آید بریدن کوہ فارانش

تو کوہ فاران کو کاٹ کر انگشت پا کے مساوی بنا سکتے ہے۔

بوقت گرمی آتش خواہد از دی آہ رہبانش

تو اس کی گرمی کے وقت آگ اس کے رہبان کی آہ (دھواں) مانگتی ہے۔

شود سائل برای آب موج بحر ظلمانش

تو بحر ظلمات کی موج اس سے پانی کی بھیک مانگتی ہے

اگر افتد بجز اندر مشعل خورشید سمانش

تو مشعل خورشید اس کو رنگ فرش کہکر بکالے

سپر کی حایل آید چون لب نان ست لبنانش

تو ڈھال اس کے صمصام سے کب بچا سکتی ہے جبکہ لبنان پہاڑ بھی اس کے لیے روٹی کے ایک ٹکڑے کی مانند ہے۔

مگر زان روی یک چشم است و دو گشت سلوانش

مگر اس روے (جبکہ پہلے مصرع میں لفظ واحد ہے) دشمن یک چشم اور تیر لگنے سے آنکھ کا پھر دو دو حلیوں میں کٹ گیا ہے۔

شود ناچار خورشید آب اندر زیر ہمسایانش

تو ناچار خورشید (آگ سے بچنے کے لیے) اپنے ہمسایوں میں چلا جائے

ستودہ در جہان کامش معین و یار سبحانش

اس کا مقصد یا اس کا ستودہ صفات ہے خدا اس کا معین یار ہے

عطارد طفل نو آموز آید در دبستانش

عطارد اس کے دبستان میں طفل نو آموز ہے

۹۷۔ چو گوہر میفشاند از سخائی آبدار کف
شود غرق عرق بحر گراں از رشک فیضانش

جب وہ اپنی ہتھیلی کے آبدار یا دل سے گوہر افشانی کرتا ہے
تو بحر گراں رشک سے پسینے میں غرق ہو جاتا ہے

۹۸۔ میان بزم شد شرمندہ از وی ابر نیسانی
میانِ رزم گردد خاک سام و بخش دو بانش

بزم میں ابر نیساں اس سے شرمندہ ہے
میدانِ جنگ میں سام اس کے سامنے خاک، خوار اور گریاں ہوتا ہے

۹۹۔ نہ ہی مواجی دریای فوجش کز نہیب او
خرو شد فوج موج بحر و جوش افتد بسکانش

اس کی فوج کے سمندر کی مواجی کا کیا کہنا جس کے خوف سے
سمندر کے موج کی فوج خروش میں آئی اور اس کے ساکنین جوش میں ہیں۔

۱۰۰۔ چو ہر کوہ گران افتد شرار خنجر تیزش
برای قوت آتش بود دہنی ز صفوانش

جب اس کی تیز تیغ کے شرار کوہ گراں پر پڑتے ہیں
تو پہاڑ کے پتھر کا چکنا پن تلوار کی آگ کی قوت کے لیے تیل کا کام کرتا ہے۔

۱۰۱۔ فلک شد کوز از بس درد کاندر پشت پیدا شد
ابا دی جلالش چون مقارن شد مہار سانش

آسمان پیٹھ کے شدید درد کے سبب کوز پشت ہو گیا
جب اس کے پر جلال ہاتھوں نے اس کو مضبوط لگام دے دی

۱۰۲۔ فلک بسیار بود تشنہ، دست جود او بینک
ز انجم قطرہ ہای آب داد، از ماہ و خورنانش

فلک بسیار پیاسا تھا، اس کے دستِ سخا نے
اس کو ستاروں کی شکل میں پانی کے قطرے اور چاند و سورج کی شکل میں روٹی دیدی

۱۰۳۔ زمین گرسنہ بکشاد پیش او دہان در
بدست تیغ تیز از خون اعدا کرد تیعانش

بھوکی زمین نے اس کے سامنے اپنے در کا منہ کھولا۔
اس نے تیغ تیز کے ہاتھ سے اعدا کے خون سے ہر طرف نہریں جاری کر دیں

۱۰۴۔ چو ریفان شد زریعان جوانی پیش تیغ او
ز آب تیغ تیزش سوخت برنائی و ریعانش

جب کوئی اپنی جوانی کی طاقت کے گھمنڈ میں اس کے سامنے دوڑتا ہوا آیا
تو اس کی تیز تیغ کی آب سے اس کی جوانی جل گئی۔

۱۰۵۔ دم سرد دمہ منجواست تا ز تیغ او کشتن

سرما کی برف و باد چاہتی تھی تو اس کی تیغ کی آگ کو بجھا دے

۱۰۶۔ ایکہ تیر زمینی زد، درِ کہ سفتہ شد از وی

پہاڑ میں زمین سے تیر مارا، پہاڑ کا در اس سے چھلنی ہو گیا

۱۰۷۔ تو تاب تیغ او ھفت آسمان عرق عرق گردد

اس کی تیغ کی تاب سے ساتوں آسمان پسینے میں عرق ہیں

۱۰۸۔ اگر جنبش زخشم او بگردون برین بودی

اگر اس کے غصہ کی ایک جنبش آسمان پر پہنچتی

۱۰۹۔ اگر اوراق گردون را بدی شیرازہ از جودش

اگر آسمان کے اوراق کی شیرازہ بندی اس کی سخاوت سے ہوتی

۱۱۰۔ بمیدان شجاعت شہسواری ہست بی ہمسر

شجاعت کے میدان میں وہ یکتا شہسوار ہے

۱۱۱۔ بعہد اونی ماند کسی لب تشنہ و جایع

اس کے عہد میں کوئی پیاسا اور بھوکا نہیں رہتا

۱۱۲۔ ز تاب بسائی اور ضراض میگردد گہر در دم

اس کی بخشش رائے سے خزف ایک دم میں گوہر بن جاتا ہے

جہان را سوخت از آتش چو تابستان زمستانش

اس نے دنیا کو اپنی آگ سے اس طرح جلا دیا جیسے تابستان زمستان کو ختم کر دیتا ہے

عجب بین چشم ماہی نیز پُر خون شد ز پیکانش

تعجب کی بات دیکھ کہ چشم ماہی بھی اس کے تیر سے پُر خون ہے

کہ تا از دستِ جودش آب یابد حوت عطشانش

تا کہ اس کے سخی ہاتھ سے پیاسی حوت آب پائے

سبہای کواکب جمع کی ماندی بدکانش

تو آسمان کی دکان میں ستاروں کا مجمع کب ہوتا

خط عشرت نیفتادی ز عشرتہا بدیوانش

تو اس کے دیوان میں عشرت کا خط نہ کھینچا جاتا

کہ پیک چرخ میکاہد ز خجلت وقت ہیجانش

کہ چاند اس کے حملہ کے وقت شرم سے گھٹ جاتا ہے

کہ گرد از تشنگی و جوع از وی کوزہ و نانش

کہ اس کی وجہ سے تشنگی اور بھوک خود کوزہ و نان بن جاتے ہیں

اگرچہ کرد اندر قرنہا خورشید تابانش

حالاں کہ اس کے اندر صدیوں سورج نے اپنی روشنی ڈالی۔

۱۱۳۔ چو شد مواج دریاے کف گوہر فشاں او
اس کے گوہر فشاں ہتھیلی کا دریا جب موج زن ہوا

نفور از جگر گردید و کفلا نش
تو سمندر سے گرد لی برداشتہ ہوگئے اور اس کے دو کولہوں کو موتیوں پہ دیکھا

۱۱۴۔ صہیل رخش اندر جان رستم آتش اندازد
اس گھوڑے کی ہنہناہٹ رستم کی جان میں آگ لگا دیتی ہے

میاہ از زال می سازد بی سام نریمانش
اور زال کو پانی بنا دیتی ہے نریمان کی ہلاکت کے لیے

۱۱۵۔ اگر نوک سنان او خلد در دیدہ دوران
اگر اس کے سنان کی نوک زمانے کی آنکھوں میں چبھ جائے

گل نرگس شود خار از نسیم صبح خندانش
تو نسیم صبح خنداں سے گل نرگس خار بن جائے

۱۱۶۔ شد آخر گریہ دریا ز رشک فیض کف او
اس کی ہتھیلی کے فیض کے رشک سے دریا گریاں ہوگیا

دہد وام از بی آن اشک ہر دم ابر نیسانش
اس کے آنسوؤں کے لیے ابر نیساں ہر دم قرض دیتا ہے

۱۱۷۔ چنان آوازہ عدلش شدہ سرایہ دوران
اس کے عدل کا شہرہ زمانہ کا ایسا سرایہ ہوگیا

کہ لرزان شد اسد دار دنگہ، یا گلہ چوپانش
کہ شیر لرزاں ہوگیا اور گلہ اور اس کے چوپان کا نگہبان ہوگیا

۱۱۸۔ چو تازد بہر ربان خصم او در باغ بی اندوہ
جب کسی بے غم باغ میں اس کا دشمن انار حاصل کرنے کے لیے زبردستی داخل ہوتا ہے

شود مشتی زنار اندر میان مشت رمانش
تو اس کی مٹھی میں انار آگ بن جاتا ہے

۱۱۹۔ صہیل اسپ او بر چرخ ہشتم میکند زیبق
اس گھوڑے کی آواز آٹھویں آسمان پر پریشان کرتی ہے

کواکب را کہ تا رینہ بگوش مہر رخشانش
ستاروں کو تاکہ مہر درخشاں کے کان میں گھس جائے

۱۲۰۔ اندر تاب تیغ او بر چرخ ہشتم چون فتد آتش
جب آٹھویں آسمان پر اس کی تیغ کے تاب سے آگ لگتی ہے

سمندر میشود در آتش تابندہ سرطانش
تو اس کا سرطان آتش تابندہ میں سمندر کیڑا بن جاتا ہے

۱۲۱۔ فلک مزرعی ست کز وی شد زمین سرسبز و آبادان
فلک ایک کھیت ہے جس سے زمین سرسبز اور آباد ہے

ز انجم تخم در وی ریختہ مہتاب دہقانش
مہتاب کسان نے اس کھیت میں ستاروں کا بیج بویا ہے

۱۲۲۔ بیابانیست میدان فلک کز دست تیغ او
میدان فلک ایک بیابان ہے کہ اس کی تیغ کے ہاتھ سے

شرار انجم افتادہ ز ہر جانب لیقوانش
ہر جانب اس کی ہموار زمینوں میں انجم کا شرار بکھرا ہوا ہے

۱۲۳۔ پی آرایش قصرش انجم آسمان لیک
خسم آسمان کے قصر کی آرائش کے لیے

ز انجم آہک نابیست کامودہ ست دورانش
ستاروں کا چونا زمانے نے مہیا کر دیا ہے

۱۲۴۔ بخوان جود او انجم مگس وز آسمان خوانچہ
اس کے سخاوت کے دسترخوان پر انجم مکھی اور آسمان خوانچہ ہے

بود صحن وی از مہتاب و خور باشد مگس رانش
مہتاب اس کا صحن ہے اور سورج مگس راں ہے

۱۲۵۔ چو شد آوازۂ جاہ و جلال او بملک چین
جب اس کے جاہ و جلال کا آوازہ چین میں ہوا

ز خاقانی دست شست و سائلی گردید خاقانش
تو خاقان چین نے خاقانی سے ہاتھ دھو لیا اور اس کا سائل بن گیا

۱۲۶۔ کمان آسمان چون دید زور بازوی او را
آسمان کی کمان نے جب اس کے زور بازو کو دیکھا

بزہ آمد نگہ کن چون بکسر گشت ہر تانش
تو زہ میں آئی، دیکھو تو اس کی روئی کس طرح ٹوٹ گئی

۱۲۷۔ چو سوی بیشہ سہم شست او تازد بگاہ کین
جب جنگل کی طرف اس کی شست کا تیر جنگ کے وقت حملہ کرتا ہے

کمان گردد بزہ آید پلنگ بگرفتہ سوہانش
تو اس کی کمان سے گھات لگا کر کمان زہ کرتی ہے

۱۲۸۔ فلک بود از نخست افسردہ و آزردہ از صفرا
آسمان پہلے افسردہ اور صفرا سے آزردہ تھا

چو تابی دید از تیغش فزون تر گشت بحرانش
جب اس نے اس کی تیغ کی تاب دیکھی تو اس کا بحران فزوں تر ہو گیا

۱۲۹ - زدست جود او چون عدو یافت گردون تمنای جوزا
اس کے سخاوت کے ہاتھ سے جب آسمان نے جوزا کی تمنا پائی

روان شد ماہ روشن روی از افراح دستانش
تو روشن چاند اس کے ہاتھوں کے افراح سے خوش ہوکر رواں ہوگیا

۱۳۰ - ز اعدای دژ خیمش بدست کس نمی آید
دشمنوں کا قلعہ جسکا خیمہ بھی قلعہ کی مانند تھا کسی کے ہاتھ میں آتا تھا

حسام سام ریزش از غضب گردید غضبانش
اس کا سام ریزہ حسام غضب سے منجنیق کا پتھر بن گیا

۱۳۱ - چو زد چالش بمیدانش شہامت شیر نر آسا
جب وہ میدان شہادت میں شیر نر کی طرح حملہ آور ہوا

فلک را خیمہ بر پا شد ز گرد سم یکرانش
تو اس کے گھوڑے کی سم کی گرد سے آسمان میں خیمہ تن گیا

۱۳۲ - درمہای کو اکب ریخت در دامن گہہ بخشش
بخشش کے وقت ستاروں کے درم اس نے دامن میں بھر دیے

چو در دیش فلک را دست باشد دستگردانش
چونکہ درویش فلک کا ہاتھ اس کے سامنے گرداں تھا

۱۳۳ - عطارد چون در آمد در دبستانِ کمال او
عطارد جب اس کے کمال کے دبستان میں آیا

چو طفلی بود بی دانش شد استاد زبان دانش
تو وہ بے دانش بچہ تھا اور زبان دان استاد ہوگیا

۱۳۴ - گزشت از مصطفٰی چون او کجا باشد بلند افسر
مصطفٰی کو چھوڑ کر اس کی طرح بلند افسر کہاں ہے

سباقت جستن او اندرین راہ است برہانش
اس راہ میں سبقت لے جانا اس کی بلندی کی دلیل ہے

۱۳۵ - شہنشاہِ جہاندارا چگویم وصفِ گرز تو
اے شہنشاہِ جہاندار تیرے گرز کا کیا وصف بیان کروں

کہ آسِ آسیا گشتہ دریا کوہ شہلانش
کہ اس سے چکی کے پسے ہوئے ریزے کی مانند پاؤں کے برابر کوہ شہلان ہوگیا

۱۳۶ - چنان خورشید رائی تو ضیا افشاند در یثرب
تیری خورشید کے مانند رائی نے یثرب میں ایسی روشنی پھیلائی

کہ بطحا شد درمیانِ چشمہ انوار بطحانش
کہ بطحان بطحا انوار کے چشمہ میں غرق ہوگئے۔

۱۳۷۔ فلک را مر سرِ خورشید پراگندہ کند دوکان
سورج آسمان کی دوکان کو پراگندہ کردیتا ہے

۱۳۸۔ سحاب از آسمان ہرچند می ریزد گہر پیشت
آسمان سے بادل ہرچند تمھارے سامنے موتی برساتا ہے

۱۳۹۔ بود مطبخ ترا گردون و دود اوست ابر اینک
آسمان تمہارا مطبخ ہے اور بادل اس کا دھواں ہے

۱۴۰۔ مگر کردند ذبح از بہر خوانت برۂ گردان
شاید برۂ گردوں کو تمھارے خوان کے لیئے ذبح کیا

۱۴۱۔ اگر سرسبزی گردون نبودی سیر تو شاھا
اگر گردوں کی سرسبزی تمھاری سیرگاہ نہ ہوتی

۱۴۲۔ حمل خواہد کہ بر پشت اسد بنشیند و تازد
حمل چاہتا ہے کہ اسد کی پیٹھ پر بیٹھے اور حملہ کرے

۱۴۳۔ چو مہ بر صفحۂ رخسار خود بنوشت مدح تو
جب چاند نے اپنے رخسار کے صفحہ پر آپ کی مدح لکھی

بدریای کفت افگند روزی جاریہ کشتی
ایک دن تمھارے کف دریا میں ایک بیڑا کشتی ڈالی

اگر یاری بخواہد از تو نبود ہیچ خسرانش
اگر آسمان تم سے مدد طلب کرے تو اس کو کوئی خسران نہ ہو

بود چیزی دگر کف تو منگر سوی ہز مانش
تمھاری ہتھیلی کچھ اور چیز ہے ہردم بادل کی طرف نہ دیکھو

بود آبی کہ از وی دیگہا شستند بارانش
اور جس پانی سے دیگیں دھوئی گئی ہیں وہ بارش کی شکل میں گر رہا ہے

کہ شد خون شفق جاری میان صحن ایوانش
کہ اس کے قلعے میں شفق کا خون جاری ہو گیا

نرستی کشت زار انجم اندر خاک موتانش
تو اس کی نامزروعہ زمین میں ستارے نہ اُگتے . . .

کہ از آب حسامت شستہ طغیان و طغوانش
تمھارے حسام کی آب سے اس کا طغیان دھو دیا گیا

بدامان آمد از داماں در انجم بہ مجانش
تو ستاروں کے موتی سمندر کف سے اُس کے دامن (یعنی آسمان) میں آگئے

درو گم شد چو یک قطرہ چہ سکان و چہ سکانش
اس دریا میں ایک قطرے کی طرح کشتی اور کشتی والے سب گم ہو گئے

۱۴۵۔ فلک پیر است و بنا گردد ار پای تو گرد
آسمان بڑھا ہے اگر تمہارے پاؤں پڑ جائے تو جوان ہو جاتا ہے

دگر رُخ تابدار پای تو گیرد آم صبیانش
آسمان کے چہرے کو تیغ تاب سے اگر اس کا صبیان بنادے زیر پا آفتاب

۱۴۶۔ چو سودای سفر خصم تر در سر بیفزاید
اگر تمہارا دشمن اپنے سر میں سفر کا خیال لاتے ،

رواں گردد سوی آئی رہ انداز دبالسیانش
تو آئی کیطرف جانے کیلئے ایسان کی راہ اختیار کرے (یعنی راستہ بھول جائے)

۱۴۷۔ اگر خصم تو بر سر لعل کانی را بیندازد
اگر تمہارا دشمن اپنے سر پر کان کا لعل رکھے

بسوز د موی اسود شعلۂ لعل بدخشانش
تو لعل بدخشاں کا شعلہ اس کے سر کے سیاہ بال کو جلا دے

۱۴۸۔ ایں افسر از است آنکو سر ہمی ساید بخاک تو
وہ افسر از ہے جو اپنے سر کو تمہاری خاک پر گھستا ہے

ہر آنکو سر نمی ساید بباید گفت حیوانش
اور جو تمہاری خاک پر سر نہیں گھستا تو اسے حیوان کہنا چاہیے

۱۴۹۔ چو تاب تیغ بنمائی شود غرق عرق گردون
جب تم تیغ کی مار دکھاتے ہو تو آسمان پسینہ میں غرق ہو جاتا ہے

روان اینک ز انجم قطرہ ہائی خی بجسمانش
اس کے جسموں میں یہ رواں انجم پسینہ کے قطرے ہیں

۱۵۰۔ فلک را میسر زند سنگ کواکب ماہ بر پہلو
چاند آسمان کے پہلو پر ستاروں کے پتھر سے مارتا ہے

مگر در خدمت تو گشت ہفت اندام کسلانش
شاید تمہاری خدمت اس کے ہفت اندام (ساتوں آسمان) نے چرایا ہے

۱۵۱۔ اگر خورشید پنہان دارد اوصاف کمال تو
اگر سورج تمہارے اوصاف کے کمال کو پنہاں رکھے

بیندازد فلک اندر میان چاہ کتمانش
تو آسمان اسکو گمنامی اور روپوشی کے کنویں میں ڈال دے

۱۵۲۔ سزاوار است گر جرم حمل خود از درفش خود
یہ مناسب ہے اگر سورج خود اپنے جھنڈے سے جرم حمل کو

براہی کفش او آوردہ آراید بسختانش
اس کے جوتے کے لیے لاکر د باعث ہے اسکو آراستہ کرے

۱۵۳۔ بداماںِ فلک افشاند اینک گوہر انجم
فلک کے دامن میں گوہر انجم بکھیر دیا

سحاب دست تو کافسانہ باشد گوہر افشانش
تمہارے ہاتھ کے بادل نے جس کی شہرت گوہر افشاں ہونے میں افسانہ بن گئی ہے

۱۵۴۔ زبس کامد میان عہد تو سازد فلک شادی
تمہارے عہد میں آسمان بہت خوشی منا رہا ہے

ز مشعلہای کوکب گشتہ ہر شب ماہ شعبانش
ستاروں کی مشعل سے ہر رات ماہ شعبان کی رات ہو گئی ہے

۱۵۵۔ جہانِ تنگ شد از شکر احسان تو مملو
تنگ دنیا تمہارے احسان کی شکر سے پُر ہے

مگر مقرون شد از لطف توای خسرو حزیرانش
اے خسرو! شاید اس کا حزیران تمہارے لطف مقرون ہے

۱۵۶۔ ز بس کافشاند ابر کف تو لولوی لالا را
تمہاری ہتھیلی کے بادل نے بہت زیادہ موتی برسائے

ز عالم ابر می سوزد کہ انداز دپہ نیسانش
(دنیا میں موتی کی کثرت دیکھ کر) ابر جل رہا ہے اور اس جلن نے اس کو نسیان میں مبتلا کر دیا ہے

۱۵۷۔ بیابیدنعمت از مہر تو ہر ذرہ کہ می بینم
تمہارے مہر سے ہر ذرہ جسے میں دیکھتا ہوں نعمت پاتا ہے

ولی یک ذرہ مہرت نیست در دشمن ز کفرانش
لیکن دشمن کو کفران کے سبب تمہارے مہر کا ایک ذرہ نصیب نہیں ہے

براہ شرع چنگ زہرہ بشکستی دعوہ او
تمہارا شریعت کی راہ سے تم نے زہرہ کا چنگ اور اس کا غرور توڑ دیا

چو دیدی تن تن تار ستار ایار احسانش
جب تم نے ستار کے تار کے ٹن ٹن کو اس کے احسان کا بار پایا

۱۵۹۔ چو آمد مشتری بگرفت از تو گوہر معنی
جب مشتری آئی تو اس نے تم سے گوہر معنی حاصل کیا

تعجب کردمہ کاین جنس چون آمد بہ ارزانش
چاند کو جب تعجب ہوا کہ یہ جنس اس کو اتنی ارزاں کیسے مل گئی

۱۶۰۔ شہا مثل ترا در انس و جان جستم لقینم شد
اے شاہ میں تمہارا مثل انسان و جن میں ڈھونڈا دیقین ہو گیا

کہ باشد ممتنع مثل تو ممکن نیست امکانش
کہ تمہارا مثل ممتنع ہے اور تمہارے مثل پیدا ہونے کا امکان نہیں ہے

۱۶۱۔ چراغِ عمرِ خصمِ تو نہ نور افزود جز ظلمت | ز بادِ تیغ بکشاید و اندر حال خشانش

تمہارے دشمن کی عمر کے چراغ سے صرف ظلمت میں اضافہ ہوتا ہے | تیغ کی ہوا سے اس کا منہ کھول دو اور فوراً بجھا دو

۱۶۲۔ نگاہِ لطفِ تو خواہد فلک پیشش در استادہ | شود دربانِ تو گر نامزد سازی بدربانش

آسمان تمہارے سامنے کھڑا ہوا تمہاری نگاہِ لطف کا طالب ہے | وہ تمہارا دربان بننے کو تیار ہے اگر تم اسے اپنا دربان نامزد کرو

۱۶۳۔ سوی اعراضِ انجم چرخ بہ بوی درم بیند | درم دہ خسروا او را کہ نی یارائی تکلانش

ستاروں کے اعراض کی طرف آسمان درم کی امید میں دیکھتا ہے | اے بادشاہ اسکو درم دے دو کہ اسے صبر کی تاب نہیں ہے

۱۶۴۔ کجا لولوی دریا ابرِ کفت را بپسند افتد | چو طیان ز اثر خاید کی کند احسنت حسانش

تمہاری ہتھیلی کے بادل کو سمندر کا موتی کیسے پسند آسکتا ہے | اگر بھوکا گھاس کھائے تو پسندیدہ (آدمی) (یا خوش خوراک) اس کی تو تعریف کیسے کرے گا۔

۱۶۵۔ چو قحط شرح نساید بر در گردون شکوہ تو | نماید عدنِ عدنان چون وبالِ قحطِ قحطانش

تمہارے گردوں شکوہ در پہ جہاں اسد بیانی نہیں کرتا | قحطان کے قحط وبال اپنے کو عدنان کا عدن کیونکر ظاہر کرے

۱۶۶۔ ہر آئینہ نگاہِ لطفِ تو بر سر فلک ساید | تا بد قحطِ قحطان در نظر چون عدنِ عدنانش

تمہارے لطف کی نگاہ جب آسمان پر پڑتی ہے | تو قحطان کا قحط نظر میں عدنان کا عدن نظر آتا ہے

۱۶۷۔ ہر آن خاکی کہ یابد از نگاہِ لطفِ تو آبی | پس از آباد خواند صیرفی حیث عقیانش

ہر وہ خاکی جو تمہاری نگاہِ لطف سے آب پاتا ہے | آباد ہونے کے بعد ہوشیار صیرفی اسے زر کہتا ہے

۱۶۸۔ ہر آن ناطق کہ وصفِ تیغِ تو برگوید بیگرید | شود مواج آب اندر زبان از کام صفوانش

ہر وہ ناطق جو تیری تیغ کے وصف کو بیان کرتا ہے | تو زور اس کے پتھر کے منہ سے پانی موجیں مارنے لگتا ہے

۱۶۹۔ شود اقطار اقطارم اندر صفصف وسبس
میدانی اور ریگستانی زمین دور دور تک نم ہو جاتی ہے

چو آگہ میکند از لطف و فضل شاہ ظمآنش
جب پیاسا اسکو شاہ کے لطف سے آگاہ کرتا ہے

۱۷۰۔ کفت دریا ویم باشد نمی زان بحر پر گوہر
تمہاری ہتھیلی دریا و یم ہے اور بحر پر گوہر اسی کی نمی سے ہے

ولی یک نقطہ را دو کردہ زیر آورد نادانش
لیکن نادان نے (دم کے) ایک نقطہ کو ہٹا کر، نیچے دو نقطہ کر دیا (یعنی یم بنا دیا)

۱۷۱۔ خدنگ تو روان چون قطرہ آبی بصحرا شد
تمہارا خدنگ قطرہ آب کی طرح صحرا کی طرف روانہ ہوا

گمان برد آب و خورد اندر مکین بیشہ ضبعانش
جنگل کے مکین میں کفتار اسے پانی سمجھکر کھا گیا

۱۷۲۔ دل عالم ہمی شد مایل طغیان بعہد تو
دنیا کا دل تمہارے عہد میں طغیانی و سرکشی پر مائل ہوا

سر حبل المتین بگرفتہ ای از بہر اوسانش
تم نے ان کو تسلیوں کی رسی میں جکڑنے کے لیے حبل المتین کا سرا پکڑا

۱۷۳۔ زبس کا وازہ جاہت فلک بشنید روز و شب
روز و شب آسمان نے تمہارے جاہ کا آوازہ بہت سنا

کواکب گشتہ زیبق پر شدند اندر دو آذانش
ستارے پارہ بن گئے اور اس کے دونوں کانوں میں بھر گئے

۱۷۴۔ اگر زنجیر خشم تو بہ بند پای شاہ چین
اگر تمہارے غضب کی زنجیر شاہ چین کے پاؤں کو باندھ لے

بدار غرب دارد تا قیامت زیر زندانش
تو قیامت تک غرب کے دار میں اسے زندان میں رکھے

۱۷۵۔ اگر مہتاب تابان یابد از خورشید رایت ضو
اگر مہتاب تاباں تمہاری رائے کے سورج کی روشنی پائے

زکاہش دور باشد کالبد تا روز حسبانش
تو اس کے سفر سے کالبد قیامت تک دور رہے

۱۷۶۔ چو پرید آسمان بر آستانت شد پر و بالش
جب آسمان اڑا تو اسکا پر و بال تمہارے آستانے پر آیا

شد اکنون زندہ ماندن مشکل اندر دشت اکوانش
[illegible] ماندن (مکان) ہلیس کا زندہ رہنا مشکل ہو گیا

۱۷۷۔ زبس تیری کہ در گردون زدی اندر دم طغیان — شفق از خون او بنموده و انجم ز پیکانش

طغیان کے وقت تم نے آسمان کی طرف اس کثرت سے تیر پھینکے — کہ اس کے خون سے شفق ظاہر ہوتی اور پیکان (کے زخموں) سے تارے

۱۷۸۔ زمین خواہد کہ فرسوده شود در زیر بار تو — شتر گردید زین امید و نیک کوه کوہانش

زمین چاہتی ہے کہ تمہارے بار سے فرسوده ہو جائے — اس امید میں وہ اونٹ بن گئی اور پہاڑ اس کا کوہان ہے

۱۷۹۔ ترا خوانند ماہی یم الیقان جوانمردان — کہ دریائیست عرفان آب باشد موج ایقانش

جوانمرد لوگ تمہیں یقین کے سمندر کا ماہی کہتے ہیں — وہ سمندر جو عرفان کا ہے یقین کی موج اس کا پانی ہے

۱۸۰۔ خبر از در رحمت مید ہی ما را بہر غوطہ — زبس کاندر جہانی آشنا ای بحر عفرانش

ہر غوطہ میں تم مجھے رحمت کے موتی کی خبر دیتے ہو — تم دنیا میں اس کے بحر عفران میں سب سے زیادہ آشنا ہو

۱۸۱۔ فضائی بردباری تو چند انست باوسعت — کہ در دامن نماید گوہری جودی وفارانش

تمہاری بردباری کی فضا اتنی وسیع ہے — کہ کوہ جودی اور فاران اس کے دامن میں ایک موتی نظر آتے ہیں

۱۸۲۔ چو دال لخوشی از دشمنت ببرید و آتش زد — شمن خواند بدان آتش کہ میدارد مسلمانش

جب لخوشی کی ڈال کو دشمن سے قطع کر دیا اور اس میں آگ لگا دی — تو بت پرست کہتا ہے کہ یہ وہ آگ جسے مسلمان کہتا ہے

۱۸۳۔ بود رائی تو خورشیدی کہ عالم را کند روشن — مگر خورشید باشد بر فلک تابی ز لمعانش

تمہاری رائے وہ سورج جو عالم کو روشن کرتی ہے — شاید آسمان میں سورج اس کے لمعان کی صرف ایک چمک ہے

۱۸۴۔ چو مہ را آسمان در خدمت تو داشت سال و مہ — نمودی از نگاہ کرمت شمع شبستانش

جب آسمان نے چاند کو سال و ماہ تمہاری خدمت میں رکھا — تو تم نے نگاہ لطف سے اس کو شمع شبستان بنا دیا

۱۸۵- اگر آہنگر از وصفِ حسام تو کشاید لب
بوقتِ تشنگی آبی بجام آید ز سندانش

اگر آہنگر تمہارے حسام کے وصف میں لب کشائی کرے
تو تشنگی کے وقت اس کے سندان سے جام میں پانی بھر جائے

۱۸۶- چو رو باروی شمشیر تو شیر بیشہ شد شاہا
بدیدش سیر از خونہا خرابی شد بدندانش

جب شیر بیشہ تمھاری شمشیر کے مقابل ہوا ؛ ؛
تو شیر نے اس کو خون سے سیر دیکھا اور اس کے دانتوں میں خرابی ہو گئی

۱۸۷- اگر وعظ تو گردون را اثر کرد ای جہاندار
کہ افتد آتش کوکب بہ تن از ذوق و وجدانش

شاہا
تمھارے وعظ نے گردوں پر اثر کیا ای جہاندار
کہ اس کے ذوق و وجدان سے ستارے کی آگ اس کے تن میں لگ گئی

۱۸۸- چو در سیحان زند آتش حسام آذر انگیزت
بسیحون آتش انداز دکہ وا بینند صفاہانش

جب تمھارے آتش انگیز حسام کی آگ دریائے سیحان میں لگتی ہے
تو دریائے سیحون میں آگ پہنچتی ہے کہ صفاہان والے اس کو صاف دیکھتے ہیں

۱۸۹- بریں دریای قطران روز می پوید بر رایت
برون شد از کمین گہ شب سیہ کردہ بقطرانش

اس سیاہ دریا پر دن تمھارے رایے سے ظاہر ہوتا ہے
کمین گاہ سے رات قطران سے اپنے کو سیاہ کر کے ظاہر ہوئی

۱۹۰- بود تیغ تو محبوبی کہ چشم او بود جوہر
بود خط جراحت بر تن حساد مژگانش

تمھاری تیغ ایک محبوب ہے اس کا جوہر اس کی آنکھ ہے
اس کی مژگان حساد کے تن پر خط جراحت ہے

۱۹۱- عدوی رہ زنت را چنگ بشکستند از زخمہ
کہ ساز د پردۂ افراح و شادی تار دستانش

تمھارے دشمن کا چنگ زخمہ سے توڑ دیا .....
جس کا تار دستان افراح و شادی کا پردہ ہے

۱۹۲- کجا شاہ فلک تو جلال خود کند ظاہر
گرفتم گر کند شاہا کہ بپذیرد جہانبانش

سورج کی کیا مجال کہ تم پر اپنا جلال ظاہر کرے
اگر وہ اپنا جلال تم پر ظاہر کرے تو اسے کوئی جہانبان نہ تسلیم کرے

۱۹۳۔ علام تست ذوقی دیدہ بنہادہ تہ پات

ذوقی تمہارا غلام ہے اس نے اپنی آنکھیں تمہارے پاؤں کے نیچے بچھا دی ہیں

۱۹۴۔ چنان نقارۂ مدح تو میگوید بہ ہندا کنون

دہ ہند میں تمہاری مدح کا نقارہ اس طرح بجا رہا ہے

۱۹۵۔ چو شعر او کہ باشد پر محاسن پیش شروان شد

جب ذوقی کے پر محاسن اشعار شروان پہنچے

۱۹۶۔ چو والا شد درفش و ہند از دست اعتلا

جب ہند میں اس کے اعزاز کا جھنڈا بلند ہوا

۱۹۷۔ ز روی شعر اگر گویند شعرایش زنخ باشد

اگر ذوقی کے شعر کی بابت شعرا کلام کریں تو یہ اُن کی بیہودہ گوئی ہوگی

۱۹۸۔ من آنم کز صہیل ابرش کلک روان من

میں وہ ہوں کہ میرے کلک رواں کے گھوڑے کی آواز سے

۱۹۹۔ چو سوی ساوہ شد آوازۂ من بہر نظارہ

جب میری شہرت ساوہ کی طرف پہنچی

۲۰۰۔ چو شد از فضل منان این گہر از لفظ من ریزان

جب خدا کے فضل سے میرے لفظوں کے یہ موتی جھڑنے لگے

مبصر کن ز نور معرفت ای عین عینانش

اے اس کی آنکھوں کے نور ان آنکھوں کو نور معرفت سے روشن کرد

کہ زہ گوید ز شروان و عرب سحبان و حسانش

کہ شروان سحبان اور عرب سے حسان واہ واہ کہہ رہے ہیں

ملقب کردہ از احسان ہند اعلام شروانش

تو شروان کے برگزیدہ لوگوں نے اسکو حسان ہند کا خطاب دیا

عرب را رعب پیدا شد ز وادیلای سحبانش

تو سحبان نے وادیلا مچانا شروع کیا جس سے عرب میں ذوقی کا رعب شاعری پھیل گیا

دگر از خوردہ فرمایند بر پا لیست طیانش

اور اگر اس میں عیب نکالیں تو یہ کہنا بجا ہوگا کہ وہ شعر کے بھوکے ہیں، یعنی ذوقی کے شعر سے خوشہ چینی کے طالب ہیں۔

دہد عرفی عرق از رشک تا شوید ہنر مانش

رشک سے عرفی کے پسینہ نکلتا ہے تاکہ اس کی عقل شوئی کریں

در آمد پیش چشم او درود از جان سلمانش،

تو سلمان کی جان سے تحسین کی آواز آنے لگی،

صدف شد آب از رشک دُر شہوار غلطانش

تو اس غلطاں دُر شہوار کو دیکھ کر صدف رشک سے پانی ہوگیا

۲۰۱- مسمّیٰ کردہ از باغ صفا تاریخ او جستم
ہمہ احیاد کردم دور و بنوشتم خراباتش

میں نے اس کا نام باغ صفا رکھا اور اس کی تاریخ نکالی
احیاد کو دور کر کے اس کو خراباتؔ[1] لکھا

۲۰۲- چو از اکسیر تاریخش مس ہر خاطر زر شد ہی
بگفتم بی غم و اندوہ ظل فضل سبحانش

جب اس کی تاریخ کی اکسیر ہر دل کا تانبہ سونا ہوگیا
تو میں نے بے غم و اندوہ اس کو ظل فضل سبحان کہا

۲۰۳- شہا لطفی بکن بر بندہ کز مدح تو می نازد
بگو بر تخت رفعت کردہ ام سلطان لسلطانش

اے شاہ اپنے بندہ پر لطف کیجئے جو آپ کی مدح پر ناز کرتا ہے
آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تم کو بلندی کے تخت پر صاحب علیہ سلطان بنا دیا ہے

۲۰۴- ندارد جز در تو ہیچ ملجای و ماوای
سگ در گاہ تو باشد بکن ضرغام غرانش

آپ کے در کے سوا کوئی ملجا و ماویٰ نہیں رکھتا
آپکے در کا کتا ہے اسے شیر غراں بنا دیجئے

۲۰۵- بحمد اللہ گشتم آشنای بحر بی پایان
الحمد للہ میں بحر بے پایاں سے آشنا ہو گیا ہوں
رسیدم ز دست گیر تو بپایا پایانش
میں آپکی دستگیری سے اس بحر بے پایان تک پہنچا ہوں

[1] باغ صفا ۱۱۷۴

قصیدہ فی المنقبت[۱۹]

۱- اے رخت مانند گلزار جنان آراستہ
بلکہ گلزار جنان بنود چنان آراستہ

اے وہ کہ تمہارا چہرہ باغ جناں کی طرح آراستہ ہے
بلکہ باغ جناں بھی ایسا آراستہ نہیں ہے

۲- جان ز زیورها نیاراید پدیداست این سخن
چوں ز زیور گشتہ اے جان جہان آراستہ

جان زیور سے آراستہ نہیں ہوتی، یہ ظاہر ہے
اے جان جہاں! جان زیور سے کیسے آراستہ ہو گئی...

۳- اندر و گوہر دہان تنگ تو بگرفت زیب
آفریں بر کاملی کو لامکان آراستہ

تمہارے تنگ دہن میں موتی کی زینت ہے
اس کامل پر آفریں ہے جس نے لامکاں (دہان تنگ) کو آراستہ کیا ہے

۴- بر کمر بستی کمر از دست خود اے دلربا
زہ بدستی کو عدم را در میان آراستہ

اے دلربا تم نے اپنے ہاتھ سے اپنی کمر بستہ کی ہے
اس ہاتھ پر آفریں ہے جس نے عدم کو کمر میں آراستہ کیا ہے

۵- دل نمی گنجد بہ پہلوی کسی از بہر آن
کز در و مرجان شود مرجان جان آراستہ

دل کسی کے پہلو میں نہیں سماتا، اس واسطے
کہ در و مرجان سے جانِ جان آراستہ ہے

۶- من ندیدم آنچنان روزی کہ آراید ز شب
جز رخت کز کاکل تو شد چنان آراستہ

میں نے ایسا کوئی دن نہیں دیکھا جسکو رات نے آراستہ کیا ہو
سوا تمہارے چہرے کے جسکو تمہارے کاکل نے آراستہ کیا ہے

۷۔ چوں شدی سوی چمن سرو سہی آسا چماں

جب تم سرو سہی کی طرح ناز سے چمن میں گئے۔۔۔۔

۸۔ سرور اصحاب بوبکر امین کز نور صدق

اصحاب کے سردار ابوبکر امین جن کے صدق کے نور سے

۹۔ دوستاں را دادہ آرایش ز مرجان دگر

دوستوں کو ایک دوسری جان سے آراستہ کیا ہے

۱۰۔ کردہ مملو از زمیں تا آسماں دُرّ و گہر

زمین سے آسمان تک موتی سے بھر دیا۔۔۔

۱۱۔ دوست را الماس دادہ خصم خود را نیز ہم

دوست اور دشمن دونوں کو الماس دیا

۱۲۔ رشک اندر چشم آوردہ پی علم الیقین

علم الیقین حاصل کرنے کے لیے آنکھوں سے گریہ زاری کا کام لیا

۱۳۔ خامہ را آزاد از غم کردہ بر صفحہ رواں

قلم کو غم سے آزاد کر کے کاغذ پر رواں کر دیا

۱۴۔ سینۂ دشمن کہ بود از ہول او چوں دل خراب

دشمن کا سینہ جو دل کی طرح خوف سے خراب تھا

شد چمن چوں محفل شاہ جہان آراستہ

تو چمن شاہ جہاں کی محفل کی طرح آراستہ ہوگیا

ہم زمیں آراستہ ہم آسمان آراستہ

زمین بھی آراستہ ہے اور آسمان بھی آراستہ ہے

دشمناں را نیز از تیغ و سناں آراستہ

دشمنوں کو بھی تیغ و سناں سے آراستہ کیا ہے

بحر و برّ و ابر و مہر و کوہ و کاں آراستہ

بحر، بر، ابر، مہر، کوہ اور کان کو آراستہ کیا ہے

ہر دو را داماں و فرق اندر زماں آراستہ

دونوں کے دامن اور فرق کو ایک آن میں آراستہ کر دیا

بحر را از دُرّ ازہر بیگماں آراستہ

سمندر کو روشن موتی سے آراستہ کر دیا۔۔۔

بوستانی را ز شمشاد چماں آراستہ

بوستان میں اپنے قد شمشاد کو رواں کر کے آراستہ کر دیا

نزد شستش کز یکی تیر کماں آراستہ

اس شست کو آفریں جس کے ایک تیر نے دونوں کو آراستہ کر دیا

۱۵۔ از برای زاغ خصم خویش بر قاف عدم

اپنے دشمن کے کوے کے لیے قاف عدم پر

پیش عنقا از کف تیغ آشیان آراستہ

عنقا کے سامنے تیغ کی ہتھیلی سے آشیاں آراستہ کیا،

۱۶۔ گر بہ پیش او طغان خود را بیار آید بہ تخت

اگر اس کے سامنے طغان شاہ اپنے کو تخت پر آراستہ کرے

طغرلی باشد ز زنگ رایگان آراستہ

تو اس کی مثال ایک شکاری چڑیا کی ہوگی جو اپنے زنگ آلود رنگ سے تخت کو آراستہ کرتی ہو

۱۷۔ شہسواری نیک حالی کز پی گوی زمین

ایسا نیک حال شہسوار جس نے زمین کی گیند کے لیے

از سپہر و مہر اسپ و صولجان آراستہ

آسمان کو گھوڑا اور سورج کو چوگان بنایا ہے۔

۱۸۔ ابر کف او چو گوہر میفشاند از دو یم

اس کی ہتھیلی کا بادل جب بارش سے موتی برساتا ہے

عالمی گردد جہان اندر جہان آراستہ

تو سارا عالم آراستہ ہو جاتا ہے،

۱۹۔ تا دو نان خوان جودش برد از راہ سوال

جب سے اس کے سخاوت کے دسترخوان سے دو نان مانگ کر گیا

شد فلک را زان دو نان تازہ خوان آراستہ

اس وقت سے آسمان کا دسترخوان دو ٹکیوں سے آراستہ ہے

۲۰۔ چون ز معمار قضا آمادہ شد قصر فرش

جب قضا کے معمار نے اس کا پرشکوہ قصر تعمیر کیا

چرخ از خود زہ بہ پیش آراستہ

آسمان نے خود اپنے کو اس کے آستانے کے سامنے آراستہ کیا

۲۱۔ آستانش مشتری بام فلک چون گنبدی

اس کا آستانہ مشتری ہے اور بام فلک گنبد کی مثال ہے

بیضۂ گنبد شد از کوہان آن آراستہ

آستانہ کا بیضۂ گنبد آسمان کے کوہان سے آراستہ ہے

۲۲۔ از پی او چون غزال چین بر آید صبحدم

اس کی خواہش میں جب صبح کو چین کا غزال باہر آجاتا ہے

ہودجی باشد کہ بر پیل دمان آراستہ

اس کی مثال ایک ہودج کی ہے جو پیل دمان پر آراستہ ہے

۲۳۔ خصم او چو خواست کہ گوہر بیارایدبدل
اس کے دشمن نے جب چاہا کر موتی سے دل کو آراستہ کرے

تک شاہ او از دم تیغ و سنان آراستہ
تو شاہ نے وہیں اس کو تیغ و سنان سے آراستہ کیا

۲۴۔ کوہ میداند کہ از گرز تو آخر بشکند
پہاڑ جانتا ہے کہ آخر کار تمہارے گرز سے وہ ٹوٹے گا

خویش را از گوہر والماس از آن آراستہ
اس واسطے اس نے اپنے کو گوہر والماس سے آراستہ کر لیا

۲۵۔ بود مستاج نیامت بے زبان ای ابر کف
تمہارے نیام کا گھڑیال بے زبان تھا اے ابر کف

دست جودت از حسام او را زبان آراستہ
تمہاری سخاوت کے ہاتھ نے حسام سے اسکی زبان آراستہ کر دی

۲۶۔ ذوقی بیچارہ چون سازبیان اوصاف تو
ذوقی بیچارہ تمہارے اوصاف کیوں کر بیان کرے

طبع خود را از متاع این بیان آراستہ
اس نے اس بیان کے سرمایہ سے خود اپنی طبع کو آراستہ کیا ہے

۲۷۔ او کجا مدح ترا آرایشی داد از سخن
اس نے اپنی شاعری سے آپ کی مدح میں کوئی اضافہ نہیں کیا

مدحت تو چون چنان او را چنان آراستہ
تمہاری (مدحت کے صلے میں) اس کے لیے ایسی جنت آراستہ کر دی ہے

۲۸۔ تا جہاز بحر عمان از در یکتا بود
جب تک عمان کے سمندر سے موتی نکلتا رہے

وان جہازش از جہاز بادبان آراستہ
اور موتیوں سے پُر جہاز کو بادبان سے آراستہ کیا جاتا رہے

۲۹۔ باد کشتی سخن در موج مدح اطرای تو
سخن کی کشتی آپ کی تعریف کی موج میں رہے

زانسجام دُرِ شعر اندر بنان آراستہ
وہ سخن جو انگلیوں کے ذریعہ شعر کے موتیوں کے پردے سے آراستہ ہو۔

قصیدہ فی المنقبت ۲۰

۱۔ مارا کہ نیست حاصل سرمایۂ وصالش
چیزی دگر نباشد در ہجر جز خیالش

ہمارے لیئے جسے اس کے خیال کا سرمایہ حاصل نہیں ہے
اس کے ہجر میں اس کے خیال کے سوا کچھ نہیں ہے

۲۔ مائیم واشک و دامن در مدت فراقش
پا لیست و بوسہ ولب اندر دم وصالش

اس کے فراق میں ہم ہیں، آنسو ہے اور دامن ہے
اس کے وصال میں پاؤں ہے، بوسہ ہے اور لب ہے

۳۔ اندر حجاب گردون پوشید ماہ عشرہ
شد چشمۂ منور چون مہر شد دلالش

ماہ عشرہ آسمان کے حجاب میں چھپ گیا
جب سورج اس کا دلال ہوا تو چاند نور کا چشمہ بن گیا

۴۔ اندر زمان بازی چون دیدہ باز سازد
افتد ہما ز بالا بشکستہ پر و بالش

جب کھیل میں وہ آنکھیں کھول دیتا ہے ......
تو ہما کے بال و پر ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ اوپر سے گر پڑتا ہے

۵۔ در کعبۂ دل ما ظاہر کند قیامت
بنگر کہ گشت ممکن از ساحری محالش

ہمارے کعبۂ دل میں قیامت برپا کر دیتا ہے
دیکھو کہ اس کی ساحری سے محال ممکن ہو گیا

۶۔ چون میکند ز کاکل تا گوی دل رباید
چون دل کشد ز خانہ در حال سوی خالش

وہ اپنے کاکل سے کس طرح کام لیتا ہے کہ دل کے گیند کو اچک لے
اور دل کو اس کے گھر سے فوراً اپنے تل کی طرف کس طرح کھینچ سکتا ہے

۷۔ بنود مفرح من حسبز خاک پائی سلطان

سلطان کی خاک پا کے سوا میرے لیے کوئی مفرح نہیں ہے

۸۔ شاہ سپہر شوکت بو بکر کسہ زہیبتش

شوکت کے تخت کے بادشاہ ابوبکر جن کے خوف سے

۹۔ در لشکر اعادی صمصام امد آتش

دشمنوں کے لشکر میں اس کی صمصام نے آگ لگادی

۱۰۔ از ابر کف او شد سایل مثال دریا

اس کی ہتھیلی کے بادل سے سائل سمندر کی مثال بن گیا

۱۱۔ سرکار چرخ والا از جسم خویش تسمہ

بلند آسمان سرکار اپنے جسم سے تسمہ بنا کر

۱۲۔ بقراط آبجو لی از چشمۂ دہانش

بقراط اس کے چشمۂ دہن کی ایک آبجو ہے

۱۳۔ دست جواب پر کرد دامان سایل از در

دست جواب نے سائل کے دامن کو موتیوں سے پر کر دیا

۱۴۔ گلزار آسمان را بشکست شاخ و ہم گل

آسمان کے گلزار کی شاخ و گل کو توڑ ڈالا

سودا چو میفزاید در سر را خیالش

جب میرے سر میں اس کا خیال سودا کا اضافہ کرتا ہے

لرزد سپہر گردان با مہر پر جلالش

آسمان اپنے پر جلال سورج کے ساتھ لرزتا ہے

مریخ را فراخس شد کینہ و جدالش

مریخ کا کینہ و جدال اس کے لیے خس بن گیا (اور وہ اپنے کینہ کی آگ میں جل گیا)

ریزد ز لب جواہر چون سر زند خیالش

جب اس کا خیال آتا ہے تو ہونٹوں سے (لفظوں کے) جواہر گرتے ہیں

در حضرتش بیارد خاص از پی نعالش

اس کے حضور میں خاص اس کے جوتوں کے لیے لانا ہے

فرفوریوس بولی از گلشن کمالش

فرفوریوس اس کے گلشن کمال کی ایک بو ہے

تا از میانۂ لب بیرون نشد سوالش

اس کے لب سے کبھی سوال باہر کبھی نہیں نکلا تھا

از بسکہ کرد حملش اسپ صبا مثالش

اس کے صبا مثال گھوڑے نے بہت زیادہ حملہ کر کے

۱۵۔ گم کردد آب دریا اندر میان گوہر
سمندر کا پانی موتیوں کے اندر گم ہو جاتا ہے
ہنگام بخشش او از کف پر نوالش
اس کی عطا کرنے والی ہتھیلی کی بخشش کے وقت

۱۶۔ از روشنی رایش تابی فتاد بالا
اس کی رائے کی روشنی کی ایک چمک اوپر آ گئی ۔۔
بنمود چرخ گردان خورشید را جمالش
ق چرخ گرداں نے خورشید کو اس کا جمال دکھایا

۱۷۔ اندر خم تیغ خجلت گردید سر بریدہ
سورج خجلت کے تیغ کے زخم سے سر بریدہ ہو گیا
پرگندہ گشت بالش پرگندہ گشت بالش
اس کا بازو پراگندہ ہو گیا ۔۔۔

۱۸۔ چون بخشش صحیحش در صرف شد مضاعف
اس کی بخشش جب مضاعف میں صرف ہوئی
از علت عدم شد معتل بدم مثالش
عدم کے علت ۔۔ م میں اس کی مثال معتل ہو گئی

۱۹۔ چون شد ہزبر غران اندر عرین مقابل
جب جنگل میں شیر غراں اس کا مقابل ہوا
بگریست ثغر خنجر در حال شد خلالش
تو اس کے خنجر کے دانت نے اس کو دیکھا اور فوراً وہ اس کے انتوں کا خلال بن گیا

۲۰۔ از ہیبت کمالش لرزید ہفت بنیان
اس کی ہیبت سے ساتوں بنیادیں ہل گئیں
پرید نسر طائر بشکست پر و بالش
نسر طائر اڑ گیا اور اس کے بال و پر ٹوٹ گئے

۲۱۔ از ترس او فلاک را خوی شد روانہ بر تن
اس کے خوف سے آسمان کے جسم پر پسینہ آ گیا
شد غرق موجہ او خورشید با کمالش
اس کی موج میں خورشید پورا پورا ڈوب گیا

۲۲۔ چون تیغ حسامش خورشید دید لرزان
اس کے حسام پیشہ کو خورشید نے کانپتے ہوئے دیکھا
شد کہربا ز اصفر از فرط ترس لالش
اس کا سرخ رنگ فرط خوف سے زرد کہربا کی طرح ہو گیا

۲۳۔ ذوقی ست بیوقاری بیفضل و اقتداری
ذوقی بیوقار، بیفضل اور بے اقتدار ہے

بہر علا سر خود بنہادہ بر نعالش
بلندی حاصل کرنے کیلئے اس نے اس کے جوتوں پر اپنا سر رکھا ہے

شاید کہ از تلطف در ظلّ خویشش آرد
شاید لطف و کرم سے اسے اپنے سایہ میں لائیں

آنگاہ شاہ چین را آساید از ظلالش
اس وقت ذوقی کے سایہ میں شاہ چین بھی آسودگی حاصل کرے گا

☆☆☆

74